گوجری ڈراما

تحقیق وتالیف:

ڈاکٹر رفیق انجمؔ

پیشکش:

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : گوجری ادب کی سنہری تاریخ
اٹھمو حصو: گوجری ڈراما

تحقیق وتالیف : ڈاکٹر رفیق انجمؔ

کمپوزنگ : راشدانجم،شبیراحمد

کمپیوٹرایڈیٹنگ : شبیراحمد،صورہ سرینگر

سرورق : جاویداقبال

اشاعت : ۲۰۰۷ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت :

پریس :

پبلشر جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

پتہ: کتاب گھر، مولانا آزادروڈ سرینگر (کشمیر)
کتاب گھر، کنال روڈ جموں
ایڈیٹر گوجری،
جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز
کنال روڈ جموں، ۱۱لال منڈی، سرینگر

انتساب

گوجری کا پہلا ڈرامہ نگار

چوھدری غلام احمد رضاؔ مرحوم

کے نانویں

گوجری ادب
کی
'سنہری تاریخ'

I	پہلو حصو:	مختصر تاریخ (خلاصو)	۲۰۰۱ء
II	دوجو حصو	قدیم گوجری ادب	۲۰۰۵ء
III	تیجوِ حصو	جدید گوجری ادب	۲۰۰۵ء
IV	چوتھوِ حصو	جدید گوجری شاعری	۲۰۰۶ء
V	پنجمو حصو	جدید گوجری غزل	۲۰۰۶ء
VI	چھیموں ِحصو	گوجری گیت	۲۰۰۶ء
VII	ستموں ِحصو	گوجری افسانہ ِنگاری	۲۰۰۶ء
VIII	اٹھموں حصو	گوجری ڈرامہ نگاری	۲۰۰۷ء
IX	نوموں حصو	جدید گوجری مصنفین	۲۰۰۷ء
X	دسموں حصو	تلخیص سنہری تاریخ	۲۰۰۷ء

☆☆☆

ترتیب

شروع الله جی کا پاک ناں نال

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
ابتدائیہ	عرض ناشر (سیکریٹری کلچرل اکیڈمی)	ڈاکٹر رفیق مسعودی	7
	پہلی گل (ایڈیٹر گوجری)	ڈاکٹر جاوید راہیؔ	8
	گوجری ڈراما نگاری (مرتب)	ڈاکٹر رفیق انجمؔ	10
باب ا	گوجری ریڈیائی ڈراما	اے کے سہرابؔ	18
	گوجری سٹیج ڈراما	گلاب دین طاہرؔ	33
	پاکستان کا گوجری ڈراما	غلام حسین اظہرؔ	49
	گوجری ڈراما کو سفر	خالد وفاؔ چودھری	54
باب۲:	چنام گوجری ڈراما	ڈرامہ نگار	62
ا	سوچاں کا پینڈا	رانا فضل حسین راجوروی	65
۲	غماں کی سلو	اقبال عظیمؔ چودھری	87

۳	سرحداں کا راکھا	قیصر دین قیصرؔ	100
۴	چلاک نوکر	بابُو نور محمد نُورؔ	120
۵	کون کسے کو	عبدالحمید کسانہ	138
۶	کرتُوت	اے کے سہرابؔ	148
۷	لہو کی باس	منیر حسین چودھری	179
۸	لاج	غلام سرور صحرائیؔ	198
۹	اندھیرا مانھ لو	گلاب دین طاہرؔ	219
۱۰	لکھاں کی گلی	حسن پرواز	243
۱۱	جھلیا لوک	ڈاکٹر رفیق انجم	259
۱۲	مجبوری	اقبال ظفرؔ	281
تقریظ	گوجری ڈراما، ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر پرویز احمد	309
ضمیمہ ۱	صاحب کتاب لکھاڑی		318
ضمیمہ ۲	ادیب تے محقق		320

عرضِ ناشر

اکادمی میں گوجری شعبہ کا قیام ۱۹۷۸ء میں عمل میں آیا۔ تب سے ایک مختصر عرصہ میں گوجری شعبہ نے اس شیریں زبان کی ترویج کے سلسلہ میں قابلِ قدر پیش رفت کی ہے جس میں کئی بنیادی نوعیت کے کام بھی شامل ہیں۔ مثلاً اس کے اساطیری ورثے کی ترتیب واشاعت، لغت سازی اور جدید ادب کے خزینہ کی طباعت وغیرہ۔ گوجری زبان کی تاریخی حیثیت کا تعین بھی اسے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کام جس تحقیق اور دیدہ ریزی کا متقاضی تھا اسکے شایانِ شاں ہم نے گوجری زبان کے ایک نامور ادیب ڈاکٹر رفیق انجم صاحب کا انتخاب کیا جنھوں نے مسلسل جدوجہد، بردباری اور عرق ریزی کے بعد ''گوجری ادب کی سنہری تاریخ'' کے نام سے یہ تاریخی مرحلہ طے کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اکادمی نے اُٹھا رکھا تھا اور گوجری زبان وادب کے مختلف پہلوؤں پہ ابھی تک اسکی سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

'گوجری ڈرامہ نگاری' کے موضوع پہ یہ جلد 'سنہری تاریخ' کے آٹھویں حصے کے طور پہ شائع کی جا رہی ہے۔ گوجری ڈراما پر اس سے قبل کوئی مبسوط کتاب موجود نہیں تھی۔ اس کتاب میں جہاں ڈرامہ کے فن سے متعلق مختلف نظریات کے علاوہ گوجری ڈراما کے سفر پہ مضامین شامل ہیں وہیں اسٹیج ڈراما، ریڈیائی ڈراما اور گوجری ڈرامے کے تاریخی پس منظر کے علاوہ گوجری ڈرامہ کی فنی خوبیوں اور خامیوں کا بھی احاطہ کیا گیا ہے اور گوجری کے شاہکار اور چنندہ ڈرامے بھی کتاب میں شامل رکھے گئے ہیں۔ اس صنف پر ڈاکٹر انجم نے خاصی اہم کتاب ہمارے سامنے پیش کی ہے جو ڈرامے کی صنف کے حوالے سے میل کا پتھر ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر رفیق مسعودی

سیکریڑی

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز

پہلی گل

گوجری زبان وادب کی تاریخ صدیاں پرانی ہے۔اس ماں لوک ادب بھی ہے تے تحریری ادب بھی۔اگر کائے کمی رہ گئی ہے تاں واہ اس ادب ناسامن تے سنبھالن کی ہے۔ اس تروٹی ناپُورو کرن واسطے اکیڈمی نے ۱۹۹۶ء ماں گوجری مشاورتی کمیٹی کولوں گوجری زبان وادب کی تاریخ شائع کرن کی اجازت منگی تے بعد ماں ان سفارشاں نا مرکزی کمیٹی کی منظوری حاصل ہوئی تے ''گوجری ادب کی سنہری تاریخ'' مرتب کرن کو یوہ پروجیکٹ اکیڈمی نے گوجری کا معروف محقق، ادیب تے شاعر ڈاکٹر رفیق انجم کے حوالے کِیو۔سال ۲۰۰۱ء ماں انکی طرفوں تحریر کردہ گوجری زبان وادب کی مختصر تاریخ شائع کی گئی۔یاہ اک بڑی ادبی تاریخ کو خلاصو تھی۔اور اس ماں وے تمام اصناف زیرِ بحث آئیں تھیں جن پر اگے آن آلی دس جلداں ماں تفصیلی بحث ہونی تھی۔تے اج اک طویل جھدی تیں بعد الحمدللہ گوجری ادب کی یاہ تاریخ دس جِلداں ماں اشاعت واسطے تیار ہے تے 'گوجری ڈرامہ نگاری' کا موضوع پر سنہری تاریخ کی یاہ اُٹھمی جِلد اسے لڑی کی اک کڑی ہے۔

کہانی کی طرح ڈرامہ کی صنف وی گوجری واسطے بڑی موزوں سئی لگے۔کیوں جے ان دوہاں کو متعلقہ مواد گوجرا ماحول تے لوک ادب ماں پہلاں توں موجود تھو۔لوک ادب ماں گوجری لوک کہانی تے لوک باراں کو اک مستقل خزانو ہے جن ماں ان بہادر گوجر سپوتاں کی کہانیں نسل در نسل زبانی چلتی آویں تے یہ داستان سنتاں ہی اگلا کا ذہن پر واقع کو اک نقشو بنتو جائے۔اس طرح گوجرا ماحول کا انسان نا جھڑا تعلیم یافتہ نہیں، انھاں نا ڈرامہ دیکھن تے سنن نال بڑی دلچسپی تھی۔یاہی وجہ ہے کہ جدید گوجری ادب کی چڑھت نال ڈرامہ لکھن تے پیش کرن ماں بڑی تیزی آئی۔

گوجری ڈراما کا فن نا ترقی دین ماں ریڈیو تے کلچرل اکیڈمی کو اہم رول ہے۔

کلچرل اکیڈمی نے بے شمار گوجری ڈراما سٹیج کروایا تے اس تیں علاوہ ڈرامہ کا فن نا مقبول تے عام کرن واسطے ریاستی کلچرل اکیڈمی نے ہر سال ڈرامہ فیسٹیول تے سب زباناں مانھ لکھیا جان آلا ڈراماں نا سالانہ انعام دین کی سکیم وی شروع کی۔ پر اس سب کائیں کے باوجود ڈراماماں ترقی بادھا کی گنجائش اجاں موجود ہے۔

مختصر یوہ کہ گوجری مانھ ڈراما کو جتنو وسیع تے زرخیز میدان تھو اس کے مطابق محنت نہیں ہوسکی۔حوصلہ افزائی تے وسائل نہ ہون کی وجہ تیں کئی لائق تے صلاحیت آلا ڈرامہ نگار بیدل ہو کے بیس گیا۔گوجری ڈرامہ کو ذخیرو گھٹ تے تنقید زیادہ ہوئی ہے۔یاہ گل وی اپنی جا کی ہے جے اکثر ڈرامہ نگاراں نا، ڈرامہ، فیچر، اوپیرا تے فلم وغیرہ کی باریکی وی گھٹ ہی بھاکھی ہیں پر اس سب کے باوجود گوجری مانھ جتنا چنگا ڈرامہ لکھن ہویا ہیں انھاں کو انداز و تخلیق کاراں کا کجھ اک ڈرامہ پڑھ کے لایو جا سکے۔

'گوجری ڈرامہ نگاری' پر 'سنہری تاریخ' کی اس اٹھویں جلد ماں ڈاکٹر رفیق انجم نے گوجری ڈراما کی تاریخ، اس کا فن تے اسکی موجودہ صورت حال کو جائزو لین تیں علاوہ، ماہرین کا ریڈیائی ڈراما، اسٹیج ڈراما تے ڈراما کا سفر پر تنقیدی مضمون وی شامل رکھیا ہیں تے نمائندہ گوجری ڈرامہ نگاراں کا چنام ڈراما وی اس کتاب ماں شامل کیا ہیں تاکہ پڑھن لکھن تے تحقیق کرن آلاں نا گوجری ڈراما کو مکمل جائزو لیتاں کائے دِقت نہ پیش آوے۔

اس کتاب نا پڑھ کے ہم نا اپناں مشوراں توں ضرور نوازیو!

ڈاکٹر جاوید راہی
ایڈیٹر، کلچرل آفیسر گوجری

گوجری ڈرامانگاری

ڈاکٹر رفیق انجمؔ

ڈرامونقل کوناں ہے تے نقل انسانی فطرت ماں شامل ہے۔اس واسطے اس گل ماں کسے ناکوئے تعجب نہیں ہونو چاہیئے کہ ڈرامہ کی تاریخ اتنی قدیم ہے جتنی انسانی زندگی یا انسانی تہذیب۔ڈراموانسانی زندگی کا بکھ بکھ رنگاں کی منظرکشی کو بہترین ذریعو ہے جس ماں انسانی کرداراں کی عملی حرکات کے ذریعے دیکھن یاسنن آلا کا ذہن پر کائے حقیقت چِتری جائے۔اسے گلوں اسکوتاثر دیرتک تے دورتک انسان کے سنگ رہے۔تاریخ دیکھی جائے تاں ثابت ہوئے کہ ڈرامہ کووجود قدیم تہذیباں ماں موجودتھو۔کُجھ لوکاں کوخیال ہے ڈرامہ کو فن یونان تیں باقی دنیا مانھ پھیلیو پر یاہ پوری سچائی نہیں۔حقیقت یاہ ہے کے ہرعلاقہ کی اپنی اپنی تہذیب رہی ہیں جن مانھ باقی ثقافت تے ادب کی طرح ڈرامہ کوفن بھی اپنے اپنے طور جمتو تے پلتو رہیو ہے۔اسکی اک مثال سنسکرت ڈرامہ کی روایت ہے جہڑی خالص ہندوستانی روایت تھی تے اس پر کسے یونانی یا مغربی تہذیب یا روایت کواثر نہیں سئ لکتو۔

کہانی کی طرح ڈرامہ کی صنف وی گوجری واسطے بڑی موزوں سئ لگے۔کیوں جے ان دوہاں کومتعلقہ مواد گوجراماحول تے لوک ادب ماں پہلاں توں موجودتھو۔لوک ادب ماں گوجری لوک کہانی تے لوک بار اک مستقل خزانو ہے جن ماں ان بہادر گوجرسپوتاں کی کہانیں نسل درنسل زبانی چلتی آویں تے یہ داستان سنتاں ہی اگلا کا ذہن پر واقع کو اک نقشو بنتو جائے۔اس طرح گوجراماحول کا انسان ناجھڑا تعلیم یافتہ نہیں،انھاں نا ڈرامہ دیکھن تے سنن نال بڑی دلچسپی تھی۔یاہی وجہ ہے کہ جدید گوجری ادب کی چڑھت نال ڈرامہ لکھن تے پیش کرن ماں بڑی تیزی آئی۔یاہ مھارے واسطےنویں ہوسکے پر ان بزرگاں واسطے نویں چیز

نہیں تھی جھڑا پہلی پیہڑی کا تھا تے کئیاں نے ڈرامہ دیکھ کے اس گل کو اظہار وی کیو جے اسطرح کا ڈرامہ ہم وی ڈھوکاں بہکاں ماں کرتا رہیا ہاں۔ اس توں ثابت ہوئے جے موجودہ تحریری ادب تیں پہلاں وی گوجری مانھ لوک ڈرامہ کو وجود تھو پر اس گل نا تحقیقی طور پر ثابت کرن واسطے مزید گوڑھی تے سنجیدہ کوششاں کی ضرورت تے گنجائش ہے۔

اُردو ادب کا ماہر یاہ گل تسلیم کریں جے اردو مانھ ادبی ڈرامہ کو رواج بیہویں صدی کی شروعات مانھ ہویو۔ تے واجد علی شاہ (رادھا کنہیا) تے امانت لکھنوی (اِندر سبھا) اُردو ڈرامہ کا موہری منیا جائیں۔ ویہہ یاہ حقیقت وی تسلیم کریں کہ اُردو ڈرامہ کے پچھے سنسکرت ڈرامہ کی روایت تھی۔ یاہ وی حقیقت ہے جے سنسکرت تیں بعد پراکرت تے فر وسطی تے شمالی ہندوستان مانھ اُردو کی چڑھت تیں پہلاں تقریباً دس صدیاں تک گوجری ادب کو دور رہیو ہے، جس نا قدیم گوجری ادب کہیو جا سکے۔ فر یاہ گل ذری اوپری سئی لگے جے ہندوستانی ڈرامو سنسکرت تیں بعد اچانک کِت غائب ہو گیو تھو تے کسطرح فر بیہویں صدی کا شروع مانھ اُردو مانھ آن پیدا ہوئے۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ قدیم گوجری ادب مانھ وی ڈرامہ کی روایت رہی ہوئے پر اس واسطے مزید تحقیق کی گنجائش تے ضرورت ہے۔ اس گلوں ایسا کسے امکان کو بوہو اک دم بند کر چھوڑنو مناسب نہیں لگتو۔

جدید گوجری ادب مانھ باقاعدہ طور پر ڈرامہ لکھن کو رواج ۱۹۵۰ء توں بعد کو ہے تے سب توں پہلو ڈرامو جھڑو نظر آوے، وہ غلام احمد رضا مرحوم کو گوجری ڈرامو 'مہاروپیر' ہے۔ یوہ اسٹیج ڈرامو ۱۹۶۲ء کے نیڑے تیڑے لکھن ہویو تے اسکی کجھ قسط بعد مانھ سروری کسانہ مرحوم کا 'نوائے قوم' تے 'گوجر دیس' مانھ ۱۹۶۴ء مانھ شائع ہوا۔ یوہ ڈرامو اس دور مانھ کئی جگہ پیش ہویو تے لوکاں نے پسند وی کیو۔ کیونجے اس کو موضوع لوکاں کے دل لگے تھو۔ شاہوکاراں تے نقلی پیراں کے ہتھوں عام گوجر نال جو برتاء ہوئے تھو اسکو نقشو اس ڈرامہ کو اصل موضوع تھو۔ اتفاق

کی گل ہے جے اس ڈرامہ کا مکالمہ گوجری مانھ مزاح نگاری کی وی ابتدا منیا جائیں۔اس ڈرامہ کو ریڈیائی رُوپ بعد مانھ پاکستان کا ریڈیو سٹیشناں تیں وی نشر ہوتو رہیو ہے۔اسطرح انگریزاں کا زمانہ مانھ ہندوستانی تھیٹر پر جھڑا خوشگوار اثر پیا تے ہندوستانیاں نے انگریزی ادب، تحقیق تے ڈرامہ کا جھڑا اصول اپنے واسطے اپنایا انھاں کو چھا ملو گوجری مانھ وی نظر آوے۔

<u>ریڈیائی ڈراما:</u> گوجری ڈراما کی شروعات تے ترقی مانھ ریڈیو کو سب تیں اہم رول ہے۔ ہر زبان کا ریڈیو ڈرامہ لکھن کی پہل انھاں ہی لوکاں نے کی جھڑا پہلاں توں ریڈیو مانھ نشریاتی فرض نبھاویں تھا تے مختلف زباناں مانھ پیش ہون آلا ڈراماں کا اسلوب تے اصولاں تیں واقف تھا۔ تے یاہ گل گوجری واسطے وی ہو بہو سچ ثابت ہوئی۔ پاکستان کا ریڈیو سٹیشن تراڑکھل (۱۹۶۵ء) تے مظفرآباد (۱۹۶۷ء) تیں گوجری نشریات شروع ہوئیں تاں ریڈیائی ڈرامہ تے جھلکیاں کو سلسلو وی شروع ہو گیو۔ رانا فضل ہوراں کو اک ڈرامو 'روشنی' بہت مشہور ہویو جس نا پہلو ریڈیائی ڈرامو ہون کے نال نال پہلو قومی ایوارڈ وی ملیو۔ تے اس نال گوجری لکھاڑیاں مانھ ڈرامہ لکھن کو رجحان وی پیدا ہویو۔اس توں بعد رانا فضل حسین، طاؤس بانہالی تے رانا غلام سرور ہوراں کا بہتیرا ریڈیائی ڈراماں ان سٹیشناں تیں نشر ہوتا رہیا ہیں۔ان ڈراماں مانھ آزادی تے مُلکی تقسیم کا موضوع نمایاں سہی لگیں تے یہ تلخیں انکی ذاتی زندگی کی وی ترجمان ہیں۔اس توں علاوہ سماجی بے دردیاں تے نابرابری، تعلیم آلے پاسے رغبت تے بیاہ شادیاں مانھ ہون آلیں بے قاعدگی وی موضوع بنی ہیں۔ سرینگر (یکم نومبر ۱۹۶۹ء) تے جموں (۸ جون ۱۹۷۵ء) تیں گوجری نشریات شروع ہوتاں ہی اُن کی دیکھو دیکھی اِت کا ریڈیو سٹیشناں نے ریڈیائی ڈرامہ کو یوہ سلسلو ہور اگے بدھایو۔ سرینگر تیں اے کے سہراب نے حمید کسانہ کا ریڈیائی ڈرامہ 'نکا کی اڑی' نال شروعات کی تے فِر غلام حسین صیاؔء کا ڈرامہ 'پیر کی مرگ' تیں بعد سہراب صاحب نے 'مہندی' نال ڈرامہ نگاری کی شروعات کی۔ ریڈیو کشمیر جموں کو اک سلسلہ وار ڈرامو 'مقدم' برابر پنج سال تک چلتو رہیو۔

اسٹیج ڈراما: ۱۹۷۸ء مانھ ریاستی کلچرل اکیڈمی مانھ گوجری شعبہ کا قیام کے نال ہی ویہ ڈرامہ تحریری شکل مانھ وی شائع ہون لگا جھڑا پہلاں ریڈیو کے ذریعے ہوا مانھ اُڈ جائیں تھا، تے نالے گوجری کانفرنساں تے علاقائی پروگراماں مانھ اسٹیج ڈراماں باقاعدگی نال شامل کیا جان لگا۔ اسطرح فردوس ڈرامہ کلب آورہ کی طرفوں، گلاب دین طاہر کو لکھیو وو گوجری کو پہلو اسٹیج ڈرامو 'اندھیرا مانھ لوْ' مارچ ۱۹۸۰ء کی گوجری کلچرل کانفرنس مانھ جموں کا ابھینو تھیٹر مانھ پیش ہوئ۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء مانھ ٹیگور ہال سرینگر مانھ بابو نور محمد نور کو ڈرامو 'تحصیلدار کی عدالت' تے اقبال عظیم کو 'غماں کی سلوْ' پیش ہوا۔ اس تیں بعد گوجری اسٹیج ڈرامو کو بیڑ وِٹھل پیو تے کئی ہور لکھاڑی وی باندے آیا جن مانھ شامل تھا غلام رسول آزاد، چودھری قیصر دین قیصر سرور چوہان تے عبداللطیف فیاض۔ ان کا لکھیا واکئی ڈرامہ گوجری کانفرنساں مانھ پیش ہوا۔ فِرجد کلچرل اکیڈمی نے ڈرامہ نگاراں کی حوصلہ افزائی کو سلسلو شروع کیو تاں ڈرامہ کا فن مانھ ہور فنی مہارت آن لگ پئی۔ ان حضرات کا لکھیا واڈرامہ تے جھلکیں کئی کانفرنساں مانھ پیش کیا گیا جھڑا دیکھن آلاں نے بچ بچ پسند کیا تے یہ تحریرا جھاں وی شیرازہ گوجری کا برقاں پر چتری وی موجود ہیں۔ اس دور (۱۹۸۰ء) مانھ کئی ڈرامہ کلب وی بنیا جن مانھ گلاب دین طاہر ہوراں کی سربراہی مانھ قائم ہون آلوْ 'فردوس ڈرامہ کلب آوارہ' تے بابو نور محمد نور ہوراں کو 'نشاط ڈرامہ کلب چنڈک' دو اہم ناں ہیں تے حق بات یاہی ہے جے جموں کشمیر مانھ گوجری ڈراما کی شروعات تے ترقی مانھ گلاب دین طاہر تے نور محمد نور ہوراں کی قربانی شامل ہیں جھاں کو اعتراف ضروری ہے۔ پر سچ یوہ ہے جے اکیڈمی کا گوجری شعبہ نا اج تریہہ سال پورا ہون پر کدے ڈرامہ کو جائزو لیو جائے تاں گوجری کا اسی ۸۰ فیصدی ڈرامہ پہلا دساں سالاں مانھ تحریر ہویا ہیں تے اس میدان مانھ اج وہ جوش جذبو نظر نہیں آتو جھڑو پہلا دور مانھ تھو۔ تے اس دور کا قائم ہون آلا ڈرامہ کلب وی ہن ٹھنڈا پے گیا ہیں۔ تے ڈرامہ کا میدان کا سب

توں کامیاب شخص عبداللطیف فیاض ہور وی اس فن مانھ ایسا رجھیا تے ایسا بلند ہویا جے گوجری تیں پچھ دور ہو گیا تے گوجری ترستی رہ گئی۔

تعداد کا لحاظ نال سب توں زیادہ ڈرامہ رانا فضل حسین راجوروی، قیصر دین قیصر، نور محمد نور، طاؤس بانہالی تے رانا غلام سرور نے لکھیا ہیں پر ڈرامہ نا تحریری تے کتابی شکل مانھ باندے لیان مانھ پہل کی جناب اے کے سہراب نے اپنا چار ریڈیائی ڈراماں کو مجموعو 'چون' شائع کر کے۔ جہڑو ۱۹۸۶ء مانھ چھاپے چڑھیو تے اس پر انھاں نا اکیڈمی ایوارڈ وی ملیو۔ پارلے پاسوں رانا غلام سرور صحرائی کا دس گوجری ڈراما کو مجموعو شائع ہون کی خبر ہے پر یاہ کتاب اجھاں تبصرہ واسطے دستیاب نہیں ہو سکی۔ مجموعی طور پر اس عرصہ مانھ لکھیا جان آلا یا پیش ہون آلا ڈراماں مانھ سماجی پسماندگی تے گجراں نال دوجی قوماں تے سرکار کو ناروا سلوک تے نال نال اصلاحی تے تعلیم آلے پاسے بیداری کا مضمون شامل تھا۔

۱۹۹۰ء تیں بعد اسٹیج ڈراما کا میدان مانھ جہڑا نواں لکھاڑی شامل ہویا ان مانھ طارق فہیم، اقبال ظفر، شوکت نسیم تے خالد وفا شامل ہیں۔ ان نوجوان تے باصلاحیت لکھاڑیاں نے کئی گوجری ڈراما لکھیا تے کامیابی نال اسٹیج کروایا ہیں۔ ان نوجواناں نے گوجری مانھ DramaStreet کو رواج وی کامیابی نال شروع کیو ہے۔ اجکل جہڑا نواں ڈراما کلب وجود مانھ آیا و یہہ ہیں 'اثر ڈراما کلب کالاکوٹ' تے 'ظفر ڈراما کلب' بھالی بیلہ شوپیاں۔ اسطرح اک لمی خاموشی تیں بعد ہن گوجری مانھ ڈرامہ نگاری کو سلسلو اسٹیج ڈرامہ، ریڈیائی ڈرامہ تے ٹی وی ڈرامہ کی صورت مانھ زور پکڑے لگو وو۔ تے اسو یلے سب توں فعال ڈراما کلب 'اثر ڈراما کلب' کالاکوٹ ہے جس کا نوجوان لکھاڑی تے فنکار بڑا جوش جذبہ نال اپنی قومی ذمے داری نبھاویں لگا وا۔

ٹی وی ڈراما:

پھر ۲۰۰۱ء مانھ دوردرشن تیں گوجری ڈراماں کوسلسلو شروع ہویو جس مانھ جاوید راہی (شنگراں کا باسی تے سانجھا دُکھڑا) حسن پرواز (لکھاں کی گُلی تے نُو رو)، غلام رسول اصغر تے کے ڈی مینی ہوراں کا لکھیا واکئی ڈراما قسط وار نشر ہویا۔ تے یوہ سلسلو بلیں بلیں جاری ہے۔ ان تیں علاوہ وی کئی تنظیماں کی طرفوں گوجرا کلچر نا بیان کرن واسطے کئی ٹی وی ڈراما دسیا گیا ہیں پر ان مانھ زبان تے ثقافت نال انصاف نہیں ہوسکیو بلکہ کجھ اک ڈراما تے قابلِ اعتراض تے اس سادہ قوم نال مذاق سئی لگیں۔ گوجری کی واحد ٹیلی فلم کو مسودو اجھاں تک دوردرشن سرینگر مانھ دھوڑ ہیٹھ دبن ہو یو وو ہے جہڑی ڈاکٹر رفیق انجم نے ۱۹۹۶ء مانھ 'مریاں ڈھینڈی' کی لوک داستان نا سامنے رکھ کے لکھی تھی۔

شیرازہ گوجری مانھ شائع ہون آلا سب ڈراماں کی زبان، پلاٹ، تکنیک تے فنی خوبیاں یا خامیاں کا تجزیہ کئی لکھاڑیاں نے اپنا اپنا انداز مانھ کرن کی کوشش کی ہے جن مانھ غلام حسین اظہر، اے کے سہراب، گلاب دین طاہر، عبداللطیف فیاض تے پرویز احمد کا ناں آویں۔ پر سچی گل یاہ ہے جے گوجری ادب مانھ ڈرامہ کا معیار کی پرکھ واسطے صرف گنیا گُٹیا اصولاں کی نہیں بلکہ نفسیات تے سماجیات کا علم کی وی لوڑ سئی لگے۔ تے اس واسطے اس میدان کا کسے ماہر کے نال نال کجھ مہلت کی وی ضرورت ہے۔ اس مانھ کوئے شک نہیں جے گوجری ڈراموا نھاں ہی لوکاں نے لِکھیو ہے جہڑا پہلاں اُردو زبان جانے تھا پر یوہ اک محض اتفاق ہے ورنہ جہڑا ڈرامہ لکھیا گیا ہیں انھاں پر اُردو ادب کا اثرات تے فنی باریکیاں کی قبولیت کے بجائے گوجرا ماحول کو زیادہ اثر ہے تے گوجری ڈرامہ مانھ جہڑی ترقی ہوئی ہے واہ کسے مطالعہ یا قاعدہ کے بجائے لکھاڑیاں کا ذاتی تجرباں کی بنیاد پر ڈرامہ دیکھن آلاں کی پسند تے Response کی بنیاد پر ہوئی ہے۔

ڈرامہ کا فن نا مقبول تے عام کرن واسطے ریاستی کلچرل اکیڈمی نے ہر سال ڈرامہ فیسٹیول تے سب زباناں مانھ لکھیا جان آلا ڈراماں نا سالانہ انعام دین کی سکیم وی شروع کی وی ہے جس کے تحت ہن توڑی گلاب دین طاہرؔ، اے کے سہرابؔ، طارق فہیمؔ، جاوید راہیؔ حسن پرواز تے اقبال ظفرؔ نے اپنا اپنا ڈراماں پر انعام وی لیا ہیں۔

مختصر یوہ کہ گوجری مانھ ڈراما کو جتنو وسیع تے زرخیز میدان تھو اس کے مطابق محنت نہیں ہو سکی۔ حوصلہ افزائی تے وسائل نہ ہون کیوجہ تیں کئی لائق تے صلاحیت آلا ڈرامہ نگار بیدل ہو کے بیس گیا۔ گوجری ڈرامہ کو ذخیرو گھٹ تے تنقید زیادہ ہوئی ہے۔ حالانکہ حوصلہ افزائی ہوتی تاں گوجری ڈرامہ مانھ ترقی کی بڑی گنجائش موجود تھی۔ یاہ گل وی اپنی جا کی ہے جے اکثر ڈرامہ نگاراں نا، ڈرامہ، فیچر، اوپیرا تے فلم وغیرہ کی باریکی وی گھٹ ہی بھاکھی ہیں پر اس سب کے باوجود گوجری مانھ جتنا چنگا ڈرامہ لکھن ہویا ہیں انھاں کو انداز و تخلیق کاراں کا کجھ اک ڈرامہ پڑھ کے لایو جا سکے۔ مثال کے طور گلاب دین طاہرؔ کو 'اندھیرا مانھ لو' تے 'کراٹھ'، اقبال عظیم کو 'غماں کی سلو، قیصر ہوراں کو 'سرحداں کا راکھا تے 'قسمت کا لیکھ'، سہرابؔ صاحب کو 'مہندی' تے کرتُوت' چوھدری طالب حسین کو 'بھتویرؤ'، نور محمد نور کو 'تحصیلدار کی عدالت' تے چالاک نوکر' عبدالحمید کسانہ کو 'نِکا کی اڑی' تے 'کون کسے گو' عبداللطیف فیاض کو 'روزنامہ ہفتہ وار' اقبال ظفر کو' مجبوری' طارق فہیم کو 'غریبی' شوکت نسیم کو' کانی تعلیم' خالد وفاؔ کو ڈرامو' نشہ کی لہر' وغیرہ۔

باب١

تعارف

گوجری ریڈیائی ڈراما

اے.کے سہرابؔ

شاعری، افسانہ نویسی، نثر نگاری، تاریخ نویسی، سوانح، ناول نویسی توں علاوہ ادب کی ایک ہور صنف بھی ہے۔ جس ناڈراموکہیو جائے۔ ڈرامہ کدتے کس طرح وجود ماں آیو یو مھاری بحث کوموضوع نہیں البتہ یوہ کہنو ضروری ہے کہ ڈرامو دنیا کے نال ہی وجود ماں آیو ہے۔

ڈرامہ نے تمام تخلیقی فنون کی طرح اس حقیقت کومظاہرو کیوکہ فن تے ثقافت کی کوئی زبان یا مذہب نہیں ہوتو۔ بلکہ اس کو براہ راست تعلق انسان کا دل ودماغ نال ہوئے۔ باقاعدہ ناٹک یا ڈراموکس طرح نال وجود ماں آیو کہنو بہت اوکھو ہے۔ کتاباں نا پھرولن کے بعد اس گل کو پتو چلے کہ یورپ ماں جدتیں باقاعدہ ڈراما پیش کرن کو آغاز ہوو اس تیں بھی کئی ہزار سال پہلاں دنیا کے بیچ ڈرامہ کی ابتدا ہوئی دی تھی۔ شاعر ایک شعر ماں تخیل کی بلند پروازی جذبات کا جوش تے اثر پیدا کرکے الفاظ تے بیان نال لوکاں نا سمجھاں ماں کامیاب ہوجائے۔ مگر ڈرامہ نگار کوفرض اس توں جُدا ہے۔ وہ اپنا الفاظ (نثر یا نظم) کے ذریعے پیش آیا واواقعات نا الفاظ کی شکل دیکے اکھیں ڈٹھا حالات کا اثر نال اُسے حالات ماں پیش کرسکے۔ اگر اس کا الفاظ صرف خیالات کی بلندی کو اظہار کریں۔ مگر اِن ماں حرکت نہ ہوئے یا قصہ کی ترتیب ماں کامیاب تدبیر گری کی پُرکاری نہ ہوئے تاں اعلٰی اداکار الفاظ نا موثر ڈھنگ نال ادا کرن تے تماشو دیکھن آلاں نا اپنی طرف اطمینان نال متوجہ کرن ماں کامیاب نہیں ہوئیگو۔ یاہ گل ہم بجا طور پر کہہ سکاں کہ ڈرامہ کا کردار قوم یا معاشرہ کی زندہ تصویر ہویں جن کی زندگی کو اُنھاں نا بخوبی احساس ہووے۔

ہرڈرامہ کے بچ اِسکا فنی لوازمات کوخیال رکھنو بہت ضروری ہے۔ڈرامہ ماں عناصر ترکیبی کو ہونو لازمی ہوے۔ بھاویں وے اسٹیج واستے ہویں تھیٹر واستے. کتابت واستے. فلماں واستے یا ریڈیو واسطے ہویں، اگران بچوں ایک بھی کمزوریاغایبٔ ہوتے تاں اس صورت ماں ڈراموں مکمل شکل اختیارنہیں کرسکتو۔

.ا. پلاٹ (موزوع یا کہانی کومواد) یانفس مضمون .۲.کہانی کومرکزی خیال یاتھیم .۳.آغاز یاشروعات .۴.کردار تے سیرت نگاری .۵.مکالمہ .۶.تسلسل کشمکش یا تذبذب .۷.تصادم .۸.نقط عروج یا کلائیمکس .۹.انجام۔

ابتدا ماں ارسطونے ڈرامہ کا چھے بنیادی عنصر قایم کیا تھا۔ انِ ماں، کہانی ،کردار،الفاظ،خیال،آرایش تے موسیقی شامل تھیں .تے انِ ساراں بچوں کہانی کی روانی نا خاص اہمیت دتی۔اُس کے نیڑے ڈرامہ انسانی افعال واصل کی تصویرتھی۔اگر واقعات کے بچ تسلسُل فطری تے زندگی کے مطابق موجود ہے۔تاں انسان کی صحیح تصویرکشی الفاظ کے ذریعے ممکن ہے۔تے دیکھن یاسنن آلاں پرانُ الفاظ کی عملی تصویرکشی کومناسب اثر ہوئے گو۔اگر کہانی کی حقیقت کمزورتے ربط تے تسلسُل ناموادن ہویں تے اُس صورت ماں ڈرامہ کا باقی عنصر یالوازم بے جان تے مہمل بن کے تدبیرنا ناقص تے عمل واثر ناختم کرن کا ضامن ہیں۔اس واسطے ڈرامہ کی اِن ساری گلاں کوخاص خیال رکھنو بہت ضرورت ہے۔تاں جاکے ہم کتے ڈرامہ نامکمل طور پرسامنے لیان ماں کامیاب ہوسکاں۔

ڈرامہ نادوحصاں ماں تقسیم کیو گیو ہے.

.ا. اعلیٰ ڈرامہ تے .۲. ادنیٰ ڈرامہ۔

.ا. اعلیٰ ڈرامہ کے تحت اس کی دومخصوص قسم ہیں:.ا. ٹریجیڈی .۲.کومیڈی یاطربیہ

ٹریجیڈی:۔ڈرامہ کی اس صنف کا واراماں ساری دنیا کا ماہرین متفق ہیں کہ ٹریجیڈی تخسیل کی

معراج ہے۔ٹریجڈی کو تعلق انسانی فطرت کی حقیقت نالٔ ہوئے۔ زندگی کا مختلف شعباں ماں جھڑی مصیبت انسانی یا کسے ہورنا پیش آویں، انھاں نا عملی طور پر دس کے ہمدردی تے دل سوزی کا جذبات نا ٹریجڈی کے ذریعے متحرک کیو جائے۔

ٹریجڈی کی بذات خود کئی قسم ہیں۔یعنی اس کی تدبیر گری ماں تفریق تے تقسیم کی جائے کسے کو انجام خالص المناک۔ کسے کا درمیان اچکاراماں ۔۔۔۔۔ وحسرت ہوئے تے انجام بخیر۔کسے ٹریجڈی کو پلاٹ شروع ماں خوشی پر مشتمل ہوئے تے آہستہ آہستہ اس کا نیک کردار خوشی انجام ثابت ہویں تے بُرا کرداراں کو خاتمو بربادی تے مصیبت پر مشتمل ہوئے۔اس قسم کا ڈرامہ ماں پلاٹ کو انتخاب انسانی زندگی کا مختلف حالات تے واقعات کا نمونہ پیش کر کے۔ان تین با معنی نتیجہ حاصل کیا جاین۔تے یا ہی وجہ ہے کہ ٹریجڈی ماں ڈرامہ کا حقیقی گوشاں نا صاف طور پر ظاہر کیو جائے۔

۲. <u>کومیڈی یا تربیہ</u>:۔اس کی بھی بجائے خود کئی قسم ہیں۔جس طرح زندگی ماں مختلف پہلوٗ ہیں۔ انسانی جذبات کی مختلف نوعیت ہیں۔رنج غم خوشی غصو تے نفرت اسے طرح کومیڈی کا بھی مختلف درجہ ہیں۔کومیڈی ماں عام طور پر ایسو پلاٹ لیو جائے جس کی شروعات بھاویں کسے دی ڈھنگ نال ہوئے مگر انجام ماں کوشی تے شادمانی کو اظہار کیو جائے۔اس توں علاوہ طنزیہ تے مزاحیہ داستان بھی کومیڈی ماں شامل ہے۔طنزیہ تے عام سنر احیہ ڈراماں ماں بڑی حدتک الفاظ نال ہی لطف تے اثر پیدا کیو جائے۔

ہمٗ ایک چھوہاتی نظر ادنیٰ ڈرامہ کی قسماں در بھی کراں۔اس کی پنج قسم ہیں:

۱.ٹریجی کومیڈی ۲. میلوڈرامہ ۳. فارس ۴.براسک تے ۵. اوپیرا۔

<u>۱.ٹریجی کومیڈی</u>: اس قسم کا ڈرامہ کو پلاٹ ٹریجڈی تے کومیڈی کی ملی جُلی کہانی پر ستی ہوئے۔غم والم کا معمولی جیا اثرات بھی ہویں۔ظرافت کے ذریعے دیکھس یا سنن آلاں نا سنجیدہ قسم کو مزاج مہیا کیو جائے۔

۲.میلوڈرامہ: اس صنعت ماں اجسیا واقعات کی کثرات ہوئے جن ماں ایک حصہ نا دوجا نال ملان واسطے کھچا تانی کی جائے۔ تے خلاف حالات تے حادثہ کی کشمکش دسی جائے۔ غیر متوازن شدت تے طاقت کو استعمال جا بجا ہوئے۔ نیک تے بد کی کشمکش کے دوران طوالت تیں کم لیو جائے۔ مکالمہ لمبا ہویں۔ غیر ضروری خود کلامی ہوئے۔ فطری جذبات کی نسبت زور شر تے طاقت زیادہ نمایاں ہوئے۔

۳.فارس: اس صنعت کی کہانی ماں عموماً عام فہم ظرافت تے مضحکہ خیز واقعات ہویں تے اس کو مقصد صرف تفریح ہوے۔

۴.براسک: یاہ مزاحیہ ڈرامہ کی ایک عام قسم ہے۔ جس کے بیچ ادنیٰ ظرافت کا گوشہ باندے کران واسطے اجیہا موضوع پر بحث کی جائے۔ جس ماں کمتر درجہ کا لوک شریف تے اعلیٰ درجہ کا لوک کمتر درجہ کا لوکاں کی نقل کریں یعنی شریف و اعلیٰ شخصیات گھٹیالوں کی حرکات کی نقل کریں۔ اس کو مقصد عام تماشائی یا سننً آلاں نا گھٹیا قسم کی تفریح تے ہنً ہسانً کو سامان مہیا کرنو ہے۔

.۵.اوپیرا: منظوم ڈرامہ نا کہیو جائے جس کو پلاٹ بھادیں ٹریجیڈی ہوئے یا کومیڈی ماس کی تدبیر گری تے اسلوب اور غنایہ کی شکل ماں ہویں۔ اس صنف کی ترتیب تے تشکیل واسطے ڈرامہ نگار کو ماہر موسیقی ہو تو ضروری نہیں۔ مگر شعر و نغمہ کی ترتیب میں پورو باخبر ہوئے۔ وہ شاعر بھی اوپیرا لکھ سکے جس نا ہر موسیقار کو تعاون ڈراموں لکھن تیں پہلاں حاصل ہوئے تے ڈرامائی تدبیر گری کے نال ہی نغمہ نگاری کا فرایض بھی چنگی طرح پورا ہوتا رہیں۔

ڈرامہ کی یہ قسم قدیم فن کا اصول مرتب ہون تیں ہی وجود ماں آتی ہیں۔ پڑھن ماں یاہ گل آئی ہے کہ سب تیں پہلاں یونان کا استاداں نے ان اصولاں پر اپنی فنی کاریگری کو کمال دسیو ہے۔ بعد ماں جن ملکاں کے بیچ ڈرامو رائج ہو تو گیو اِن اصولاں کی پیروی ہوتی رہی تے زمانہ کے نال نال ان ماں ترمیم تے اصلاح بھی ہوتی رہی۔ چونکہ یوہ ایک طویں موضوع ہے۔ اگر ہم

اس کا عناصر تے دوجا لوازمات کی تشریح کراں تاں اساں ہم نا کافی وقت تے کاغذ کی لوڑ پوئے۔ اسے گل نا باندے رکھ کے میں کسے ڈراما نگار یا اس کا فن کا باراماں گل کر فی مناسب نہیں سمجھی کیونکہ یوہ مھاری اَج کی بحث کو موضوع نہیں۔ نہاری اصل بحث کو موضوع ہے۔ ریڈیائی ڈرامو۔ چونکہ اصل موضوع کی طرف تین پہلان ڈراما کو ایک مختصر جیہو جائزو پیش کرنو میری نظراں ماں ضروری تھو تا کہ ڈرامہ کا بارہ ماں موٹی موٹی گل سامنے آجائیں۔ نالے اصل موضوع کو راہ بھی ستھرو ہوجائے۔ پڑھن تے سنن آلان کے درمیان رابطو برابر قائم رہے۔

ڈرامہ کو ایک اندازا سٹیج تے تھیٹر تین بالکل مختلف ادبیٰ بھی ہے۔ اس اندازا کا لکھن آلاں ماں ویہہ حضرات ہیں۔ جنھاں نے ڈرامہ نا ایک ادبی صنف قرار دِتو ہے۔ تے اسٹیج کی لوڑ نا کسے بھی وقت سامنے نہیں رکھیو۔ سلیس تے عام فہم زبان ماں تمثیل لکھیں۔ اس توں علاوہ مغربی زبان کا مشہور ڈراماں کو اُردو تر جمو بھی پیش کیو۔ ان ڈرامہ نگاراں کو مقصد اسٹیج کی اصلاح نہیں بلکہ ڈرامائی ادب کی ترقی تھی۔ اِنکی تصنیف تے ترجمو چھپ کے محفوظ ہوتا رہیا۔ تے اپنا اندازا ماں قابل دید تے داد رہیا۔

جدید ادبی ڈراما کا شروع ماں کئی تمثیلاں کا نمونہ پیش کیا گیا۔ مگر جدید کا ادبیاں نا مغربی علم وفن کا اثر تیں جھڑو جوش مِلیو۔ اُس نال ڈرامو بھی متاثر ہوو۔ اَدب نا ایک نویں صنف ایکانکی کھیل یا ایک ایکٹ کو ڈرامو مغرب نے دِتو ہے۔ یوہ مختصر ڈرامو میکانکی دور کی پیداوار ہے۔ ابتداماں یونان نے ایک ایکٹ کا ڈرامہ نگاری نا صرف سزاحیہ تے طنزیہ طور پر طویل ڈرماں کا درمیانی وقفہ ناپُر کرن کی حیثیت نال استعمال کیو۔ مگر میکانکی عہد ماں لوکاں کا دل اسٹیج کا لما ڈراماں تیں بھر گیا۔ تے زیادہ وقت ڈرامو دیکھن ماں ضایع ہون کو ان لوکاں نا احساس ہوؤ تے اس گل کی لوڑ محسوس کی گئی کہ ڈراما کے بیچ اختصار کیو جائے۔ تے یورپ کا اسٹیج پر جدید مختصر ڈرامو فنی حیثیت نال سامنے آیو۔ اُنیئو ی صدی کے بیچ ایکانکی ناٹک ادب کی

با قاعدہ صنف بن گیو۔ تے یورپ تے امریکہ ماں آہستہ آہستہ ترقی کا میدان ماں اگے بدھی۔ اردو ادب کے بچ ایکانکی نا ٹک کو شعور ۱۹۳۰ء تیں با قاعدہ طور پر نمودار ہود۔ کچھ وقت تک صرف اردو ماں ترجموی پیش کیو گیو بعد ماں مکمل طور پر ملکی ضرورت کے تابع معاشرتی اخلاقی تے نیم سیاسی کھیل تصنیف کیا گیا تے یوہ سلسلو ترقی نال اے بدھیو۔

مختصر ڈراما کی ترقی نال کسے حد تک فلمی تحریک کو بھی دخل ہے۔ گل اس تیں زیادہ جس تحریک نے مختصر ڈرامہ نا مقبولیت دتی وہ ہے ریڈیو۔ پراانا اسٹیج ڈراماں کی روایت ہن بلکل ختم ہو گگی تھی۔ تے ڈرامہ نے مکمل طور پر جدید ایکانکی نا ٹک کی حیثیت اختیار کری تھی۔

۱۹۳۶،۳۷ء ماں جد آل انڈیا ریڈیو کے ذریعے نشریات کو آغاز ہوؤ تے ادب کی ہر صنف نا نشری در جو دتو گیو۔ ڈراموجہڑ وادب کو ایک جز بن گیو تھو۔ اس کی نشریات نا بھی لازمی قرار تو گیو۔ نالے اس صنف در خاص دھیان دتو گیو۔ شروع ماں پرانا اسٹیج ڈراماں نا مختصر کر کے کسے حد تک لوڑ نا پورو کیو گیو۔ تے بعد ماں آہستہ آہستہ کچھ ادیباں نے نشری ڈرامہ در دھیان دتو تے نشری ڈرامہ لکھنا شروع کیا۔ اُن ماں کئی ادیباں نے اس صنف پر پوری مہارت حاصل کر لئی تھی۔ کیونکہ اُنھوں نے پہلاں ہی مختصر یا طویل ڈرامہ لکھ کے اپنو مقام پیدا کیو تھو۔

ریڈیو ڈراماں کا لوازمات بھی دیہہ ہی ہیں۔ جہڑا کہ اسٹیج۔ تھیٹر یا فلم واسطے لکھیا جان آلا ڈرامہ کے اندر ہویں۔ مگر ان ماں ایک خاص فرق بھی ہوئے۔ ادیب نا ڈرامو لکھن بیلے اس گل کو خاص خیال رکھنو ہوئے کہ وہ ڈراموکس واسطے لکھ رہیو ہے۔ عام ایک ایکٹ ڈرامو یا ایکانکی نا ٹک جہڑو چھاپن یا اسٹیج واسطے لکھیو جائے۔ اس ماں اداکاری کا جوہرا کھاں نال یا پڑھن نال سامنے لیان کی کوشش کی جائے۔ تے تماشائی ان تیں لطف اندوز ہوسکیں۔ تے اسٹیج پر ادا کا راویب کو خیال اپنی حرکات نال پیش کر کے داد تحسین حاصل کرن ماں کامیاب ہو جائے۔ مگر ریڈیو ڈرامو اس ماں کامیاب نہیں ہوؤ۔ کیونکہ اس کو تعلق کناں نال

ہے۔ یوہ صرف سنن واسطے ہے۔ دیکھن واسطے نہیں تمام جذبات تے اداکاری کا جوہر زبان کے ذریعے ہی ادا کیا جایں، تے صرف کن ان تیں لطف حاصل کریں ۔ یعنی سماعت ہی بصارت کو کم دئے۔ اس واسطے ریڈیو ڈراما تے بچ تمام حرکات تے اعمال وافعال کی نمائش صرف گل بات یعنی مکالمہ نال ہی کی جائے لوڑ اس گل کی ہے کہ ریڈیو ڈرامو لکھن آلا ان سارا معاملاں تے لفظاں تیں چنگی طرح واقف ہویں جھڑا کہ فنی حیثیت نال ڈرامہ کی تکمیل واسطے ضروری ہیں۔ یورپ تے امریکہ کے بچ جت نشریات کو فن ترقی پر ہے۔ اُت روزنواں تجربا کیا جائیں تے لوکاں کے سامنے رکھیا جائیں۔ اُس واسطے ہم ناں خاصو وقت درکار ہے۔

ریڈیو ڈرامو لکھن آلا مختصر ڈرامہ کا ناں نال غلط فہمی ماں پھس جائیں۔ تے معمولی یا مشکل پلاٹ ناچن کے ڈرامہ کا لوازمات کی پابندی ماں پھس جائیں۔ جد کہ ریڈیو ڈرامو عام روش تیں دکھر دہے۔ ریڈیو کو اسٹیج صرف سماعت واسطے ہے۔ اس نابصارت کی لُوڑ نہیں ہے۔ اس واسطے او کھا تے دقیق قسم کا نکتہ اِت کم نہیں دیتا۔ سادگی اس کو ضروری جز ہے۔ اس کا پلاٹ واقعات کی ترتیب وغیرہ ماں سادگی کی لوڑ ہے تے مائیکروفون کو یوہ اسٹیج اسٹوڈیو کی چار دیواری کے اندر عام اسٹیج کی پابندی برداشت نہیں کرسکتو۔ زمان ومکان کی وحدت کو تعلق کر نو بھی اِت ضروری نہیں ہے۔ اسٹیج پر ایک سین اگر کمرہ کے اندر دسیو جار ہیو ہے۔ تے دو جو سین جنگل یا سڑک ہے۔ تے اس طرح نال زبان ومکان کی تبدیلی کو لحاظ رکھ کے منظر بدلنو بھی ضروری ہو جائے۔ جھڑو کہ سو کھلو کم نہیں۔ مثال کا طور پر اگر اسٹیج پر ڈرامہ ماں ۱۹۴۰ء کو ایک دن دسیو جار ہیو ہے۔ اور اداکار اپنا جو ہر دس رہیا ہیں۔ تے اس کا دوجا سین ماں ۱۹۴۸ء کو دن وسنو مطلوب ہے۔ اِس ماں اتنا سالاں کو فرق ترقی یا زوال یا تبدیلی کے سنگ کرداراں کی عمر کو فرق تے دو جی خصوصیت کو لحاظ رکھنو بھی ضروری ہے۔ مگر ریڈیو کھیل صرف لفظاں کو کھیل ہے دو جُملاں کے نال ہی گھر تیں کردار جنگل ماں پہنچ جائے۔ ایک صفحو اُلٹ دیو تے کئی سال گذر جائیں۔ اس واسطے یوہ

یقین بھی مخصوص انداز کو ہوئے۔ کچھ لوک اس غلط فہمی کا بھی شکار ہیں۔ کہ دے ریڈیو ڈرامہ نا اس قدر معمولی یا فضول تصویر کریں۔ اُن کے نیڑے ہر وہ ڈرامو جھڑو اسٹیج کے لایق نہ ہوئے ریڈیو واسطے موزون ہے۔ یا کسے حضرت نے ایک ڈرامو چھاپن واسطے لکھ چھوڑیو تے اگر وہ اشاعت کے قابل نہ سمجھیو گیو ہوئے۔ اس کی نظراں ماں وہ ریڈیو کے لایق ہے۔ نتیجو یوہ نکلے کہ اس قسم کا ڈراما اکثر نشری مقصد کے مطابق پورا نہیں ہوتا۔ ان ماں ایک کے بجائے ہزار خامی موجود ہویں۔ ڈرامہ نگار نا ریڈیو ڈرامو لکھن تیں پہلاں ریڈیو کی بندش تے فنی لحاظ کو انداز و کر لینو چاہیے۔ تے یاہ گل ذہن ماں رکھ لینی چاہیے۔ کہ ریڈیو کو پروڈیوسر یا ہدایت کار ہر اس چیز نا خوشی نال قبول کر لئے جس ماں اس نا اطمینان ہو جائے۔ کہ اس کی نشر کروہ چیز اس علاقہ یا طبقہ کا لوک چاہت نال سنیں گا۔ تے اس نا نشر کرن کے لایق بنان واسطے جیہڑی محنت تے وقت صرف ہویگو۔ بلکہ لوکاں ماں دلچسپی تے تفریح کو سامان بہم پوہچان کے قابل ہوئے گو۔ ریڈیو ڈرامہ کو انتخاب کرن بیلے کارکن یا ہدایت کار دو گلاں کو خاص خیال رکھے۔ ایک یاہ کہ زیر غور ڈرامو بڑی حد تک تکنیک کے مطابق ہے یا نہیں۔ دوجی یاہ کہ سامعین کی اکثریت اس نا دلچسپی نال سنے گی یا نہیں۔

ریڈیو ڈرامو کائے انوکھی چیز نہیں ہے جس واسطے کسے مخصوص اہلیت کی لوڑ ہوئے۔ بلکہ ہر ایک اہل قلم اِس صنف ماں کامیابی حاصل کر سکے شرط یاہ ہے کہ ابتدائی فنی لوازمات نا اسٹوڈیو مائیکروفون کی پابندی تے لوڑ نا پہلے سمجھ لئے۔ کُجھ لوک فنی لوازم کو مطلب یوہ سمجھیں کہ جس ڈرامہ ماں صوتی اثرات کی زیادتی ہوئے وہ مکمل ریڈیو ڈرامو ہے تے مائیکروفون عام چیز نا آسانی نال قبول کر لئے۔ ہر قسم کی شدت تے غیر ضروری کثرت بھاویں صورتیات کی ہوئے یا موسیقی کی ریڈیو ڈرامہ نگار کے ذمے نہیں بلکہ اِن گلاں نا ڈرامہ کا ہدایت کار پر چھوڑ دینو چاہیئے۔ اس قسم کا تمام اثرات تے اشارہ پروڈکشن ماں شامل ہیں۔ اس واسطے یوہ ہدایت کار کو کم ہے۔ کہ اسٹوڈیو کی موجودہ حالت تے ڈرامہ کی لوڑ نا باندے رکھ کے پیشکش کو

مسودو ترتیب دین بیلے اِن ساری گلاں کو خود ہی خیال کرے تے موقع تے محل کے مطابق حسب ضرورت اِنھاں نا استعمال کرئے۔ مصنف نا اِن گلاں کی لوڑ نہیں کہ وہ اِن گلاں کی تفصیل درجائے۔ اجکل مُچ ہی گھٹ تعداد ماں اِس قسم کا مصنف موجود ہیں۔ جنھاں نا اسٹوڈیو کی اندر کی حالت پر عبور حاصل ہے۔ البتہ نثری لوازم نا سامنے رکھنو تے مسودو لکھن بیلے اِنکی تکمیل تے اشارہ دینا مصنف کا فرض ماں شامل ہیں۔

جہڑا مصنف ریڈیو ڈرامہ لکھن کو شوق رکھتا ہویں اُن واسطے آسان تے ضروری ہے کہ وے نثری ڈرامہ زیادہ تعداد ماں سنیں تے نال ہی نثری ڈراما کو غور نال مطالعو کریں۔ انگریزی ماں کجھ مجموعہ بھی ملیں جہڑا B.B.C تے N.B.C کا تیار کیا وا ہیں۔ اُن کو مطالعو یقیناً مفید ہے۔ ہن چونکہ نثری ڈرامہ نا ایک مستقل صنف اَدب کو درجو حاصل ہے۔ اس اسطے اُردو کے بچ بھی کئی نثری ڈراماں کتابی شکل ماں دستیاب ہیں۔ جھڑا نو آموز لکھن آلا کی رہنمائی کر سکیں۔

ریڈیو ڈرامو لکھن بیلے جن تقاضاں نا بنیادی طور پر سامنے رکھنو ضروری ہے۔ دے ڈرامہ نگار کا ذہن ماں ہر وقت موجود رہنا لوڑئیے۔ تاں جا کے وہ ریڈیو ڈرامہ کی تکمیل بغیر کسے مشکل کے کر سکے۔

ریڈیو ڈرامو زمان و مکان کی قید تیں آزاد ہے۔ اس واسطے ڈرامہ نگار اپنا ڈرامہ واسطے اپنی مرضی کے مطابق مختلف جگاں تے مختلف مناظر کا گوشاں نا شامل کرن کو مجاز ہے۔ اِت اسٹیج تے اس کی سٹیگ کی پابندی موجود نہیں۔ نہ کوئی چار دیواری یا مقامی حد بندی ہے۔ محض تخئیل کی آزادر دی۔ صوتی اثرات کے ذریعے وقت تے جگہ کی تبدیلی تے منظر کی صوتی عکاسی کا فرائض انجام دے سکے۔

۲. ریڈیو ڈرامہ کے بچ مکالمہ کی اہمیت اولین ہے۔ ات حرکت تے رفتار کا عمل کو کوئی دخل نہیں۔ صرف گفتار ہی کم لیو جائے۔ اس واسطے الفاظ موزون تے چست ہونا لازمی ہیں۔

کوئی لفظ یا فقرہ غیر ضروری استعمال نہ کیو جائے ورنہ ڈرامائی تسلسل تے ربط ماں فرق آن کوڈر رہے۔ بے ربطی پیدا ہون نال اہم تیں اہم پلاٹ تے دلچسپ تیں دلچسپ واقعہ پر مبنی ڈرامو انجام ماں اپنی کشش تے اثر گویا جیسے کرداراں کی آمدورفت کو کم بھی الفاظ تے صوتی تاثرات نال پیش کیو جائے۔ تیکنیکی لحاظ نال ریڈیو ڈرامہ ماں مکالمہ کو سب تیں بڑو حسن تے خوبی یاہ ہے کہ الفاظ ماں جتنی لچک موجود ہوئے تے کرداراں کا مرتبہ درجہ عمر تے حیثیت کو لحاظ رکھ کے الفاظ کو انتخاب کیو جائے تاں جے موزوں آوازوں کے ذریعے سماعت واسطے ان کو صوتی ردِعمل مناسب تے موثر ثابت ہوئے۔ موضوں الفاظ کو انتخاب مصنف کو کم ہیں تے موضوں آوازاں کو انتخاب ہدایت کار کی ذمہ داری ہیں۔

۳. مکالمہ واسطے الفاظ کو انتخاب کرن بیلے یاہ گل یاد رکھنی ضروری ہے۔ کہ ایک اسٹیج ڈرامہ واسطے جس انداز کا پُرزور الفاظ تے آہستہ لہجہ ماں ادا ہونا آلا مختصر تے موزون الفاظ کی لوڑ ہے۔ جھناں نا مائیکروفون کی نزاکت برداشت کر سکے تے ادائیگی کے وقت سہولیت ہوئے تے تیزی نال قابل قبول بن کے متاثر کر سکیں۔ ریڈیو ڈرامہ واسطے لما مکالمہ تے خود کلامی کی بڑی گھٹ گنجائش ہے۔ اس واسطے جتنو بھی ممکن ہو سکے۔ اِن غیر ضروری گلاں تیں پرہیز لازم تے بہتر ہے۔ اختصار تے عام فہم انداز بیان ریڈیائی ڈرامہ کو سب تیں بڑو حسن ہے۔

۴: صوتیاتی تاثرات کی کثرت تکنیک کی کائے خاص خوبی نہیں۔ اس ماں شک نہیں کہ ریڈیائی ڈرامہ نا مقامی پابندی تیں آزاد رکھیو جائے۔ صرف صوتی تاثر کے ذریعے کرداراں نا ما یک کے اندر ہزاراں میل کی مسافت صرف ہوائی جہاز کا صوتی تاثر کے نال پوری کرائی جائے۔ جہاز. ریل. بس. موٹر. ٹرک ہر قسم کی مشین وغیرہ کو صوتی تاثر دے کے اُن کی اہمیت کو احساس پیدا کیو جائے۔ نالے صوتی تاثر کے ذریعے سین کی تبدیلی یا جائز مقام کو اشارو ڈراما کے بچ پیدا کیو جائے۔ اسٹیج یا قلم واسطے ضروری ہو جائے کہ صُبح کو نظارو پیش کرن واسطے کسے

خاص جگہ یا مقام کوانتخاب کیو جائے۔ رُکھ بوٹاں پر جانوراں کی حرکت تے پھرانکی آواز وغیرہ کو جائزو پیش کر نومقصود ہوئے۔ مگر ریڈیوان گلاں تیں آزاد ہے۔ جانوراں کی آواز کو ریکارڈ نالے موسیقی کوتاثر بھیڑ بکریاں تے ڈنگراں کی آواز پانی کوشوںکار وغیرہ کوتاثر دے کے صبح کو نظارو ایک لحہ کے بچ پیش کیو جائے۔ یہ تمام چیز جھاں نا ریکاڈ کی زبان ماں EFFECTS کہیو جائے۔ لائبریریاں ماں موجود ہویں تے ضرورت پر انکو استعمال کیو جائے۔ مگر بے ضرورت تے خوامخواہ صوتی اثرات ڈرامہ کے بچ پیش کرنا مناسب نہیں۔ یہ تکلینکی سہولیت اس واسطے مہیا تے موجود ہویں۔ کہ پلاٹ تے واقعات کا لحاظ نال جت ان کی لوڑ تے ضرورت محسوس ہویں۔ انھاں نا استعمال کیو جائے۔ اسکے نال غیر ضروری استعمال پر پابندی لانی خود ایک کامیاب ڈرامہ نگار کواپنوکم ہے۔ ہر موقع پر اس گل کولحاظ ضروری ہے۔ کہ ریڈیو ڈرامہ کی بنیادی ضرورت مکالما ہیں اس واسطے زیادہ تیں زیادہ کم اِن نے تے لیوجائے۔ مکالمہ نا پرُ زور بامقصد تے بامعنی بنالیو جائے۔ تے ضرورت کے مطابق اِنھاں نا موثر بنان واسطے کسے صوتی تاثر نا امداد کا طور پر استعمال کیو جائے۔

چونکہ ریڈیو ڈراموسامعین کا تخیل کا اسٹیج پر پیش کیو جائے۔ اس واسطے اگر سنن آلاں کی تھوڑی جئی اِت مدد کی جائے۔ تے جو کچھ الفاظ ماں بیان ہور ہیو ہوئے۔ اس کی صوتی تصویر کشی واسطے موزوں صوتی تاثر کواشارو یا نغمہ کی دھن کی علامت سنائی جائے تا کہ واہ تصویر تے ذوق کے مطابق اس تخیلی خاکہ ماں رنگ بھر کے پیش کیا جان آلا منظر کو ماحول .کرداراں کی شکل وصورت تے مزاج کی تشکیل کر سکے۔ اس تکمیل واسطے مصنف کی چابک دستی ہدایت کار کی فنی سوجھ بوجھ تے کارکردگی کے نال سامعین کو تعاون لازم وملزوم ہیں۔ اِت ہوں تھوڑو جیوفرق ریڈیو تے اسٹیج ڈرامہ کو وپیش کرر ہیوہاں جہڑو تم نا سمجھن ماں مدد دے گو:

مثال کا طور پر ہم نے ایک منظر پیش کرنو ہے۔ جس ماں ایک آدمی باہروں آرہیو ہے۔

تے دوجو کمرہ کے اندر اس کو منتظر ہے۔ کمرہ کو درواز و کھلے گو۔ آن آلو منظر نال مخاطب ہوئیگو۔ اسٹیج پر ہم نے اس نا اسے صورت ماں پیش کرنو ہے کمرہ کو انتخاب۔ باہر کا ماحول کو جائیز و۔ منتظر کی بیقراری وغیرہ مگر ریڈیو اس قید تیں آزاد ہے۔ آن آلا کا قدماں کو تاثر اس کی آمد کو ثبوت ہے۔ منظر کی بیقراری موسیقی کا تاثر نال پیش کی جائے۔ تے درواز و کھولن کو تاثر اُس کی داخلی کیفیت توں بہت ہے اُس کے بعد دوے ہمکلام ہو جائیں۔ اس تمام سین کو وقت مشکل نال ایک منٹ تیں بھی گھٹ وقفہ کے اندر پیش کیو جائے۔ جد کہ اسٹیج پر اس نا خاصو وقت درکار ہے۔

اسٹیج پر لوکاں کی خاصی تعداد ہے۔ جہڑا کہ شور مچار ہیا ہیں ایک باوردی سپاہی سامنے آکے گولی چلائے۔ لوکاں ماں نس بھیج پے جائے۔ ایک آدمی اسکی لاش نا مونڈھا پر لے جائے۔ مرن آلو تڑپ رہیو ہے۔ سپاہی واپس چلے جائے۔ مگر ریڈیو لوکاں کا شور و غل نال ہی نہیں بلکہ گولی کی آواز کو تاثر اس کی آمد کو ثبوت ہے۔ مرن آلا کی آواز لوکاں کی نس بھیج کی تصویر پیش کرے۔

لہٰذا ریڈیو ڈراما لکھن آلا حضرات نا اِن گلاں کو خاص خیال رکھنو پے اس ماں کوئی ہرج نہیں۔ کہ اگر ہم دوجی زباناں کا ڈراما پڑھاں ان تیں تکنیک سکھاں تے پھر کاغذ بھرن کی کوشش کراں۔ اکثر حضرات ان گلاں نا ایک طرف چھوڑ کے ڈراموں لکھن بیس جائیں۔ مگر وہ ڈراموں قابل نشریات نہیں ہوتو۔ اس ماں شک نہیں کہ دیہہ ایک علےٰ پلاٹ تے تھیم کو انتخاب کریں۔ مگر تکنیکی تے فنی لوازمات نا ردکرن نال ان کی تخلیق نشریات کے قابل نہیں رہتی۔

ریڈیو ڈرامہ کی مدت محدود تے مختصر ہوئے۔ ہبہیہ منٹ تیں پنجتالی منٹ تک یا زیادہ تیں زیادہ اس کی میاد ایک گھنٹو ہو سکے۔ اس واسطے پلاٹ تے واقعات کا کینوس نا مختصر تے محدود رکھنو لازمی ہے۔

ڈرامہ نگار کو ہدایت کار نال میل رکھنو بہت ضروری ہے کیونکہ ڈرامہ نگار کا خیال اتنا عملی

شکل ماں پیش کرن کو ذمہ دار ہدایت کار ہی ہوئے۔ چونکہ ہدایت کار ہی ڈرامہ کا کرداراں کو انتخاب کرے۔ کیوں جے اس کی نظر ماں ہر کردار کو اصلی نقشو موجود ہوئے۔ وہ اس گل تیں نجو بی واقف ہوئے کہ مصنف کا خیالی کردار نا کون زندگی دے سکے۔اس واسطے ڈرامہ نگار نا اُلجھس ماں جان پھسان کی کائے لوڑ نہیں۔ اگر کسے مصنف کی نظر ماں کوئی خاص کردار ہوئے تے اس نا سامنے رکھ کے وہ مشورہ نا ترتیب دین کو ارادو رکھتو ہوئے اس صورت نال صلاح باڑی ضروری بن جائے ہدایت کار ہمیشہ اپنی نگرانی ماں کرداراں نا مشق کرائے تے بے جان کاغذ پر درج کرداراں نا زندگی کو روپ دین کو ذمہ دارا ہوئے۔صوتی اثرات مناسب تے موقعہ کے مطابق ڈرامہ نا جاندار بنائیں۔ جنکو احساس تے انداز وصرف ایک ہدایت کار نا ہی ہوئے نہ کہ ایک مصنف نا۔ چونکہ ہدایت کار تمام کرداراں کو محافظ تے نگران ہوئے۔ضروری نہیں کہ ہدایت کار خود ڈرامہ نویس ہوئے۔اگر ہدایت کار بذات خود ایک ڈرامہ نگار ہے یوہ اس کو اضافی وصف ہے تے اس کا کم ماں ہور سہولیت پیدا کرے۔

یہ تھیں کجھ گل ریڈیائی ڈرامہ کا باراماں آخر پر ہوں تھا رودھیان گوجری ڈرامہ در موڑنو چاہوں جس کی تاریخ کائے پرانی نہیں کہ ہم ناواقعات کو حوالو دین کی ضرورت پئے۔ گوجری ریڈیائی ڈرامہ کی تاریخ صرف پنج سال پُرانی ہے۔ گو کہ اس تیں قبل مقبوضہ کشمیر کا ریڈیو اسٹیشن تیں کجھ ایک ڈراما نشر ہوا۔ جہڑا کہ فنی لحاظ نال کاافی کمزور تھا۔ہم اپنی اس بٹھیک ماں اُن کا باراماں کوئی بحث نہیں کرانگا۔ کیونکہ وے ڈراما ساراں نے نہیں سنیا ہیں۔ تے اگر کوئی سنیو بھی نامکمل ہیں۔اس واسطے ان پر بحث فضول ہے۔ ۱۹۶۹ء ماں ریڈیو کشمیر سرینگر تیں آدھا گھنٹہ واسطے گوجری نشریات کو آغاز ہوو۔ تے اسے طرح ۱۹۷۰ء ماں جموں تیں بھی آدھا گھنٹہ واسطے گوجری ماں پروگرام شروع ہوو۔اس دوران دواں بچوں ایک تیں بھی کوئی ڈرامو نشر نہ ہوو۔ تے تاں ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چناچہ منا اپنا سر پر پگڑی بنھن کی کائے لوڑ نہیں تھی۔ تے نا ہی اس کو خیال میرا ذہن ماں تھو۔

۱۹۷۹ء کی گل ہے کہ میرا ذہن ماں گوجری ڈرامہ کو خیال آیو تے میں کجھ ادیباں نال اس واراماں صلاح باڑی کی۔گل ہر ایک نے اپنی اپنی طرف تیں کسے نہ کسے مجبوری کو اظہار کیو۔کسے کے سامنے کرداراں کو مسئلو تھو۔تے کسے کے سامنے وقت کو ہوں اِت اُن کی توہین نہیں کرنو چاہتو بلکہ امید ہے کہ ہن جد کہ گوجری ریڈیائی ڈرامہ نے ایک شکل اختیار کی ہے۔مھارے نال ضرور تعاون کرینگا۔خیر میں اپنا ساتھی عبدالحمید کسانہ صاحب نا اس گل واسطے تیار کیو کہ وہ ایک ڈرامو تیار کرے۔چونکہ میں کسانہ صاحب کی کجھ کہانی پڑھیں تھیں۔اس واسطے منا یقین تھو کہ ان ماں ڈرامو لکھن کی صلاحیت موجود ہے۔کسانہ صاحب نے قبول کر لیو، ڈرامہ کو مسودو لکھیو۔اس ماں کجھ رودبدل کرن کے بعد اس نا نشریات کے قابل بنالیو گیو۔ڈرامہ کی کاپی بنان کے بعد کرداراں کو سوال زیر بحث آ گیو۔کیونکہ مھارے گول گوجری کردار موجود نہ تھا۔میں غیر گوجر کرداراں نال گل کی تے اُن نا ڈرامہ نال کم کرن واسطے راغب کیو۔اُدھار کا کرداراں کو کم سہارو لے کے میں جون ۱۹۷۹ء ماں کسانہ صاحب کی جھلکی ''نکا کی اڑی'' پیش کی۔اس طرح نال سرینگر تے جموں کا اسٹیشاں تیں ریڈیائی ڈرامہ کی ابتدا اسے ''نکا کی اڑی'' نال ہوئی ہے۔یاہ جھلکی کافی مقبول ہوئی تے لوکاں نے اس نا بار بار سنأن کی فرمائش کی۔اس کے بعد میں کچھ ڈرامہ لکھیا جھنان نا بعد ماں کلچرل اکادمی کا گوجری شعبہ نے کتابی شکل دیکے میری حوصلہ افضائی کی۔اگرچہ دے ڈرامہ ریڈیو تیں نشر ہوا۔کافی مقبول بھی ہوا۔اس طرح نال طبقہ ماں ڈرامہ کو ایک احساس پیدا ہون لگو تے وادی ماں دو گوجری ڈرامہ کلب وجود ماں آیا جھاں نے گوجری ڈرامہ اسٹیج کیا تے لوکاں نے ان ماں دلچسپی کو اظہار کیو۔اس طرح نال ان فنکاراں کی حوصلہ افضائی ہوئی۔اس کے بعد مھارا طبقہ ماں ایک احساس پیدا ہوؤ۔چونکہ کسانہ صاحب کی جھلکی صرف باراں منٹ کی تھی۔اس کے بعد میں بیہ منٹ کو ایک ڈرامو ''مہندی'' کا ناں کے تحت لکھ کے پیش

کیو۔جھڑو میری امید تیں زیادہ ہی لوکاں ناپسند آیو تے اس ڈرامہ نا کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔کچھ ادیباں نے قلم نا حرکت دتی۔جن ماں چودھری قیصرالدین قیصرؔ صاحب پیش پیش رہیا تے انکوایک ڈرامو۔''عزت کو سوال''نشر ہوؤ۔

مھاری بدقسمتی یاہ ہے۔کہ ہم نا کرداراں کی کمی ہے۔جھڑی ڈرامہ پیش کرن ماں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے خاص کر زنانہ کرداراں کا واراماں ہم بلکل ہی پچھے آں۔یعنی تاریخ کو یوہ بابِ اجاں تاریک ہی ہے۔اس کردار واسطے ہم نا غیر زبان آلا کرداراں کو سہارو لینو پوئے۔اُدھارکا کرداراں پر کدتک ہم ناز کرانگا۔جدکی زبان کی کمزوری ان ماں واضح طور پر نظر آوے۔دوجی طرف ادیب حضرات بھی ہمارے نال تعاون نہیں کرتا۔تے نہ ہی وے ریڈیو ڈرامہ لکھن کی زحمت برداشت کرئے۔کجھ لوکاں نے ایک ڈرامو لکھ کے مکمل خاموشی اختیار کرلی۔چودھری غلام حسین ضیاء نے کوشش نال ایک ڈرامو''پیر کی مرگ''لکھیو جھڑو ایک بار نشر ہون کے بعد دوبارہ نوا سراتیں ترتیب دتو گیو تے دوبارہ''نویں لو''کا ناں کے تحت نشر ہوو۔چودھری غلام رسول آزادؔ صاحب نے''گجرانی''ناں کا ڈرامہ نال تاریخ مکمل کر چھوڑی۔اقبال عظیم صاحب کو اسٹیج ڈرامو''غماں کی سلو''ریڈیائی روپ ماں پیش کیو گیو۔چودھری نسیم پونچھی صاحب بھی اس صف ماں شامل ہیں۔تے باقی کا نامور ادیب اجاں توڑی بسم اللہ تیں ہی ڈریں۔البتہ عبدالحمید کسانہؔ صاحب نے''مقدم کی کچہری''تے کچی تند''لکھ کے کافی شہرت حاصل کی ہے۔گو کہ میں بذات خود کئی گوجری ادیباں نال پلاٹ تے کرداراں کا داراماں تبادلہ خیال بھی کیو مگر بے سود۔ہر بار''حیلہ گورا بہانہ بسیار''کی گل ماں آجائے۔جد گوجری ڈرامہ کے اگے اس قسم کے مشکلات حائیل ہویں۔پھر تم خود ہی اندازو لاؤ کہ گوجری ریڈیائی ڈرامہ کو مستقبل کے ہویگو۔یوہ کس طرح اگے بدھ سکے تے کن حالات ماں اس کی حوصلہ افزائی ممکن ہے۔

گوجری اسٹیج ڈرامو

گلاب الدین طاہرؔ

ڈراموایک اسی ادبی صنف ہے جس کو اثر سماج ایک دم گل لا لئے۔ تاریخ یاہ گل دسے جے ڈراما کی پہل منڈوں مولوں سماج کیاں بدھتاں تے حیاتی کیاں اوکھتاں پر آتھروں کیرتاں ہوئی ہے۔ ہر ایک زبان کا پہلاں ڈراماں ماں سماج کیاں مختلف حالتاں کا ہو بہو فوٹو موجود ہیں۔ حقیقت ہے جے جِت ادب سیاست تے کئیاں دوجیاں چیزاں کے موہرے لودسن آلو دیو گُہان لگ پیوُات ادیب آخر سڑتی دھاری کو تماشہ گیرَ کس طرح بن سکتو۔ ایک ادیب کا اسا کردار نے ہی ادیب ایسیئیں کھڑئیں لنگھایو ہے۔ اج بھی ڈراما کا موضوع پرانا ڈراماں نال رلتا سہی ہویں پر موضوع سامنے آنن کو اج کو طریقو نکھڑیو وؤ ہے۔ پہلاں پہلاں سماج کیں اوکھت ادیب باغیانہ طریقہ پر ایک خاص حوش نال سامنے لیا تو رہیو۔ واہ حالت ہی ایسی تھی۔ جھڑی ادبیاں نال اُن راہیں ٹرن پر مجبور کرتی رہی۔ ڈراماں ماں کافی موڑ آن توں بعد اج رمزیں رمزیں ہی لکھاڑی ان کے ذریعے اپنی تبس اجھابیں حالانکہ اج بھی ڈراماں سرمایہ داری، سماجی فیر فرق، تعلیم کی اہمیت سماجی اوکھت تے بُراں رواجاں کاں جیاں موضوعاں کا درد کمانویں رومانی تے نفسیاتی جذباں کو مدعی وہ نوؤں موضوع ہے جس کو ڈراماں ماں بادھو ہویو ہے تے جھڑو ڈراماں نہ بھومیں بنان ماں ایک خاص حصو ادا کرر ہیو ہے۔

گوجری ڈراماں کی حالت بھی ایسی جئی ہے۔ جس در اُپرستانوفی سٹے گئی۔ پر گوجری زبان ماں ڈراما درگھٹ دھیان دتو گیو ہے۔ اِسے وجہ توں اس صنف ماں گوجری کو ادبی سرمایو مُچ ہی گھٹ ہے۔ جن لکھاڑیاں نے ڈراماں کی صنف نا پھیلاتاں زبان کا خاص خادم گُہانؒ کو

حق حاصل کیو ہے۔اُن بچوں اکثر سماج کی موجودہ حالت پرآ تھروں کیرتا سئی ہوئیں، باقی زباناں نالوں گوجری ڈراماں نگار بھی وہ ہی موضوع سہمال بٹھیا ہیں۔ جھڑاماں سماج کا گردانا سونگھن کورج کے موقعونصیب ہوے تے یہ سماج کا ہوبہوفوٹوسہی ہویں۔گوجری کا لکھاڑیاں نا یہ موضوع سامنے آنن ماں کِسے خاص ڈک ٹھل کے منہ بھی نہیں لگنو پیو۔چھوٹیں ستھرئیں نظمیں سیدھی سادھی زبان ماں سماج کا فوٹو چایا ہیں۔ مکالماں اُسے صورت ماں موجود ہیں جیہڑااٹھے پہر بندا بندا کے کنیں پویں تے گرائیاں تے بہکاں کی رونق بدھاتا رہیں۔اکثر ڈراماں ماں موضوع ایک جیا ہیں۔اِس مہابے کجھاں ڈراماں نا نظروں کڈھن توں بعد یاہ گل اچن چیت اڑکن لگ پودے جے موضوعاں ناانصاف بھی ایک ہی جئی تھائی کو نصیب ہودؤ اگلیں وقتیں پونچھ تے راجوری کیاں دھرتیاں کا بامی گوجری ڈراماں توں پہل پہلاں بھومی ہوآ۔کجھ ایسا ڈراماں سٹیج کیا گیا۔جھڑاں نے ان لوکاں کو ہنگلان نمایو تے یہ سجاگ کہان لگ پیا۔اُس وقت کا ادبی ٹوٹاں ماں غلام احمد رضاء مرحوم مہرالدین قمر راجوروی چونی لال شعلہ،غلام سرور صحرائی، تے کجھاں ہورنا کا ڈراماں شامل ہیں۔اِت ساراں کو مقصد سماجی اصلاح تے پسماندگی کی ضامن قوتاں ور کسے نہ کسے طرح تیر چلانا تھا۔ کجھاں نے ساہوکاراں تے جاگیرداراں کا عمراں جمراں توں دھیاوا پیرکھکان کی کوشش کی تے کجھاں نے گوجر طبقاں ماں موجود براں رواجاں کیاں جڑاں کو پتولان تے ان کھنوترن کی کامیاب کوشش کی۔تمر ہواراں کا کجھ ڈراماں سٹیج ہوا۔اُنہاں نے گوجر طبقہ ناجاگن،آپنوا گوپچھودیکھو کے چن تے آپنیں جنگیں کھلن کیاں رمزاں توں واقف کیو۔ نالے انوکھاں رازاں تیں واقف کراکے جذبہ، جوش تے جرات کا مہنگ بھاتحفا بخشیا۔اسے طرح کجھاں ہورناں کا ڈراماں بھی پیغام ثابت ہوآ۔ مچاں محفلاں کی رونق تے لوکاں کا دلاں کو تڑکار بن گیا۔واقعی یہ ڈراماں گوجری زبان کی وراثت ماں گنتری کو خاص حق رکھیں پر ایک گل کوئے بکھانوں نہیں

رہ سکتو جے یہ ساراڈراماں اج تک کسے تحریری شکل ماں مہارے سامنے موجود نہیں۔

غلام احمد رضا مرحوم کو لکھیو وؤ ڈرامو'' مہاروپیر'' اج بھی ادھ کرڈوجیو تحریری شکل ماں موجود ہے۔اس کا کُل چار سین (scene) ہیں۔اس ڈراماں کا لکھاڑی نے آپنیاں ادبی صلاحتیاں ناکم ماں آن کے گجر سماج کی حالت کو چنگی طرح فوٹو سامنے آنیوں ہے۔ناں کا پیراں فقیراں نے ظاہر باہر سماج نا کس تھی ڈوری حالت ماں اگیر کے لوکاں کیاں اکھاں پر کس طرح دھپو، دھریا ہیں۔اس سارا کائیں کی حالت دلفریب اس ڈراماماں موجود ہے۔ کردار مکالماں کے ذریعے صحیح احساس سر برتی روئیدادسامنے آیئں۔'' مہاروپیر'' سماج کی اج کی حالت نال رلے، تے اس کئے اگر اس نا سدھا بہار تحفو بھی کہیو جائے تاں بھی کوے حرج نہیں۔

'' ٹائمز آف اِنڈیا'' کی ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۰ء کی اِشاعت ماں شری رمیش چندر کا ایک تبصرہ توں پتو لگے جے کھیک لال پارکھ کو'' مینا گوجری'' ناں کو ڈرامو پونا ناٹک اکیڈیمی کی طرفوں سٹیج ہوؤ ہے۔یوہ ڈرامو'' مینا گوجری'' کی سر برتی کہانی پیش کرے۔اِس ماں اعلیٰ ادبی کوششاں نال گوجرار واجاں کیں شکتیں جھلک ڈھلکیائیں گئی ہیں۔زبان اُردو ہے پر موسیقی کا گوجرار وپ نے یوہ ڈرامو کافی چمکایو ہے۔اِس ماں گوجری موسیقی کا چنگا چنگیرا نموناں شامل تھا۔

پچھلیں وقتیں سنن موجب ہور بھی مُچیں جائیں گوجری زبان ماں نِکا شُکا کافی مزاحیہ ڈراماں اسٹیج کیا گیا ہیں۔پر تحریری صورت ماں نہ ہون موجب مفصل ذکر چھیڑنو ناممکن ہی ہے۔بیاہ شادی ماں اکثر نوجوان زبانی زبانی ہی مزاحیہ مکالماں کی بارش برہاتا رہیں۔جن نا اکثر'' بھانڈ پاتھر'' بھی کہیو جائے پر ادبی وراثت ماں اِسیاں چیزاں کا نموناں موثر نہیں۔اِس کیئے اس کی بحث لون سلونی ہی رہ گی۔

گوجری ڈراماں کی تاریخ ماں رانا فضل حسین نا اپنی عظیم صلاحیتاں موجب واقعی بہت اُچو

درجو حاصل ہے۔ رانا صاحب نے ''روشنی'' جیوڈراموں لکھ کے اصل ماں گوجری ڈراماں کا موہرا کا لکھاڑیاں ماں اپنی گنتری کو واجب حق حاصل کیتو ہے۔ یوہ ڈراموماضی قریب کی عنایت ہے۔ تے باضابطہ تحریری شکل ماں گوجری لٹریچر (literature) ماں موجود ہے۔ اس کومواداحقیقت ماں اج کا لکھاڑیاں واسطے رہنمائی کو ساروخزانو میسر کرے۔ کہانی کو پلاٹ (plot) کے دلچسپ ہے۔ جے ادیبانہ لہجوتے منظرکشی کی خصوصیت، نالے مکالماں کی مضبوتی تے ادائیگی نال اُس کوحسن ہوربھی بدھیک ثابت ہوئے۔کمال یوہ ہے جے بیہاں صفحاں کا اس مختصر ڈراماماں کس دسھائیاانداز نال اتنو کجھ سمھا کے اک قاری واسطے ڈنگیں سوچیں پین جوگوسامان موسر کیو ہے۔

ڈراماماں کل چھ سین (SCENE) ہیں۔ دوآں ہوشیار پریتیم بچوں پر اِک مقدم سینوساڑن نال کہانی کس خوبی تے سوجھ نال اگے بدھے جے قاری نا ایک ہی معالمہ ماں اُلجھیاں واں مختلف فطرتاں آلاں کرداراں توں واقف ہونو پودے۔ ''روشنی'' جھڑ واس ماں مرکزی کردار ہے۔ دُدھ کا دند جھڑن توں پہلاں ہی مقدم روشن نا اللہ واسطے بخش جائے۔ مقدم کیاں کوششاں کو صدقو یاہ ڈاکٹری کا عہدہ تک چھال مارے پر اسے دوران اس کی ماں نکی قول قرار تے وعدہ بھن کے مقدم کا ہتھ اس کولوں دھوا چھوڑے۔ بدلتا واگوجرا سماج کو منڈوں سرتک ذکر، پیرپرستی تے سُکا وہم وغیرہ درتلخ اِشارہ، اپنی مہرومحبت، تے سہل چار کو ذکر، گُجر گھراں ماں رُغب تے فضول خرچی جیاں عادتاں درسنانوی، یتیم تے ہوشیار بچان کی دلچسپ کہانی، نواں تے پرانا سماج کیاں سوچاں کوٹکراتے کافی ہور چیز بھی اِس ڈراماماں ایسی لبھیں جھڑ یاں کی گنتری اس کیاں بنیادی خصوصیتاں ماں ہو سکے۔ اِن توں علاوہ منظرکشی بھی اِس ڈراماماں اُچیریاں ادبی صلاحیتاں سمیت موجود ہے۔ روشن کیاں اِن گلاں توں یاہ حقیقت ظاہر آنے۔ روشن (اپنا آپ نال) واہ سُبحان اللہ تیریاں قدرتاں کو بھی کوئے حساب نہیں۔ یہ رنگیا

پھُل خبرے مِناں کیوں پیارا لگیں۔ لال رنگ خبرے کِسے شہید کا لہو نال رنگین ہے۔ یوہی دینہہ نکی لو سوہنی لالیائیں چھانٹو چڑھے۔ ہُن ڈھا کا پر ہے۔ ماہلیاں تے پہاڑاں اُپر لہتے دیلے آپنی لالیائیں چھنک جائے۔''یوہی روشن فِر کِس طرح دینہہ نال گلیں چھِڑے۔

''اوہو! دینہاں ڈبتا نمانیاں''! نہ تیرو کوئے تے نہ میرو۔ خبرے تائیں ہم دوئے سُرخ رتا رنگاں نال پیار کراں۔ مہارو کوئے تے نہیں نا! (نالے تردید) ہے ہے! ہے کیوں نہیں۔ دینہہ کی بھی روشنی ہے۔ آخر میری وی اِک روشنی ہے۔''روشنی'' کی نالونالو زبان دی محاوراں تے کہاوتاں نال سجی سجائی وی ہے۔ گل بات کو ڈھنگ دی بڑو ہی دلچسپ ہے۔ ظرافت کا نموناں بھی قابل ذکر ہیں۔ کہانی کیاں پہلیاں خصوصیتاں کے نال نال لکھاڑی کا انداز کیاں خصوصیتاں کو اندازو اِن مکالماں نا سامنے رکھ کے لایو جا سکے:۔

سلیم: کپڑا، ٹلاّ، کتاب، کھان پین، خرچو تے آخر چوکھو ہی ہے۔

جمال: لکھیو مقدراں کو آپے لبھے۔ ہوں کوئے گو ہجا تے نہیں کپتو۔

اُدھار لین کو ذکر کُجھ اِس طرح ہوے:۔

جمال: اُدھار ٹھیک نہیں ہوتو۔ سیاناں کہیں، نو نقد چنگا تے تیراں ادھار مندا۔

روشنی: مُنہ متھا کو بھی اُدھار ہی کرو۔

جمال: نہ جی نہ۔ اُدھار محبت کی قینچی ہے۔

ان خصوصیتاں توں یاہ گل ظاہراں ہوئے جے گوجری ڈراماں ماں اپنو بھاء آپ چُکا کے اِک خاص اہمیت رکھے۔

جت اج کل گوجری ڈراماں نال موجودہ لکھاڑیاں کا برتا کو تعلق ہے۔ یوہ مناسب نہیں اِن کے ہتھوں اِس نال حق بجانب انصاف نہیں ہو رہیو۔ جِت اج گوجری ماں شاعراں تے افسانہ نگاراں کو تعلق ہے۔ اِن کی فہرست ماں کافی باھدو ہوؤ ہے۔ تے اج بھی اِس فہرست

ماں برابر ضرب لگ رہی ہے۔ گوجری زبان ماں جس قدر باقیاں صنفاں در ہرا یکن کا کن کھلا ہون کو تعلق دسے اُت یاہ گل بلا دریغ کہی جا سکے جے گوجری ڈراماں نے اجاں لوکاں کا دلاں ماں تھا ہی بنا کے اوہ درجو حاصل نہیں کر سکیو جہڑو شاعری تے افساناں سمھال بیٹھا ہیں۔ اِس کی بنیادی وجہ یاہ ہے جے اِس صنف نا جائز طریقہ پر پچھیو بھالیو گیو ہے۔ تے نہ ہی اِس ناسگن واسطے کھلے دل مہارا لکھاڑی موہرے نکلیا ہیں۔ ہندوستان ماں اکثر زباناں کا ڈراماں حکومت کا اِک ثقافتی ادارہ (Song And Drama Division!) کی چھاں ماں پالیا پوسیا گیا ہیں۔ پر گوجر لکھاڑیاں کی گھٹ توجہ موجب یوہ ادارو بھی گوجری ڈراماں نال انصاف کرن ماں پہل نہیں کر رہیو۔ اس ادارہ کیاں کوششاں نال اس سوڑا باڑا کی دروچھیں کھولن ماں کافی مدد ملتی۔ ریڈیو تے کلچرل اکیڈیمی کی مناسب توجہ نال ہی کجھ گنیاں چنیاں شخص اج گوجری ڈراماں کا لکھاڑیاں کی صف ماں شمار کرن جگا سامنے آیا ہیں۔ اِن دوہاں اداروں کے نالو نال آورہ کپوارہ، پونچھ تے پہاڑی بیلا پلوامہ کا ڈرامٹیک کلب بھی گوجری ڈراماں ناسگن واسطے ہن ہن قدم چار رہیا ہیں۔ اکثر زباناں کا ڈراماں (Theatrical Clubs) کے ذریعے ہی پھلیا پھلیا ہیں۔ اسے طرح انہاں دوہاں ڈراما کلباں کی کوششاں کے سبھوں لکھاڑیاں کا ادبی ٹوٹاں توں سماج ناواقف کرن واسطے بھی قدم نجھک طریقہ پر چایا جا رہیا ہیں۔

اس ویلے جہڑا گوجری ڈراما نویساں کی صف ماں کھلا ہیں۔ تے اپنا آپ کا ڈراما لکھاڑی کہان کو حق رکھیں۔ ان ماں قیصرالدین، عبدالحمید کسانہ، اِقبال عظیم چودھری، گلاب دین طاہر، نور محمد نور، غلام حسین ضیا، تے میر حسین فدا، شامل ہیں۔ ان کا ادبی ٹوٹا تحریری صورت ماں موجود ہیں۔ اس لیے ان کو حال احوال پیش کرنو حق ہی ہے۔ حق ادا کس طرح ہو سکے گو۔ اس کو پتو بحث چھیڑ کے ہی لگنو ہے۔

قیصرالدین ڈرامہ نویسی توں بدھیک کجھ افساناں کی شکل ماں بھی گوجری نا بخش رہیا

ہیں۔ کیٔاں ڈراماں کو خالق ہون کے نال انھاں نے کافی کہانیں لکھ کے گوجری کی ادبی وراثت ماں دانا دانا کو بادہ کر کے اپنو حصوادا کیو ہے تے کر بھی رہیا ہیں۔ اِن کا ڈراماں ماں بھی اُنہاں موقوعاں کی وکالت موجود ہے جہڑاں پر یہ کہانیاں ماں کھلے دل بحث چھیڑتا رہیں تے کجھاں ڈراماں ماں اُنے کہانیاں کو رنگ بھی ڈھلکتو سہی ہوئے۔ موضوع ان کو لے ویہ ہی ہیں جہڑا گوجرا سماج نال پوری طرح چمڑیا وا ہیں تے اس سماج نے صدیاں توں گل نال مڑیا دا ہیں۔ ان کا ڈراماں ماں منظر کشی کا کجھ نمونا بھی لبھیں۔ چھوٹا تے ستھرا مکالماں۔ کرداراں کی زبانی دھراتاں بالکل فطری معلوم ہویں۔ زبان سادی تے سلجھی دی ہے۔ محاوراں کو استعمال گھٹ ہی کریں۔ بحثیت ڈراما نویس ان کی ان نمیکلیاں خصوصیتاں کی لوماں ان کا یہ ڈراماں سخلیں لیکھیں سمجھیا جاسکیں۔ نالے گوجری ادب ماں درجہ کو نیوؤں بھی لایو جاسکے۔

<u>عزت کو سوال</u>: اِس ڈراماماں ڈراما نویس نے نکی عمر ماں لڑکیاں کا بیاہ کا رواج در تلخ اشارا کیا ہیں۔ گوجرا سماج کی رسمی ہتھکڑیاں کا بند نکھیڑن کو یوہ حال دستاں پوری پوری تاکید کی ہے۔ جے کس طرح اک یاراں سال کی لڑکی نا سماج کی والواشی پنجاہ سالہ بڈھیڑ کی ڈھاہ چاڑھے،۔ نتیجو کے ہوئے جے اس لڑکی واسطے جس کی جوانی کی بہار آتیں آتیں شرداں کو برقعو گھل لیں، سوا خودکشی توں کوئے چارو نہیں رہتو۔ یوہ اشارو اک زندی مثال کی حیثیت بھی رکھے۔ اس طرح مہاریاں لاتعداد بہناں نا بہاراں کی خواب دیکھ دیکھتاں شرواں کے ڈھا چڑھنو پوئے۔ ڈراما نویس کو کمال ہے جے اس ڈراماماں اک ذری پولیس کو رول بھی دس کے اس غفلت کا حشر توں بھی ظاہر باہر واقفیت بخشی ہے۔

<u>سرحداں کا راکھا</u>: اس ڈراماماں بہکاں کی منظر کشی نالے اُسے حیاتی کی جھلکیں موجود ہیں۔ جہڑیں گجر لوک بہکاں کے دھیاڑیں گذاریں۔ اس سارا کائیں کے نال نال ایک خاص چیز جہڑی اس ڈراما کو نچوڑ ہے واہ گجراں کا دلاں ماں قومیت کو سنگین جذبو ہے۔ اک

آجڑی کس طرح اپنی کے،سارا کنبہ کی جان تک دشمن کا حملہ کے وقت دیش کی شان پروں قربان کرن واسطے تیار ہوجائے۔کافی ہوراسا پہلو بھی ڈراماماں پورا ادبی سوجھ تے خلوص نال سامنے آنے گیا ہیں۔

<u>شوہالو:</u>اس ڈراماماں گوجرا بیاہ کو فوٹو چاپو گیو ہے۔سماج ماں موجود اُن کرداراں نا تکن کی کوشش موجود ہے جہڑا اِستاں موقعاں پر یا تے ذاتی غرض کا داریاں تے فرسدھیائیں نال عجیب رول ادا کریں۔جہڑ و بجھان کے بجائے کِتے کِتے بلتی پر تیل کو کم دے چھڑے۔اس ماں ویہ ساریں بے تکی گل موجود ہیں جیہڑی اکثر لوک بے صرفی طرح ٹھہلتا رہیں۔اس ڈراماماں مزاحیہ رنگ ڈھلکان کی بھی کوشش کی گئی ہے۔اک جاہل شوہالو اس ہدایت کے مطابق جے نکاح کے وقت مولوی صاحب جے کجھ کہہ او ہی کجھ دہرانو ہے۔

مولوی صاحب: تیں نوریا کی دھی فاطمہ کو نفس قبول کیو؟

شوہالو: تیں نوریا کی دھی فاطمہ کو نفس قبول کیو۔

مولوی صاحب: توں کہو، خُدا کا حکم نال قبول کی!

شوہالو: توں کہو، خُدا کا حکم نال قبول کی

اس پر مولوی صاحب کھوہرئیں کھوہرئیں اک دوچمیڑ کے بدلولے بھی رہ تے شاکر ہوجائے۔

<u>کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی:</u>اس گوجری ڈراماماں جس کا ناں کو تعلق علامہ اقبالؒ کا ایک مصرعہ نال ہے۔قیصر صاحب نے گُجر قوم کی سدھیائیں موجب اُن کی حق تلفی کو ریو چھیڑیو ہے۔یوہ کہنو مناسب رہے گو جے اسی حالت پرظاہر باہر تلیں ملیں ہیں۔اس سارا کائیں کے نال نال ڈراما نویس نے گوجر طبقہ واسطے کھولیا گیا گشتی سکولاں کی کارکردگی کو جائزو بھی یوہ ثابت کرتاں کیو ہے جے ان سکولاں کے ذریعے جائز طریقہ پر اس طبقہ ماں لو نہیں آنی جاتی۔

فرض: اس ڈراماماں قیصرالدین نے اپنا اصلی رستہ توں ہٹ کے اک نوؤں موضوع سامنے آنن کی کوشش کی ہے۔ اسا لکھاڑی واسطے جھڑو کدے اساں موضوعاں درسنانونی تک بھی نہ سٹّو ہوئے واقعی اسو موضوع انوکھو سہی ہوئے پر جس خوبی نال اس نے یوہ موضوع سامنے آنن کی کوشش کی جے اس توں یاہ گل ظاہراں اعلیٰ ادبی سوہج نال گوجرا سماج ماں عاشق معشوقی کی اک لسی ماڑی جئ داستان پیش کی گئی ہے۔ اک گل کہنی پوئے جے داستان کا سارا رنگ ترتیب وار طریقہ پر گھٹ واضح ہیں۔ زبان سادی ہے۔ اگر محاوراں تے کہاوتاں نا بھی اس میں جا تھائی وی ہوتی تاں اس کو حسن ہور بھی لشک اُٹھتو۔ اس ڈراماماں یاہ گل کھل کے سامنے آوے جے سماجی جال عشق کا کھڑ کراں نا کن کن موڑاں پر کس طرح جکڑے۔ واہ جا کافی دلچسپ ہے جت کہ دوآں جیاں بچھکار ملاقات مقرر وقت پر مقرر جا کسے وجہ توں اڑ ہی ہوئے ویہ ایکن دو جادر اینویں نہورا کریں:۔

اعجاز: کدے تناں اس قدر انتظار کرنو پیتو تے توں کد کی توبہ کر کے نس گئی وی ہوتی۔

ریشمان: تاریخ اس گل کی گواہی نہیں دیتی۔ عورتاں نے کدے بھی میدان توں فرار نہیں کیو۔ یہ مڑد ہی ہیں جیہڑا اسودے بازی کا عادی ہیں۔

قیصرالدین کا ان ڈراماں بچوں ''عزت کو سوال'' ریڈیو تیں نشر ہوؤ ہے تے باقی سارا ڈراماں گوجرا سماج کی واقفیت کا بُھکھا ہیں لکھاڑی کی تس تاں گھٹ ہوئیگی جد کہ ان کا یہ ادبی ٹوٹا پوری طرح ہر ایکن کے سامنے آویں گا۔

عبدالمجید کسانہ نے کل ترے ڈراماں لکھیا ہیں۔ ان کا ڈراماں ماں کہانیاں کا عجیب موڑ ہیں۔ ریرا اسا چھڑیں جن کا دندے لگن کی ساری اُمید ہوا ہو جائیں۔ پر سبھائیا انداز نال ترنخ ترنخ کے اسیں موڑیں خوڑیں جے اچانک مقصد پورا ہون بھی لگ پویں۔ زبان سادی بی استعمال کریں۔ محاوراں تے کہاوتاں کو استعمال بھی ان کی لکھتاں ماں بچ بعضے ہی لبھے۔ اک

لکھاڑی کی حیثیت نال ان کا بارہ ماں ان حقیقتاں نا سامنے رکھ کے ان کا لکھیا وا یہ ڈراماں سہلی طرح سمجھیا جا سکیں۔

نکا کی اڑی: یوہ ڈرامو گوجرا سماج ماں تعلیمی بیداری آنن کا مقصد نا سامنے رکھ کے لکھیو گیو ہے۔سماج ماں بڑاں بڈھیراں کے ہتھوں نکاں کی زندگی کس غلط طرح بینٹھی جائے تے اس طرح پرانی سوچ کا مالک پرانی رسی کا راکھا کہاتاں ان کی زندگی نا بگاڑن واسطے کسطرح اپنی محبت نا کم ماں آنیں اس سارا کائیں دراس ڈراماماں مکمل اشارا ہیں۔کہانی بڑی دلچسپ ہے۔پر مکالماں کو انداز زیادہ دلچسپی عطا کرتو نہیں سہی ہوتو۔

مقدم کی کچہری: یوہ ڈراموآجڑیاں کی آپسی زندگی تے گرائیں جرگاں کی ایک دلچسپ تصویر تے سماج ماں موجودہ رشوت کھان آلاں درتر چھوا شارو ہے۔مکالماں بڑی سادگی نال ادا ہویں۔کہانی دوہاں آجڑیاں کو مال ایک دوجا کی رکھاں کی حد ماں کھدیڑیا جان توں شروع ہوئے۔اک آجڑی یاسینو ککڑی سمیت پہلاں ہی جا مقدم کے پیریں پودے تے دوجو صوبو کچہری سمیت جاکے مقدم نا اپنا حق ماں کرادے۔مقدم نا آپنو کرن ہی کرنو ہودے۔کیوں جے کچہری تے ککڑی کس مُدے چھابڑا برابر لمکا سکیں۔تاں بھی مقدم کو لبھو کے جے کچہری ماں یوہ کہہ کے جے یاسینا فریاد لے کے پہلاں میرے کول توں آیو ہے۔یاسینا کی زبانی طرفداری دستور رہیو تے فیصلو صوبیا کے حق سنا رہیو۔گرائیں جرگاں ماں یہ مقدم لوک بے آسراں تے بے وساں کی سروڑیاں نال کس طرح کھیڈیں۔یوہ سار دحال سامنے آتاں یاسینا نا برادری توں بے دخلی کا حکم پر اس کی کہانی سرے لگے۔

کچی تا ہنگ: اس حقیقت توں سارا واقف ہیں۔جے گوجرا سماج ماں کچھ انوکھا رواج بھی صدیاں توں جڑ سٹ بیٹھا ہیں۔جماں ہی نیکیاں بچیاں کے پہرنی ٹوپی لے لانی تے تقدیر کو لین دین بھی اساں ہی رواجاں بچوں اک رواج ہیں۔جہڑ وعورتاں کا فریباں جیسو ہے۔اس

ڈراماماں عبدالحمید کسانہ نے ادبی سوجھ نال اس رواج کا پابنداں کو حال احوال لے کے ان کا نتیجاں توں واقفیت عطا کی ہے۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اک جمتی گدری کی بناوٹی تقدیر اسے طرح جوڑی دی ہوئے۔ جوان ہو کے واہ کجھ ہور یں سوچیں پے جائے۔ ایمن سکوں نال جڑ بن کے اس واسطے دل ماں ڈاہڈی حرص کا باڈ نچھار ہے۔ پر سماجی والوواشی اس نامنڈی منڈی کر کے اس کا سارا ارمان خاک ناخاک کریں، نتیجو کے ہوئے جے بیاہ ہون توں بعد یاہ پانی باہج مچھی نالوں تڑفراٹ کرتی کرتی خودکشی کر جائے۔ محبت کا ارمان خاک ماں رل کے یاہ خودکشی کرن پر مجبور ہووَے۔ جہڑی محبت کی قینچی واہ پہرنی ٹوپی ہووَے جہڑی یاہ جامنو کیں دھیاڑے لارہی تھی۔ اس ڈراماماں موجود روحانی تے نفسیاتی انداز اس نا زیادہ ہی چمکا دے۔ اس ڈراما کو پہلو ناں پرائی تھو۔ پر پچھے آپ لکھاڑی نے ہی کجھاں دو جاں کا مشورہ پر اس کو ناں کچی تاہنگ رکھیو۔ عبدالحمید کسانہ کا یہ ترییے ڈراما ریڈیو تے نشر ہوا ہیں۔

<u>چودھری اقبال عظیم</u> گوجری زبان کا موہرا کا خادماں بچوں ایک ہیں۔ بحیثیت شاعر یہ گوجری نا مہنگ بھا تحفا بخش رہیا ہیں۔ ڈراماں کا میدان ماں اجاں یہ واہ خدمت نہیں کر بیٹھا جہڑی کی یاہ زبان محتاج ہے۔ گوجری ماں ان نے اج تک صرف دو ڈراماں لکھیا ہیں۔ زبان ماں د یہ ساری ادیبانہ خوبیں موجود ہیں جہڑی دے کہانیاں کے آپسی گل بات کے دوران بھی سامنے آنتار ہیں۔ محاوراں تے کہاوتاں کو ظریفانہ استعمال ان لکھتاں کا حسن ماں باہدو کرے۔ بہتر ہے جے اس اشارہ توں بعد ان کا دو آں ڈراماں توں بھی جان سیان حاصل کی جائے۔

<u>نتواتی</u>: اس ڈراما کی کہانی کو اک خاص حن ہے۔ مکالماں بھی بڑا دلچسپ ہیں تے کرداراں کی زبان بڑی ذمہ داری نال ادا کرتا سہی ہویں۔ گرائیاں کی مختتی زندگی، اُن کا آپسی جھگڑا تے عدالتی کاروائی کو چلن وغیرہ اس ڈراما کا اُبھریا وا پہلو ہیں۔ ان پہلوؤں کی وضاحت کرتاں لکھاڑی نے صحیح طرح لوکاں کا سینہ پر ہتھ رکھ کے دلی دھکار محسوس کرتاں ماں لسیائیں تے

ڈاہڈیا ئیں کا انو کھارو پاں نا سامنے آنن کی کامیاب کوشش کی ہے۔عدالت کو سین (SCENE) بھی کافی دلچسپ ہے۔خصوصی طور اس ملزم کی جد اس نا سزا سننی پوئے، کافی نواں جذباں نا سگے۔

غماں کی سلو: اِقبال عظیم کو یوہ ڈرامو گوجری کلچرل کانفرنس ماں اکتوبر ۱۹۸۰ء ماں ٹیگور ہال سرینگر ماں سٹیج ہوؤو ہے۔ یوہ ڈرامو جاگیردارانہ نظام کی تلخیاں کا انجام کی اک دلچسپ کہانی ہے۔اس کی کہانی سمجھن واسطے ڈنگھل ماں جاتاں جاتاں سوچ مشکل نال ہی سنگ رہے مطلب یوہ جے ڈرامو سمجھن واسطے ذری سلوکرنی پوئے۔مزاحیہ رنگ کے نالو نال مچاں مکالماں ماں اُچیرا ظرافت کا نموناں سنگ افسانوی رنگ بھی ڈھلکتو سہی ہوے جھڑو کہانی سمجھن ماں رکاوٹ ہے۔ ڈراما کی کہانی اس طرح ہے۔ چودھری کریم بخش جاگیرداری کی لکھیاں خواناں ماں دھیووؤ چھتراں کی لج پالتو پالتو اپنی جدی جاگیرداری کا پٹہ آپے دیتو چلے۔حویلی ماں چوکیدار تے نوکر بھی موجود ہویں۔موچی تے لوہار نال خاندانی لین دین ہوئے۔ چودھری ہور جس گھڑی آخری ساہ پورو کریں۔اس توں پچھے اس کی بے گناہ دھی نا چوکیدارہ،لوہار تے نوکر کیں ہتھیں رُلتاں غماں کی اندھیری لوتوں ڈر کے ایک غش نال مُک جانو پوئے۔ان مکالماں ماں مزاحیہ تے ظریفانہ خوبیں ڈھلکیں جد باہر گوسن کے فضلو کہے:

فضلو:جیہ جناب! اج مناں نوں دسے جس طرح میری آئی وی ہووے۔ باہر گیو تے سروں مارے مکائے جاؤں گو۔اج نہیں بچیو۔مرنو مارنو مرداں کی شان ہے۔(ذری اگاں جاکے فرمڑ آوے) چودھری صاحب ہوں مرگیو تے میرا جاتک بھکھا مرجائیں گا۔میری زنانی رنڈی ہو جائے گی۔

کریم بخش:فضلو اج سچیں ہی تیری آئی دی ہے۔تاں بے ہوشی کی ہوشی کی گل کرے۔فوراً جا!

فضلو: (باہر جاتاں کہے) بچھو رہ گئی تے رہ گئی۔ پیالے جائیں ملنگ مُچ ٹرٹر کرے ہوئے تھی۔ (فر آگے جا کے مُڑ آوے) او چودھری صاحب! اوَ میرا چودھری صاحب! اج تے میری مت ہی مارے گئی وی ہے۔ مناں ہُن یاد آئی۔ میرو تے اجاں بیاہ ہی نہیں ہو یو۔ ہوں کوارو ہی مارے جاؤں گو، بے چارو جوانمرگ (رونو شروع کرے)۔

گلاب دین طاہر نے دو ڈراما لکھیا ہیں جن کو ذکر کنی کنی اِس طرح ہے۔

اندھیراماں لو: یوہ ڈراموسماج ماں مقدم پرستی، پچھلی رسی کی پکڑ تعلیم توں کن ڈھکن کا پہلوواں توں علاوہ رشتہ داریاں ماں مقدماں کا پورا اختیار، دِھیاں نال بھیڈ بکریاں آلا سلوک تے تعلیم یافتاں کے ہتھوں اسیاں چیزاں کی بغاوت کا موضوعاں در اشارا کرے۔ کہانی جھڑی گوجرا سماج نال نتھی کی وی سہی ہووے کے واقعی دلچسپ ہے۔ پر سامنے آنن کو انداز ذری گھٹ متاثر کرے۔ جس کی وجہ بنیادی طور ڈراماں کا فن کی گھٹ جان سیان ہی ہو سکے۔ کہانی سِلی طرح سمجھ آجائے تے اس طرح شروع ہوئے جے پچھلی رسی کا راکھاں ماں باپ مقدم کی اجازت نہ ملن پر پوت نا سکول ٹورن توں منکر ہو رہے تے یوہ پوت جا کے دور کِتے نوکری کر کے میٹرک پاس بھی کر آوے۔ دساں سالاں بعد گھر واپس آوے تے اُس کی بہن مقدم کے ہتھوں تر کھڑی پر چڑھی وی تولی جاتی ہووے۔ جے اوہ تعلیمی سوجھ نا کم ماں آن کے ان مقدماں نا اساں معاملاں ماں ذاتی مداخلت توں کن پکڑ ان کی کوشش کرے تے اپنی بہن نا سوائے رقم تے لین دین توں بیاہ کے دواوے۔ اس ساری کہانی ماں کافی دلچسپ تہذیبی تے ثقافتی رنگ کی حالت موجود ہیں۔ گجراں کی سیدھیائیں تے سادگی کی جیتیں جاگتیں مثال اس ڈراماں ماں موجود ہیں۔ یوہ ڈرامو مارچ ۱۹۸۰ء ماں گوجری کلچرل کانفرنس ابھینو تھیٹر جموں ماں سٹیج ہووَو تے اس وجہ توں حال کا ڈراما بچوں پہلو سٹیج ڈرامو کہایو۔ نالے یوہ ریڈیو تے بھی نشر ہووَو۔ کجھاں ادبی سوچ کا مالکاں نے اس ماں موجود تکنیکی خامیاں در بھی اشارا کیا ہیں۔

اس کا لکھاڑی نے خود بھی ان نال اتفاق کیو ہے۔ تے اس پہلی پہلی کوشش کا بارہ ماں ادبی سوہج آلاں کا اشاراں کو جھولی کھلیار کے اڈیکوان رہیو ہے۔

مہر کا سوٹھا: دلی لج پالن واسطے نفسیاتی طور دو مہر کا بھیالی جے اک دوجا واسطے کے کجھ کریں کجھ اسی ہی کہانی اس ڈراماماں شامل ہے۔اس ڈراما کی زبان پہلاں توں معیاری ہے۔ تے مکالماں کو ادبی سوہج کہانی ماں دلچسپی پیدا کرے۔ رفیق تے شفیق دو دوست ہویں۔ شفیق رفیق کی بہن ریشماں واسطے بھی دلی لج رکھتو ہووے۔ شفیق ڈاکٹری ٹریننگ کرن جائے۔ تے رفیق شہر ماں محنت مزدوری کرتو ہووے۔اس دوران ریشماں کی محبت کا سارا ارمان مقدم کی رضا پر قربان کرکے اس کو بیاہ کیو جائے۔ تے یاہ زندگی ماں کسے دلجوئی توں ہتھ دھو بیے۔ رفیق شہرتوں واپس آوے۔ بہن کی مصیبتاں پر کافی آتھروں کیرے۔اسے حالت ماں باپ بھی ان ناڈھپ کے سیک سٹ جائے۔ ریشماں مارگٹ کے گھروں کڈھی وی ہوئے۔ اسے اندھیری ماں دوئے بہن بھائی نصیباں کا منہ ماں دُکھیں سُکھیں ہویں۔ جے شفیق آکے اپنی تعلیمی سوہج تے اُچیریاں صلاحتیاں ناکم ماں آن کے سارا آرام محبت کی لج ماں حرام کرکے شہر کا رشتہ توں جواب کرن توں بعد مہر کے سوٹھیں ریشماں کی حیاتی ماں لو آنن کو پکو ارادو کرلے۔ تے آخر اپنا آپ نابھی راضی کرن ماں فتح حاصل کرلے۔اس ڈراماماں رومانیت کو انداز بھی گھٹ بدھ موجود ہے۔ واہ گھڑی سامنے آوے جد محبت کا بھیالی دوجی ایکن دوجا توں جُدا فراق ماں ارماناں کا پکھا جھولتا ہویں تے فراچانک ملاقات کے دوران کے کےنہیں کہتا۔ ڈراما کا آخری سین ماں پرانی تے نویں تہذیب کو ٹکراؤ بھی موجود ہے۔ جت ایک تعلیم یافتہ نوجوان پرانا خیالاں کا مکالماں نا نویں تہذیب اگے متھوٹیکن پر مجبور کرے یہ مکالماں ڈراما کا نچوڑ دری سناونی لگیں۔

جلال الدین: دیکھ شفیق! ہم تیرا جذباں کا ہڈ ہاڑ کھدیڑنو مناسب نہیں سمجھتا۔ ہن جد فقریو

آپ ذمہ داری دیہے ہوں اس پر پچ کروں تے جلدی ہی تیرا تے ریشماں کا بیاہ واسطے تے رفیق نا بھی نالے ات آنن واسطے انتظام ہو جائے گو۔ اس طرح مناں یوہ پورو یقین ہے جے تیری ڈنگی تے سچی محبت تے جھڑیاں واسطے دلی حرص کو دیو سارا سماج نالو دستو لشک اُٹھے گو۔

نور محمد نور نے دو مختصر جیا ڈراما لکھی ہیں۔ شاعری نالوں ان ماں بھی مزاحیہ رنگ چنگی طرح اُبھاریو گیو ہے۔ مکالماں مٹکان توں لے کے پھنجکرن پر نوبت اِک دم پہچا چھڑیں۔ ان نے کہاوتاں نا بھی آپنیاں لکھتاں ماں مناسب جادتی ہے۔ ان کا ڈراماں یہ ہیں۔

اُستاد: یوہ اِک مختصر ڈرامو کوئے دساں صفحاں پر ہے۔ اس ماں اعلیٰ ادبی سوجھ نال مزاحیہ رنگ برت کے لکھاڑی اس حالت کو فوٹو گرافر ثابت ہوؤو ہے جت کہ اک سدھا سادا گجر نا بچو سکول ماں درج کران کی غرض نال اک استاد کے منہ ہی لگنو پے جائے۔ نتیجو یوہ جے مہارا سماج ماں پہل پہلاں ہووے ہوے تھو۔ بچو درج ہوتاں ہی مھیس نایاد کر کے سکول توں ہوا ہو جائے۔ یوہ ڈراموں پہلاں وقتاں کی تصویر ہے۔ خاص کوئے نوؤ وراہ موجودہ سماج کا فرد نادسن قابل نہیں۔ یوہ مختصر ڈرامو مارچ ۱۹۸۰ء ماں ابھینو تھیٹر جموں ماں گوجری کلچرل کانفرنس ماں سٹیج ہوؤو ہے۔

تحصیلدار کی عدالت: اِک سدھا سادا شخص نا تحصیلدار کا دفتر ماں جن گھڑئیں لنگنو پودے یوہ ڈرامو اِسے کا ئیں کو فوٹو ہے۔ یوہ ڈرامو اکتوبر ۱۹۸۰ء ماں ٹیگور ہال سرینگر گوجری کلچرل کانفرنس کے دوران سٹیج ہوؤو۔ تے سٹیج ہوتا ویلا تک کئی لگا تار موادی تبدیلیں لکھاڑی کی اُکاریاں کوششاں نا سامنے آیں۔

غلام حسن ضیاؔ نے اج تک گوجری زبان نا اک ڈرامو دتو ہے۔ انداز زبان ادھ کاچی تے ماسلوت حالت کو اک ثبوت پیش کرے۔ ان نے یوہ ڈرامو لکھیو ہے۔

پیر کی مرگ: - اس ڈراما ماں شوپیاں کی دوآں بہکاں پیر کی مرگ تے حاجی مرگ کا لوکاں کا

آپسی قضاد کی رلو ماں اُن ساریاں پہکاں کی مثال واضح ہیں جت معمولی مسئلا پگڑ کے بیر کی جڑ بن جائیں۔ڈراماماں لکھاڑی نے تعلیمی لو پھسیلا ن ماں اِک عورت کو کردار بھی شامل کیو۔ میر حسین فدا نے صرف یوہی اک ڈرامو گوجری نا دتو ہے۔

بیاہ:-اس ڈراماماں روائیتی مقدم پرستی تے رشتہ داریاں کے ویلے لین دین کی حقیقت شامل ہیں۔ یہ حقیقت سامنے آنن ماں لکھاڑی نے نکید نی جئ طرح ادبی سوجھ کم ماں آنیو ہے۔ گوجرا سماج ماں تبدیلی آنن واسطے اسو جیو ڈراموا ک ہتھیار ہے نالے واہ سادگی جس نال مقصد واضح ہویں ہرا یکن واسطے اس ناجلدی سمجھن کو سامان موثر کریں۔ اس ڈراما ماں ''اندھیراماں لو'' کا جیا اشارہ میں جہڑ واس توں پہلاں ہی لکھیو گیو ہے۔

جن لکھاڑیاں کا ادبی ٹوٹاں توں ذری واقفیت کران کی کوشش کی گئی ہے۔ہو سکے ان توں بدھ بھی کوئے اسو لکھاڑی موجود ہوئے جہڑو ڈراما کا میدان ماں ہوئے۔آیئندہ دیکھنو پوئے گو۔

پاکستان کا گوجری ڈراما

غلام حسین اظہرؔ

گوجری ڈرامہ کو سب تیں پہلو نقش غلام احمد رضا مرحوم کو ڈراموؔ "مہار و پیر" ہے اس ڈرامہ بچ گوجری رہت بہت کا کئی نقش باندے آنویں، ان پڑھ تے سادہ لوک کسی طرحاں پیشہ ور جھوٹھاں پیراں تے فقیراں کے ہتھوں لٹیا جائیں۔ اس گل نا باندے لیان کی کوشش ہی اس ڈرامہ کی اصل بنیاد ہے۔ ہر پہلا نقش کی طرحاں اس ڈرامہ ماں دی کئی فنی کمزوریں ہیں پر اس کے باوجود ڈرامہ کی نیں رکھن کو فخر رضاؔ مرحوم نا ہی حاصل ہے۔ اس تیں بعد انھاں نا لکھن پڑھن کو زیادہ موقعو نہ مل سکیو۔ ورنہ ان ماں ادبی تحریراں کا لکھن کی صلاحیت موجود تھی۔

رضا مرحوم تیں بعد لکھیا جان آلاں ڈرامہ بچ ریڈیائی ڈرامہ نا مچ اہمیت حاصل ہے۔ سب تیں بدھ ڈرامہ ریڈیو تراڑہ کھل تیں نشر کیا گیا ہیں۔ ریڈیائی ڈراما لکھن آلاں ماں وو ڈراما نگار نمایاں حیثیت رکھیں رانا فضل حسینتے رانا غلام سرور کا مچ سارا ڈراما ۱۹۳۱ء تیں لے کے ہن تک آزادی کی خاطر کشمیری قوم کی قربانیاں تیں واقفی کرانویں۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کا شہیداں تیں لے کے اج کا دھیاڑا توڑی ہر موڑ پر وطن کا شہیداں نے اپنا لہو نال غلامی کی راہواں ماں جہڑو چانن کیو ہے۔ اس چانن کی یہ ڈراما تفصیل ہیں۔ رانا فضل حسین کا ڈراما "آزادی کی لاٹ"، "رت کی تریل"، "لہو کا دیا"، "منزکو نشان"، "روشن راہواں"، کڑمائی، قرضوئی، داج، "لالیائیں"، "یاداں کا پھل"، "اکیر" ہمناں اپنا لہو نال مثال بال کے چانن کرن کی اٹکل دسیں۔ انھاں کا ڈراما بچ آزادی کی خاطر ہر شے قربان کر دین کو جذبو ہے۔ انھاں ڈراما کو مرکزی خیال ہی یو نقطو ہے۔ کہ آزادی کی راہ لہو کی راہ ہے۔ آزادی در جان آلی ہر اک راہ مقتل تیں گزر کے جائے تے اُن کو ہی جین تے مرن وی سو جھے، جہڑا حق تے

صداقت کی خاطر اپنی جان کی بازی لانویں۔آزادی انھاں قوماں ناں لبھے جہڑیں کشکول کی تھاں سر کی کھوپڑی کا کاسہ لے کے نکلیں۔رانا سرور کا مچ سارا ڈراماوی آزادی کی راہ دسیں۔ انھاں ڈراماماں بچ ''کشمیر بانو'' بڑو پُر تاثیر ہے۔اس ماں گھپ اندھیری مچ ہی شاہ کالی رات کو جذبو وی رانا سرور نے زیادہ زور بری رسماں تے جہالت نا مٹان پر دِتو ہے۔جد تک جہالت تے صدیاں تیں پلے بدھی وی رسم نہیں مٹیں۔حقیقی آزادی نصیب ہی نہیں ہو سکتی۔''لکیر کا فقیر'' بچ رشید داج کی رسم نا مٹاوے تے ''اَن پڑھ'' تے ''لاج'' بچ وی جہالت تے غربت کے خلاف جان لڑاتا دا کردار ہیں۔

رانا فضل حسین تے رانا سرور کا ڈراما،خون چوستا دا سود خوار طبقہ کا مکروہ چہرہ تیں وی پردو چانویں۔رانا فضل حسین کو ''قرضوئی'' اس حقیقت نا باندے لیاوے کہ عام لوکاں کی جہالت کی وجہ تیں سود خور اُنھاں تیں جعلی پوتھیاں پر انگھوٹھا لوالیں،تے اُنھاں نا مکر تے فریب کو پتو اس ویلے چلے۔جد ان کی ساری جائداد کی قرقی ہو جائے۔تے اُنھاں کا تن پرتا کی وی نہیں رہتی۔دو جی گل یاہ وی دسی گئی ہے کہ جہالت تیں علاوہ جھوٹھاں ناں نموش کی خاطر وی مچ سارا لوک اپنا جگا لتا چھوڑیں۔اِس جھوٹا ناں نموں تیں ہون آلی تباہی کو نقشو اس نے ایک ہور ڈرامہ ''نام نموش'' بچ وی چھکیو ہے۔سود خوار طبقہ کی زیادتی رانا سرور کا ڈرامہ بچ وی بیان کی گئی ہیں۔''نیلم کو ہار'' رادھو سود خور طبقہ کی نمائندگی کرے۔تے شانتی تے اکبر اس طبقہ کی مخالفت کرن آلا گروہ کا ترجمان ہیں۔اکبر کولوں رادھو جد زمین ہتھیا نو چاہوے تے وہ کہے،نہ تے نہ سہی،مگر زمین کو ناں مت لیتو ہوئے۔یاہ دھرتی جس کا خمیر بچوں ہم اُٹھیا ہاں اس نا بیچ نہیں سکتا۔کوئی غیرت مند یاہ گال سن نہیں سکتو رے''۔

شانتی اپنا باپ کی مخالفت کرے تے اس کا دھوکھا تے فریب کو بھانڈو رڑے میدان بھنے۔وثیقہ تے رجسٹری کا کاغذ اکبر نا موڑتا نواں شانتی کہے۔''میرا لالچی باپ نے

تھارے گھر چوری کرائی۔اس مورکھ کی زمین وی میرا ظالم باپ نے بیع کرالی، یہ کاغذ ہیں۔ وثیقہ رجسٹری کا یہ لے ہوں تناں یہ کاغذ دین آئی ہاں"۔

اُس کو یوہ جذبوتک کے اکبر کہے:

"جد تک اس دھرتی پر نیلو تے شانتی کی سنگت، سچائی کا ہبکا را دیتی رہ گی تد تکر پاپ پھل پھل نہیں سکتا۔جور جفا تے ظلم نا نیلو تے شانتی کی وفا کامیاب نہیں ہون دیسیں"۔

رانا سرور کا ڈرامہ "پھلیچ" ماں وِی خان ولی کھڑ پنچ کی دھوکہ بازی کی مخالفت اس کو پوت شریف کرے تے خان ولی کی دھی نا جائیز جعلی بیع نامہ نا اگ ماں ساڑ چھوڑے۔ سرور کا ڈراما ہمنا نویں نسل کا نمائندہ کی حیثیت نال پرانی نسل کی غلط راہواں تیں اپنا آپ نا بچان کی جاچ دسیں۔"سوچجی بہو" ماں مکھنی وارثت ماں ملن آلی جائداد تیں ہسپتال قائم کرے تے اپنی سس واسطے خون کو عطیو دے کے نکیاں نکیاں گھروگڑ رنجشاں تے کرو دھاں ناہس کے برداشت کرے تے داج کی لعنت نا مٹان پر اُبھارے۔"لاج" مان سرور رانا تے شمس نا غریب طبقہ کی خودداری تے غیرت کی علامت بنایو ہے۔بڈھو نورولی جد زمین کی لالچ دے کے شمس تیں اس کی دھی کو ساک منگے تے وہ جوش ماں آکے کہے"۔

چودھری جی کے کہہ گیا رے ہم غریب ضرور ہاں پر لالچی نہیں۔دھی کو ساک دے کے زمین لیوں۔توبہ استغفار توبہ روپیاں کو ناں سن کے وہ غصو کھا تو کہہ:

روپیاں کوناں میرے باندے نہ لیو۔یاہ دولت مایا ہتھاں کی میل ہے رے، اصیل تے شریف لوک دھیاں کو مل نہیں لیتا ہوتا۔اولاد آلا بچے فروش ہوگیا۔تے فر انسانیتی کے رہنی ہے۔ہیں رے مناں بردے فروش سمجھے توں؟"۔

سرور کا اس ڈرامہ بچ نورولی تے شمس کی کشمکش دو طبقاں کی کشمکش ہے۔اک پیسہ آلا طبقہ کی جھڑ وہر شے نا پیسہ کی تر کھڑی ماں تولے تے دوجو وہ غریب طبقو جھڑ و غریب ضرور ہے پر

اپنی غیرت کوسودو کسے مل وی نہیں کرتو!

شمس کو کرداراس ڈرامہ بچ بڑو چنگو کردار ہے۔اس کی سادگی غیرت تے خودداری دل کی تختی پر نہ مٹ سکن آلا حرف لکھے۔اس ڈرامہ بچ مکالمہ وی بڑا چنگا تلیا تے زوردار ہیں۔اس ماں نورولی تے شمش تیں علاوہ تیجو کردار اشرف وی مچ چنگو کردار ہے۔تعلیم نے اس نا اپنا باپ کا قاتل نا معاف کرن کی صلاحیت بخشی ہے۔زندگی کی اندھیری راہواں ماں چانن کرن آلاں کرداراں ماں اک ان مٹ کردار رانا فضل حسین کو''روشنی''انھیاں اکھاں نا انھاں کی روشنی دوبار بخشے۔اس کردار کی وجہ نال ہی رانا فضل حسین نے ڈرامہ کو ناں ہی روشنی رکھیو ہے۔اس ڈرامہ بچ اس انمٹ کردار تیں علاوہ ہوروی ان گنت خوبی ہیں۔جھناں نے اس ڈرامہ نا اہمیت تے اچیت بخشی ہے۔اس ڈرامہ بچ داخلی انتہائی نا بڑی مہارت نال باندے کیو گیو ہے۔اس ڈرامہ کو آغاز ہی روشن کی خودکلامی تیں ہوے وہ سورج نال اپنا دُکھ کو اظہار کرن واسطے گل کتھ کرے۔اوخو دیہنہ ڈبتا نمانیاں نہ تیرو کوئے تے نہ میرو خبرے تاں ہی ہم دوئے سرخ رتاں رنگاں نال پیار کراں مھارو کوئے نہیں نا''۔تے فر کجھ سوچ کے آپ مہارو ہی اپنا ماں تردید کرتو کہے: ہے!ہے! ہے کیوں نہیں،دیہنہ کی وی روشنی ہے۔آخو میری وی ایک روشنی ہے۔اس خودکلامی تیں بیوی نال اس کی گل کتھ وی بڑی حقیقی تے پُر اثر ہے:

روشن- ہوں دیہنہ نال گل کر رہیو تھو بھا گوں.....

بھاگ بھری- دیہنہ نال؟

روشن- آہو یوہ آپے سڑے تے ہوراں نا لولائے۔

''روشنی''فکری تے فنی لحاظ نال گوجری ڈراما کو قطبی تارو ہے۔اُس ماں لوالوا،ان چھوہیا جذبہ آساں تاہنگاں نال سروہیا ہیں۔رانا فضل حسین نے ڈراما کو جھڑ و بوٹو لا یو ہے ہن پچھلا پندرہ سالاں ماں پنگر کے پھل کھل اٹھیو ہے۔تے اس کی مہک تے خشبو دور دور تک کھلری وی

ہبکارا دے رہی ہے۔ہن اقبال عظیم،منیر حسین چودھری، گلاب الدین طاہر تے غلام سرور چوہان وی ڈراما لکھ رہیا ہیں۔منیر حسین چودھری کو ڈراموُلہو کی باس‘وی گوجری ادب کی تاریخ کو اِک نمائندہ ڈرامو ہے۔ برائی تے بھلیائی کو خوبصورت ٹکراؤ وی ہے۔ نیکی بدی کا آہڈھا نے اس ڈراما نا کامیاب بنادتو ہے۔اقبال عظیم کو ’’غماں کی سلو‘ مان جا گیردار سماج کا شکنجہ جکڑ یا دالو کال کی اوکھت ہیں۔گلاب الدین طاہر کو سٹیج ڈرامو’’اندھیرا ماں تو بچ دی ہمناں پرانی تے نویں زندگی کی کھچ دھروھ لبھے ۔ارشی تعلیم کی مخالف ہے۔ تے لالو تعلیم کو قائل رشید پر انیاں رساں کے خلاف سینوتاں کے کھیلو وِ سنے وہ مقدم کی اکھ پا کے کہے!

مقدم صاحب تم نے یوہ کے قصائیاں آلو کم مچایو ہے۔لوکاں کیں دھی بہن بھیڑ بکریں سمجھی وی ہیں بے حضمی‘‘۔

رشید چوہان کو ’’اَن پڑھ نوکر‘‘ مزاحیہ ڈرامو ہے۔جس ماں اَن پڑھ نوکر کی حرکت مچ ہساویں۔

پچھلا پندراں سالاں ماں لکھیاواں ڈراماں تیں یاہ حقیقت باندے آوے جے گوجری ڈراما گوجری سماج بچ نویاں قدراں کا ٹکراؤ کا ترجمان ہیں۔اس ٹکراؤ کو شاید ہی کوئے اجیہو پہلو ہوئے گو جس نا گوجری ڈراماں نے پیش نہیں کیو تے اس ٹکراؤ ماں ڈراما نگار خاموش تماشائی نہیں۔انھاں نے نویاں قدراں نا آگے بدھایو ہے۔ تے اپنا دل کا لہو ماں قلم ڈبو کے ڈراما لکھیا ہیں۔

گوجری ڈراما کو سفر

چودھری خالدؔ وفا

لفظ ڈراموں یونانی لفظ 'ڈراؤ' تے نکلیو ہے جس کا معنی عمل یا ایکشن کا ہیں۔ انسان اپنا جذبات مثلاً خوشی ماں غمی، خوف، محبت، مایوسی یا اُمید نا بکھ بکھ طریقاں نال ظاہر کرے۔ اس سلسلہ ماں وہ کدے لفظاں کدے اشاراں تے کدے جسمانی حرکات کو سہارو لیے۔ اس گل ماں کوے شک نہیں جے زبان کا مقابلہ ماں اشاراں تے انگاں کی ہل جُل نال جذبات زیادہ چنگا تے اثر دار طریقہ نال ظاہر کیا جا سکیں۔ انسانی سماج ماں رہ تے دوجا انساناں کی نقل کرنو اس کی فطرت کو حصو ہے۔ اس خصلت کو مظاہرو انسان اپنا بچپن کا انتہائی ابتدائی حصہ تے کرنو شروع کر دیے۔ ڈرامہ کی شُروعات نقالی تے ہوئے تے اس کا ارتقا و کمال کو ناں 'ڈراموں ہے۔ ارسطو سمیت بچ سارا مفکر اس گل نال مکمل اتفاق رکھیں۔ دراصل ڈرامہ کو تعلق زندگی نال ہے۔ اس فن کو مقصد نا صرف انسانی زندگی کا بکھ بکھ پہلواں پر لُو گھلنی ہے بلکہ نفسیاتی، مذہبی، سیاسی اخلاقی تے معاشرتی اعتبار نال انسان کی اصلاح کرنو بھی اس کو مقصد ہے عام طور پر ڈرامہ کی چھ قسم ہیں (۱) المیٰ Tragedy (۲) طربیہ Comedy (۳) المناک طربیہ Tragic comedy (۴) تاریخی Historical (۵) معجزاتی Miracle خیالی۔ Mydho Logical ڈراموں خیالی ظاہر کرن کی سب تے پرانی شکل ہے۔ بہر حال ہر ملک ماں ڈرامہ نا پیش کرن کا طریقہ کئی کئی رہیا ہیں۔ ہندوستانی تاریخ کا مُچ پرانا زمانہ یعنی ۲۰۰۰ دو ہزار سال پہلاں ڈرامہ کو فن چنگی طرحیا ترقی کر چکو تھو۔ سنسکرت ڈراموں ترقی کی تمام منزلاں نا یاد کر کے بہت او چیائی تک پوہچ گیو تھو۔ ڈراموں فنون لطیفہ کی قدیم

ترین شکلاں بچوں اک ہے۔اج جد کہ پرانی ہیت دم توڑ چکی ہیں تے ان کی جگہ نوئیں ہیئتاں نے لےلئی ہے۔ڈرامہ ماں موسیقی شاعری تے رقص تر واں کو جمگھٹ ہوئے جس کی وجہ تے ڈرامہ کو فن ہر زمانہ ماں نہ صرف زندو رہیو بلکن ترقی بھی کرتو رہیو ہے۔

گوجری ماں ڈراموا اردو کے رائیں آیو حالانکہ اُردو گوجری ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے لیکن گجُراں کا سیاسی تے سماجی زوال کی وجہ تے گوجری صدیاں تک گجراں کا شاندار ماضی کا کھنڈراں ماں دفن رہی تے یافریتیم جا تک نالوں دردر کی ٹھوکر کھاتی رہی۔جس کا نتیجہ ماں اس کا قبیلہ کی دوجی زبان ترقی کا میدان ماں موہرے نکل گئیں۔

گوجری زبان کا لکھاڑی دوجی نثری اصناف کی طرحیا ڈرامہ نگاری ماں بھی اردو ڈرامہ تے سخت متاثر نظرآنویں۔اُردو ڈرامہ کا تمام اجزائے ترکیبی یعنی پلاٹ ، مکالمہ ، کردار نگاری ، کشمکش ، تسلسل ، تصادم وغیرہ سب گوجری ڈرامہ ماں ہو بہو چلے آیا ہیں فرق کدے ہے تاں صرف ماحول تے موضوع کو فرق ہے۔اس واسطےاُردو ڈرامہ کی تاریخ ہر اک سرسری جھی نظر مارن تے بغیر گوجری ڈرامہ کی تاریخ نا سمجھنو یا لکھنو مشکل ہے۔

ادبی تاریخ کے مطابق واحد علی شاہ نا اُردو کو سب تے پہلو ڈراموں نگار منیو گیو ہے۔ نواب واجد علی شاہ کا دور ماں فنون لطیفہ نا مچ ترقی حاصل ہوئی۔شاہی محل ماں گان تے نچن کی محفل لگیں ہونویں تھیں واجد خود بھی اس فن ماں ماہر تھو۔اس نے ولی عہد کا زمانہ ماں رادھا کنیا کو قصو لکھ کے ۱۸۴۳ء ماں اس نا شاہی محل ماں کھیڈیو۔جس نا دیکھن آلاں نے مچ ہی پسند کیو تے داد دتی۔اس تے بعد امانت لکھنوی نے ’اِندر سبھا‘ لکھی اسے زمانہ ماں ڈھاکہ ماں اُردو ڈراموا سٹیج ہونو شروع ہویو اس تے لوکاں ماں ڈرامہ کے متعلق زبردست شوق پیدا ہو یو امام بخش تے فیض بخش جیا لوکاں نے کئی ڈراماں لکھیا۔اس تے بعد آغا حشر کاشمیری نے اُردو ڈرامہ نگاری کا میدان ماں بڑو تکڑو رول ادا کیو ڈرامہ نگاری ماں و یہ مغربی ڈرامہ نگاری تے سخت متاثر رہی لگیں۔اُن کا ذکر تے بغیر اُردو ڈرامہ کی تاریخ ادھوری رہ

جائے۔ امتیاز علی تاج نے 'انارکلی' لکھ کے اُردو ڈرامہ نا مچ اوچیائی تک پوہچا چھوڑ یو، انارکلی اردو ڈرامہ کی تاریخ ماں آخری منزل کی حیثیت رکھے۔

گوجری ماں ڈراماں لکھن کی شروعات بیہویں صدی کا دوجا حصہ ماں ہوئی لیکن با قاعدہ طور پر گوجری ڈرامہ کی شروعات ۱۹۶۲ء ماں چودھری غلام احمد رضا کا ڈرامہ 'مھارو پیر' کا منظر عام پر آن نال ہوئی۔ یوہ ڈرامو ہفتہ وار اخبار 'نوائے قوم' ماں قسط وار چھپتو رہیو اس ڈراما ماں رضا صاحب نے گُجراں کی پسماندگی 'پیر پرستی' گمراہی، بے کرتو تاعقیداتے سرکاری اہل کاراں کی لُٹ مار نا بڑی چنگی طرح ناندے آنیو۔ ریڈیو کشمیر تے ۱۹۶۹ء تے جموں تے ۱۹۷۵ء ماں گوجری پروگرام شروع ہو یو جس کا نتیجہ ماں گوجری ڈرامہ نگاری کا میدان ماں کافی پیش رفت ہوئی دیکھ دیکھتاں سینکڑاں ڈراماں وجود ماں آ گیا۔ ریڈیو تے ڈرامہ نشر ہون لگا جس کی وجہ تے ڈراما لکھاڑیاں تے اداکاراں کی حوصلہ افزائی۔ مچُ سارا ڈرامہ لکھاڈی سامنے آیا۔ الطاف قریشی طاؤس بانہالی نے ڈیڑھ سو کے قریب ڈراماں لکھیا۔ سرور صحرائی کا دساں ڈراماں کو مجموعو سرور صحرائی کا ناں نال چھپ کے سامنے آیو۔ صحرائی کا اس مجموعہ ماں 'لکیر کو فقیر' ان پڑھ تے 'لاج' بہت کامیاب ڈراماں ثابت ہو یا۔ اے، کے سہراب کو ڈرامہ کو مجموعو 'چون' کا ناں سنگ چھپ کے باندے آیو۔ ان کا مچُ سارا ڈرامہ کافی کامیاب ڈراماں تھا تے ان نے مچ داد حاصل کی۔

چوہدری قیصر نے بھی کھیرا سارا ڈراماں لکھیا اُن کا ڈراماں 'قسمت کا لیکھ' پیر نہیں یقین بڑو ہے' تے 'بے جوڑ بیاہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ لیکن قیصر صاحب نے ڈرامہ نگاری کا فن نا سدا قوم کی اصلاح تے مقصدیت پر قربان کیو ہے۔ قوم کی اصلاح کو جذبو ان کا ڈرامہ ماں باندے با چھڑ آجائے مجموعی طور پر ان کا ڈرامہ کامیاب رہیا ہیں۔

گلاب الدین طاہر نے بھی لرسارا ڈراماں لکھیا ہیں۔ ان کا زیادہ تر ڈراماں اسٹیج ڈراماں ہیں 'اندھیراں ماں لوٗ' تے 'ریحھ کالا را' وغیرہ ان کا کامیاب ڈراماں ہیں۔

عبدالحمید کسانہ نے پندرہ کے قریب ڈراماں لکھیا ہیں ان گا زیادہ تر ریڈیائی فیچر ہیں تے بچاں واسطے لکھیا وا ہیں۔ ان ڈراماں ماں عام طور پر اخلاقی ڈراماں ہیں۔ 'نکا کی اڑی' 'ٹھگ باز' 'مفت خور بُر وآدمی' وغیرہ اہم ڈراماں ہیں۔ اس تے علاوہ طارق فہیم تے شوکت نسیم نے بھی بیہہ کے قریب ڈراماں لکھیا ہیں۔ جن ماں 'غریبی' 'فرض' 'سنہیو' وغیرہ کافی شہرت حاصل کر چکا ہیں۔ ان کا لکھیا وا ڈراماں زیادہ تر اسٹیج ڈراماں ہیں۔ 'فرض' ناں کا ڈرامہ پر طارق فہیم نے ڈرامہ نویسی کا ریاستی مقابلہ ماں کلچرل اکادمی کی طرفوں انعام بھی لیو ہے۔ ان تے علاوہ چوہدری اقبال عظیم اقبال طفر، رانا فضل حسین، غلام حسین ضیا نے بھی گوجری ڈراماں لکھیا ہیں۔ ان کا کجھ اک ڈراماں کافی کامیاب ڈراماں ہیں۔

۱۹۷۸ء ماں ریاستی کلچرل اکادمی ماں گوجری شعبو کھولیو گیو۔ اکادمی کا گوجری شعبہ کی کاوشاں نال ست مارچ ۱۹۸۰ء ماں گوجری کو پہلو اسٹیج ڈرامو 'اندھیراماں لو' چھویں گوجری کلچرل کانفرنس ماں ابھینو تھیٹر جموں ماں کھیڈ یو گیو۔ یوہ ڈرامو گلاب الدین طاہر نے تحریر کیو تھو تے اس ماں کل ملا کے اٹھ کردار ہیں۔ جن ماں رشید ناں کا کردار نا مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ طاہر صاحب نے اس ڈرامہ ماں برادری کا پنچ کھڑ پنچاں کا کالا کرتوتاں نا بڑی چنگی طرحیا بے نقاب کیو ہے۔ اس کے نال نال تعلیم کی اہمیت اُجاگر کرتاں ماں اچھائی ہور بُرائی ماں تمیز کو احساس دوالیو ہے۔ کجھ فنی کمزوریاں کے باوجود ڈرامو کامیاب رہیو تے دیکھن آلاں نا پسند آیو۔

اس تے بعد اکادمی کا گوجری شعبہ نے گوجری اسٹیج ڈرامہ کی ترقی کا سلسلہ ماں اپنی کوششاں نا تیز کر دتو۔ ریاست کا دواں خطاں ماں ڈرامہ نویسی تے ڈرامہ اداکاری پر پرورکشاب لائیں ان ورکشاپاں ماں اکادمی کا گوجری شعبہ نے اپنا خرچہ پر گوجری ڈرامہ نال دلچسپی رکھن آلا لوکاں نا ڈرامو لکھن تے ڈرامہ ماں حصو لین کی ٹریننگ دتی۔ ریاستی سطح پر ڈرامہ نویسی کا مقابلہ کروایا تے جیتن آلاں نا انعامات نال نوازیو۔ اس کے علاوہ اس شعبہ نے کلچرل

کانفرنس منعقد کروائیں جن ماں گوجری ڈراماں اسٹیج کیا گیا تے ڈراماں کھیڈن آلاں کی مالی معاونت بھی کی۔ اس کے نال نال اکادمی کا سب آفساں نے ڈرامہ فسٹیول Drama Festivals منعقد کروایا تے باڈر ایریا ڈوپلمنٹ اسکیم کے تحت مختلف علاقہ جات ماں ڈراماں کروایا جس کا نتیجہ ماں گوجری اسٹیج ڈرامہ کی راہ ساہری ہوگئی تے ڈراموترقی کی پوہڑی چڑھن لگ پیو۔

اکتوبر ۱۹۸۲ء ماں کلچرل اکادمی کا گوجری شعبہ کا تعاون نال 'فردوس ڈرامیٹک کلب آورہ' کپواڑہ نے گوجری کلچرل کانفرس کپواڑہ ماں کراٹھناں کو ڈراموکھیڈ یو جہڑو گلاب الدین طاہر نے لکھیو وو تھو۔ یوہ ڈراموان ساراں ڈراماں تے کامیاب رہیو جہڑا اکادمی کا تعاون نال اج تک کھیڈ یا گیا گیا تھا۔ یوہ کلب میک اپ ماں زبردست مہارت رکھے۔ ڈرامہ کی فنی خامیاں نا میک اپ کی چمک نادھوچھوڑے۔ دیکھن آلاں نے ڈرامہ نا سخت پسند کیو۔

بیہویں ۲۰ صدی کی نویں دہائی ماں 'فردوس ڈرامیٹک کلب آورہ کپواڑہ تے ظفر ڈرامیٹک کلب بھالی بیلاکلر' پلوامہ کا کلباں نے گوجری اسٹیج ڈرامہ کی ترقی ماں اہم رول ادا کیو ہے۔ ان کلباں نے اکادمی کا تعاون نال ضلع پلوامہ تے علاوہ کپواڑہ، کرناہ، بارہمولہ، مہینڈر، ہرنی، بنجی میدان چھترالی تے کالابن وغیرہ علاقہ جات ماں گوجری ڈراماں کھیڈ یا۔ ان کا ڈراماں نا دیکھن آلاں نے زبردست پسند کیو تے داد دتی۔

گوجری اسٹیج ڈراماں کی تاریخ ماں ان کلباں کو خاصو رول ہے جس نا کوے بھی نظرانداز نہیں کرسکتو۔ ان کا ڈراماں نا دیکھ کے لوکاں ماں ڈراماں دیکھن تے ڈراماں ماں 'انجمن گوجری زبان وادب دھرمسال کالاکوٹ' راجوری تے 'نور ڈرامیٹک کلب چنڈک، پونچھ نے گوجری اسٹیج ڈرامہ کی ترقی ماں بہت اہم رول ادا کیو ہے۔

'انجمن گوجری زبان' کا کلب 'اثر ڈرامیٹک کلب کالاکوٹ' نے مارچ ۱۹۹۳ء ماں

گوجری کلچرل کانفرنس کالاکوٹ ماں اکادمی کا تعاون نال طارق فہیم کولکھیو وو ڈرامو ٗ فرض ٗ کھیڈ یو۔اس ڈرامہ ماں کل دس کردار ہیں مقدم کا کردارنا مرکزی اہمیت حاصل ہے۔گراں کواک تعلیم یافتہ نوجوان بڑی ہوشیاری تے عقلمندی نال کم لیتاں ماں اس کے خلاف مقدم کی رچی ویں تمام سازشاں اُپروں پردو چان ماں کامیاب ہوجائے آخرکار مقدم نا اپنا کیا کی سزا ملے۔اس ڈرامہ ماں مزاح گھٹ گُھٹ کے بھریو وو تھو۔جس کی وجہ تے دیکھن آلاں نے اس ناز بردست پسند کیو تے داددتی۔

فروری ۱۹۹۴ء اکادمی کا گوجری شعبہ کی معاونت نال انجمن گوجری کا کلب طارق فہیم کولکھیو وو ڈرامو ٗ غریبی ٗ کھیڈ یو۔اس ڈرامہ ماں طارق صاحب نے غریبی کی خوفناک تے دردناک تصویرنا بڑی خوبصورتی نال نگاں کیو ہے اس ڈرامہ ماں پرواز مان کردار نے جس گھڑی اپنی درد یلی تے اثر آنی آواز ماں اپنی غریبی کے متعلق اک نظم گائی تے ڈرامو دیکھن آلا زیادہ تر لوکاں کی اکھاں ماں اتھروں آگیا۔ یوہ نوجوان بڑی ہمت تے دلیری نال غریبی سنگ لڑتاں ماں اپنی پڑھائی نا جاری رکھے۔ حالانکہ گراں کو مقدم اس کی اس کوشش نا ناکام کرن کی ہر ممکن کوشش کرے مگر وہ اپنی ان کوششاں ماں کامیاب نہیں ہوتو۔ دوجے پاسے یوہ نوجوان پڑھ لکھ کے اک اعلیٰ افسر بن جائے۔

فروری ۱۹۹۴ء ماں اسے انجمن گوجری نے گوجری کلچرل کانفرنس ابھینو تھیٹر جموں ماں شوکت نسیم کولکھیو وو ڈرامو ٗ کانی تعلیم ٗ کھیڈ یو۔اس ڈرامہ ماں موجودہ دور کا استاد کی کم علمی پڑھان ماں عدم دلچسپی، کھڑپنچاں کی خوشامد، ڈیوٹی ماں کوتاہی، بچاں تیں گھر کا کم وغیرہ کروان پر، انتہائی خوبصورتی نال طنز کی چوٹ کیں ہیں۔اس کے نال نال گراں کا مقدم کی جہالت تے تعلیم ماں عدم دلچسپی آفسراں کی رشوت خوری وغیرہ نا بھی باندے آنیو ہے میک اپ کی کمزوریاں کے باوجود ڈرامو ناظرین نے پسند کیو تے داددتی۔ڈرامہ ماں تسلسل تے علی کردار نگاری قابل دید ہے۔

اسے سال مارچ ماں انجمن گوجری کا کلب نے خالد وفا کولکھیو ووڈراموٗ بیمار بڈھیڑ' گورنمنٹ ہائی اسکول سوکی ماں کھیڈیو۔ اس ڈرامہ نگار نے گجراں کی ان پڑھتا، غربت، جہالت، وہم پرستی وغیرہ نا جگہ دتی ہے اس کے علاوہ سماج کا بناوٹی پیر فقیراں مُلاں تے جادو ٹوناں آلاں کا کالا کرتوتاں اُپروں پردو چایو ہے۔ ڈرامہ ماں مزاح کی موجودگی دلچسپی کو مرکز بنی رہی۔ ڈرامہ کو پلاٹ اتنوزیادہ مربوط نہیں تھو مگر مکالمہ نگاری نہایت عمدہ تھی۔

دسمبر ۱۹۹۷ء ماں انجمن گوجری زبان و ادب دھرمسال کالاکوٹ کا کلب نے گورنمنٹ ہائر اسکنڈری اسکول لمبیڑی نوشہرہ ماں خالد وفا کولکھیو ووڈراموٗ نشہ کی لہر' کھیڈیو۔ اس ماں نشہ کی بدعت کا تمام پہلواں پر کُھل کے لوگھلی گئی۔ جنوری ۱۹۹۷ء ماں اسے کلب نے گورنمینٹ ہائی اسکول تتہ پانی، ماں شوکت نسیم کولکھیو ووڈراموٗ لوڑ، کھیڈیو گیو۔ اثر ڈرامیٹک کلب کالاکوٹ نے گارڈ سر تحصیل گوریز ماں شوکت نسیم کولکھیو دوڈراموٗ افراتفری' کھیڈیو۔ ان تے علاوہ بھی انجمن گوجری زبان و ادب دھرسال کالاکوٹ کی نگرانی ماں اس کلب ریاست کا مختلف علاقاں ماں ڈراماں اسٹیج کیا۔ یادرہ' اثر ڈرامیٹک کلب، ریاست ماں واحد کلب ہے جس نے گوجری سٹریٹ ڈرامہ Gojri Street Drama نا ترقی دتی۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء ماں اس کلب نے وادی کشمیر کا مختلف علاقہ مثلا ہیرپور چندن واڑی پہلگام، لال پل، لگامہ، تری کنجن، میداناں، رام پور، مہورا، کنگن، وانگت، نارناگ، منی آرم تے پوشکر جسا دوردراز علاقاں ماں سٹریٹ ڈراماں کیا۔

'نشاط ڈرامیٹک کلب چنڈک' پونچھ نے بھی گوجری اسٹیج ڈراماں مختلف علاقاں ماں کھیڈ یا تے ناظرین تے داد حاصل کی۔ اس کلب نے اکادمی کا گوجری شعبہ کی طرف تے منعقد کی جان آلی کلچرل کانفرانسان تے علاوہ اکادمی کا سب آفس راجوری کا تعاون نال باڈر ایریا اسکیم کے تحت پونچھ کا مختلف علاقاں ماں ڈراماں کھیڈیا اس کلب نا بھی ڈراماں کھیڈن ماں اچھی خاصی مہارت ہے۔ اس کلب کی کاوشاں نال گوجری اسٹیج ڈرامہ نا ترقی کرن ماں کافی مدد ملی۔

گوجری اسٹیج ڈرامہ کی بیہہ پنجی سالہ زندگی کو بغور مطالعہ کرن تے بعد ہم اس نتیجہ پر پوہچاں کہ یوہ اجاں تک اپنا ارتقا کی منزلاں کا آخری پینڈا نہیں کچھ سکیو۔ جس کی کُچ ساری وجہ ہیں پہلی وجہ یاہ ہے کہ ریڈیو پر گوجری شعبو کُھلن تے بعد گوجری ڈراماں لکھن کی جھڑی ریس لگی اس کا نتیجہ ماں کافی ڈراماں لکھے گیا ہیں۔ مگر یہ سارا کا سارا ڈراماں ریڈیائی تھا لکھن آلاں نے اسٹیج کا لوازمات تے ممکنات کو قطعی طور پر خیال نہیں رکھیو۔ ان ڈراماں نا کھیڈنو نہ صرف مشکل تھو۔ بلکن ناممکن تھو۔ دوجی بڑی وجہ یاہ رہی کہ گجر شریعت کا پابند رہیا ہیں جس کی وجہ تے اُن کو رُحجان ڈرامہ آلے پاسے گھٹ رہیو ہے۔ ہوراسے وجہ تے گوجری بولن آلی گُجر کال سریاں نے ڈراماں ماں بڑو گھٹ حصو لیو ہے۔ ڈراموسماج تے زندگی کی عکاسی تے ترجمانی کرے۔ کانسری سماج کی بنیادی اکائی ہے جس کا تصور کے بغیر زندگی کی ترجمانی ناممکن ہے۔ نسوانی کردار کی نایابی گوجری اسٹیج ڈرامہ کی ترقی کا رستہ ماں ہمیشہ پتھر نالوں حائل رہی ہے۔ گوجری اسٹیج ڈراماں کو موضوع بنایو ہے جد کہ دوجا کُچ سارا جاندار موضوع بھی ان کے سامنے موجود تھا یاہ بھی گوجری ڈرامہ کی بدقسمتی رہی ہے۔ ریاست کا ناسازگار حالات بھی گوجری اسٹیج ڈرامہ کی ترقی کا رستاں کی اوکھت بنیار ہیا ہیں۔ پچھلا کجھاں سالاں ماں گوجری اسٹیج ڈرامہ نے بڑی سُرت نال اگے بدھن کی کوشش کی ہے اس سلسلہ ماں کلچرل اکادمی کا گوجری شعبہ ڈرامیٹک کاباں انجمناں تے ریڈیو کا گوجری شعبہ نے بہت بڑو اہم رول ادا کیو ہے ان ساراں اداراں کی اس ابتدائی کوشش نا دیکھ کے ہم امید کرسکاں کہ وہ دن ضرور آوے گو جد گوجری اسٹیج ڈراموا پنی ارتقائی منزلاں کا اوکھا پڑا پار کر کے ترقی کی آخری منزل تک پوہچ جائے گو مگر اس واسطے خلوص تے نیک نیتی کی سخت لوڑ ہے۔

چنام گوجری ڈراما

رانافضل حسین راجوروی

پیدائش:3 اگست 1931ء پروڑی گُجراں راجوری

رانافضل حسین راجوروی کی پیدائش راجوری کا گراں پروڑی گُجراں مانھ مقدم فیض محمد ٹھنچ ہوراں کے گھر ۳ اگست ۱۹۳۱ء مانھ ہوئی۔میٹرک تک کی تعلیم راجوری ہائی سکول تیں مکمل کر کے اپنا ہی علاقہ مانھ تجارت کو پیشو شروع کیو پر قدرت نا شاید کجھ ہور ہی منظور تھو۔ ۱۹۴۷ء کی ملکی تقسیم کے نال ہی خاندان وی تقسیم ہواتے رانا ہوروی کئی رشتے داراں سمیت پاکستان چلے گیا پر جلدی ہی وطن کی محبت واپس چھک لیائی۔گُوجر قوم کی سیاسی تے سماجی بد حالی کو احساس کرتاں نویں سر اپنی تجارت تے سماجی سیاسی سرگرمی شروع کی تھیں جے ۱۹۶۵ء کو حادثو ہوؤ تے رانا ہور وطنوں بے وطن ہوگیا۔خاندان کا کئی آدمی شہید ہوگیا۔ان گو سارو کُجھ بے دردی نال کھسے گیو۔ پر گوجری زبان کو دامن ان کے ہتھوں نہ چھٹیو۔سگوں اپناں کا وچھوڑا تے بے وطنی کا غم نے اُن کی تحریراں مانھ سوز تے درد بھر چھوڑیو۔جھڑو باقی لکھاڑیاں نالوں انھاں نا ممتاز کرے۔

پاکستان جاتاں ہی انھاں نا ذبیحؔ،قمرؔ،مجؔور،تے صابر آفاقیؔ جیہا گوجری لکھاڑیاں کی سنگت نصیب ہوئی تے و یہ گوجری ادب واسطے کی جان آلی شعوری کوششاں مانھ شامل ہو گیا۔ دِن بدِن انکا جوہر کھُلتا ہی گیا۔پاکستان مانھ گوجری ادب کی نشر واشاعت مانھ رانا فضل ہوراں کو اہم رول ہے۔و یہ ۱۹۶۷ء تیں ۱۹۹۰ء تک بدستور ریڈیو تراڑکھل کے ذریعے گوجری کی خدمت کرتا رہیا تے اجکل سبکدوش ہو کے گوجری کی خدمت مانھ مصروف ہیں۔

اقبال عظیم چوہدری تے رانا فضل حسین بلا شبہ بیہویں صدی کا سب توں زیادہ کامیاب گوجری تخلیق کار ہیں۔جنھاں نے گوجری ادب کی ہر صنف مانھ خوبصورت اضافا کیا ہیں۔رانا نے گوجری مانھ ڈراما،آزاد نظم،غنائیا تے غزل کی جاگ اپنے ہتھیں لائی ہے۔رانا ہوراں نے گوجری ادب مانھ نواں نواں سِلکا کڈھیا ہیں۔جنھاں نال نواں مسافراں نا

خاص طور پر سوکھل ہوئے گی۔ رانا ہوراں کو کمال یوہ ہے جے انھاں نے اپنی دھرتی پر پیر رکھ کے تاراں نا ہتھ لان کی کوشش کی ہے۔ تے گوجری لکھاڑیاں مانھ قلم پر جتنی مضبوط گرفت انھاں کی ہے اتنی ہور کسے کی نہیں۔

گوجری ادب کی کائے وی صنف ہوئے گیت غزل، نظم یا نثر، رانا فضل نے ذاتی تے سماجی، دل کا تے دنیا کا درداں مانھ انچھویا تے ٹھیٹھ گوجری لفظ خوبصورتی نال پرویا ہیں۔ اُن کی منظوم تحریر تے دُنیا کے باندے ہیں پر نثر خاص کر اُن کی چٹھیں پڑھتاں نوں لگے جس طرح انسان چُوری کھاتو ہوئے۔ ہجر وچھوڑا تے دیس کی گلیاں کا غم نے نے ہی رانا کی شاعری مانھ سوز بھریو ہے۔ تے مُڑ مُڑ کے پیر پنجال کا ہاڑاں نے رانا فضل نا وی گوجری ادب مانھ واہی بلندی تے عظمت بخشی ہے جہڑی کشمیر مانھ پیر پنجال نا حاصل ہے۔

رانا فضل ہوراں نے بے شمار گوجری ڈراما لکھیا ہیں تے اُنکا مشہور ڈرامہ ''روشنی'' نا قومی ایوارڈ وی ملیو ہے۔ اُن کی شاعری کی کتاب ''بانپھل بانپھل پانی'' اک بار ادارہ ادبیات تے دوجی بار جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی نے شائع کی ہے۔ یاہ کتاب صنف تے مضمون کی وسعت کے نال نال معیار کا اعتبار نال وی گوجری زبان کی اک مثالی تے بہترین کتاب ہے۔ اُن کی منظوم چٹھیاں آلی کتاب ''سانجھا دُکھڑا'' کا ناں نال پچھلے ہی سال ریاستی کلچرل اکیڈمی نے شائع کی ہے۔ تے اُنکا گیتاں کی کتاب ''ماہل'' شنگراں کا گیت کے تحت شوئع ہوئی ہے۔

اُنکی تخلیقات کی ترتیب کُجھ اس طرح ہے:

۱۔ نعت ۱۹۶۸ء ۲۔ رت کا نشان ۱۹۶۹ء (نثر کی پہلی کتاب)
۳۔ بانپھل بانپھل پانی (شاعری) ۴۔ لہو پھوار (شاعری)
۵۔ سانجھا دُکھڑا (منظوم خط) ۶۔ ماہل (گیت) ۷۔ ہتھ گگن پاتال کی (کہانیں)
۸۔ پریم پتر (نثری خط) ۹۔ گوجری لوک بار ۱۰۔ نچھڑی کونج اڈار (شاعری)
۱۱۔ مثنوی پیر پنجال ۱۲۔ گوجری ڈرامہ۔

افسوس کی گل ہے جے وقتی حالات کی مجبُوریاں تیں انھاں کی تازہ تخلیقات ہم نا میسر نہیں ہو سکیں۔ اللہ جی نے اِن حشر بروبر پاڑاں نا کدے مِلن کی ٹا کی لائی تاں انھاں بارے ہور وی متو کُجھ لکھیو جا سکے گو۔

سوچاں کا پینڈا

رانا فضل حسین

محسودار:

زیتون: شرفو کی ایکی بچی

شرفو: بسیوا تے شریک وارا کو بے گھر بنایوؤ وجنو

مہری پردھانی: اِک نیکو کار سوانی

ناصر: مہری پردھانی کو پڑھیو لکھیو گیرؤ

مقدم میر: مہری پردھانی کو آکڑ پھا کڑ آلو پوت

سمی: زیتون کی سہیلی

زیتون: بابا!

شرفو: ہوں!

زیتون: تم حیران کیوں او بابا، کہڑ یاں سوچاں ماں ڈُبیا ہو؟

شرفوں: (گل چھپاتاں) ہیں، نہیں نہیں، کجھ نہیں زیتون، کجھ نہیں سوچتو!

زیتون: کوئے گل تے ہے نا بابا؟

شرفو: نہیں۔ سروں کوئے گل نہیں!

زیتون: دسو، کے گل ہے، نہیں تے ہوں رُس جاؤں گی!

شرفو: (لاڈ نال) دھی لاڈی کوئے گل نہیں!

زیتون: ہوں وی نہیں بولتی۔

شرفو: ہیں، فر واہ ہی ضد۔

زیتون: میں ضد کدے نہیں بابلا تم اج کج سوچ رہیا او۔

شرفو: کے دسوں بچڑ یئے۔ کج نہ پچھ میری سوچ ہی مرگئی۔

زیتون: کے اوکھت ہے بابا

شرفو: اوکھت اکا ہی ہے۔

زیتون: دسونا۔

شرفو: مچ ہی ڈاہڈی اوکھت۔

زیتون: کج دسونا جے ہوں تھاری کاری آؤں۔

شرفو: تیں کے میری کاری آنو ہے۔

زیتون: کیوں باباجی۔

شرفو: دیکھنا بچی، توں، دھی ذات ہے۔

زیتون: وقت آن پر، سپوت وی ہوجاؤں گی۔

شرفو: نہ دکھیو دل کر ھیٹر بچی۔

زیتون: (افسوس کرتاں) ہوں کدے تھارو پوت ہوتی۔

شرفو: فراسانوں چن تارالاہ آنی۔

زیتون: دسونابابا، کے دُکھ ہے۔

شرفو: کج نہ پچھ بچی۔

زیتون: ڈنگھیاں سوچاں ماں، نہ ڈُبیا کرو بابا۔

شرفو: تیرے بارے ہی سوچوں ہاں نا۔

زیتون: کیوں، ہوں بوجھ، بن گئی ہاں تھارے پر۔

شرفو: اپنو دل تے کالجو، کدے بوجھ نہیں ہوتو، میری دھی رانی۔

زیتون: تم کجھ بجھیا بجھیا ہو بابا۔

شرفو: بچئے، کدے تیری ماں زندہ ہوتی۔

زیتون: امڑی ہوتی آ، تے ہوں وی مہر حشمت کی کڑی ہاروں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی۔

شرفو: ہوں جگ کو غریب ہاں نا۔

زیتون: غریب ہونو کوئے مند نہیں بابلا۔

شرفو: غریبی ڈاہڈی مندی ہیں بچئے۔

زیتون: تم غریب کیوں او بابا، تم وی ہمت کر کے مقدم بنتا۔

شرفو: تھو تے سہی، پر ظالماں نے نہ رہن دِتو۔

زیتون: کے دکھڑا ہیں بابا

شرفو: ہوں وی تے مقدم ہی تھو، باپ مر گیو، یتیم ہو یو تے شریکاں نے زمین کھس لئی۔

زیتون: فر کے ہو یو بابا؟

شرفو: ہوں، خانے بدوش ہو گیو۔

زیتون: کسے نے وی تھاری مدد نہ کی۔

شرفو: کون کرتو نہ کوئے بھائی نہ انگ نہ ساک، بس ہگری ڈالی ہوروں۔

زیتون: مہارو کوئے وی نہیں بابا۔

شرفو: اللہ بناں کون ہے۔

زیتون: اللہ ہے تے، فر ہور کسے کی لوڑ کے ہے بابا جی۔

شرفو: (گل بدلاتاں) کج دھیاڑاں تے سوچ رہیو تھو بچیئے

زیتون: کے سوچ رہیا تھا؟

شرفو: ہوں کدے محنت مجوری واسطے جاؤں۔

زیتون: جاؤ نا بابلا۔

شرفو: نہ گھر، نہ گھاٹ، تناں کس کول چھوڑوں؟

زیتون: ہوں وی تھارے نال مجوری کرن چلوں گی نا بابا۔

شرفو: شہراں کی زندگی، تے رہن سہن تیں، ہم گرائیں پناہ منگاں بچیئے

زیتون: کیوں بابل؟

شرفو: توں نہیں نا جانتی.......ماں تیری ہوتی فر تے گل تھی۔

زیتون: تمنے مت، مناں ماں ہاروں ہی پالیو ہے۔

شرفو: ماں فر ماں ہی ہودے نا۔

زیتون: میرو غم نہ کرو بابا۔تم جاؤ مجوری پر۔

شرفو: اک گل مچ دناں تیں سوچاں ماں مڑ مڑا بھرے۔

زیتون: کے گل بابا؟

شرفو: تحے مقدم میر ہوراں کی ماں ہے نا۔

زیتون: اخاں بابا۔

شرفو: واہ ڈاہڈی نیک بخت ہے اس کولے تناں چھوڑ کے جا سکوں ہور کوئے وی اعتباری نہیں۔

زیتون: ہوں ٹکی رہوں گی بابا، پر تم اتا ولا مڑیں تاں۔

شرفو: مجوراوی کدے اتا ولا مڑیا ہیں دھیئے، میں کجھ قرض مام۔ادھار سدھار کر کے رقم وی جوڑی ہے۔

زیتون: کاں واسطے بابا؟

شرفو: نوں ہی۔

زیتون: کدے دوبئی جان کو ارادو تے نہیں۔

شرفو: نہ بچی نہ۔

زیتون: کسے فریبی جنٹ کے اڈے نہ چڑھیو بابا، یہ لوکاں نا نیلام کر کے سمندراں ماں وی پھینک چھوڑیں۔

شرفو: (ہنس کے) تیں بھنڈی شروع کردتی ہے۔

زیتون: میں سینو ہے۔ جنٹ ہیں نا جیہڑا۔ دیہ لوکاں نا حیواناں مال چوکھراں ہاروں بیچ چھوڑیں۔

شرفو: نوں ہی باتونی ہے توں۔

زیتون: سچیں بابا۔ مت پردیس جاتا ہویں۔

شرفو: جانو تے ہے نا........ بڑو کاج ہے میرے سر۔ دھی کو باپ ہاں داج واسطے بک جاؤں۔ تاں وی گھٹ ہے۔

زیتون: داج کے بلا ہووے بابا، کس واسطے داج لوڑیں تم۔

شرفو: چھوڑ یا کر گلو کڑے۔ یاہ گل دس فرمقدم میر کی ماں کول چھوڑ جاؤں۔ تناں

زیتون: جس راں تھاری مرضی

شرفو: چلاں فررب کے آسرے

دوجو سین کتاں کی بھونک تے شروع ہوے

شرفو: مہری جی سلام،

مہری: کون ہے سلام کرن آلو..........اوخو، شرفو تم

شرفو: جی ہوں۔

مہری: یاہ نال کس کی گدری شرفو؟

شرفو: میری ہے جی۔

مہری: (حیرانگی) تیری؟

شرفو: جی جی، رب کی ہی دولت ہے۔

مہری: سچ مچ رب کی دولت ہے۔ پھل جئی نازک تے چن جئی سوہنی۔

شرفو: سلام کر زیتون۔

زیتون: سلام ہے موسی جی۔

مہری: سلام بچیئے، جیتی رہو۔ آپے ہی موسی بنالی ہاں۔

شرفو: مہری جی۔ اج اک نکی جئی آس لے کے آیو ہاں۔

مہری: کے آس ہے؟

شرفو: ہوں مجوری پر جار ہیو ہاں مہری جی۔

مہری: تے جانا نیک بخت........کون ٹھاکے

شرفو: زیتون ایکلی ہے۔ ہوں چاہوں تھارے کولے ٹکی رہے!

مہری: مھارے کولے؟

شرفو: اخاں جی تھارے گھر۔

مہری: میرا پوت مقدم میرنا پچھیو ہے؟

شرفو: نہیں جی، ہوں تھارے بخن ہور کسے نا نہیں پچھتو۔

مہری: اچھا۔

شرفو: ہوں تھاری آس تے رب کی ڈاہ رکھ کے آیو ہاں۔ معصوم بچی نا ہو ٹھے کدے چھوڑ وی نہیں سکتو۔

مہری: رب کے حوالے، چھوڑ جا نترفو، اپنی دھی ہاروں رکھوں گی۔

شرفو: مہری رب تھارا اقبال، عرشاں تیں وی اچا کرے دوئیں جہانیں تھارو بھلو، سودے۔ دہدھیں پوتیں رجی رہے مہری پردھانی۔ تیرو باغ سدا بہار پھلے پھُلے۔

مہری: کے ناں ہے بچی کو؟

زیتون: ناں میرو زیتون ہے جی۔

مہری: سوہنو پیاروں ناں تے سوہنی پیاری بچی ہے شرفو!

شرفو: جی جی۔

مہری: کوئے دانہ پھکا، یارو پیالوڑتا ہوویں تے لے جائیے۔

شرفو: کس واسطے جی۔

مہری: ہوں اس کولوں گھر کو کم کاج وی کراتی رہوں گی نا، کجھ حق مک جائے تے چنگو ہے۔

شرفو: کم کاج آپے کرے گی۔ہم نا کجھ نہیں لوڑتو جی۔

مہری: مجوری پر نہ جانیک بختا۔

شرفو: کے کروں مہری جی، تم آپے سیانی بیانی او، ہوں، مہوں، مت اِک دھی کو باپ ہاں (اُداس) وہ وی غریب، خانے بدوش، کنگال، بے گھر بے در۔

مہری: نہ شرفو نہ، تے جرم کنگال مندو، توں وی مت زمیناں آلو تھو۔

شرفو: کوئے لیکھ ہی بھیڑا تھا جی۔

مہری: رب بھلی کرے گو۔سدا ایک جیو وقت نہیں رہتو۔

شرفو: میرو کون ہے جی، یا دِ بچی اک جیتر وں ہے۔بس،

مہری: تیرو کوئے نہیں۔

زیتون: ہوں وی مت بابا جی کو ہاں۔

مہری: (ہس کے) شاوا شے، شاوا شے سوہنی گل کہی۔

زیتون: مہری موسی جی، میرا بابا ہور سوچاں ماں ڈبیار ہیں۔

مہری: کہڑی سوچاں ماں؟

زیتون: اخے، ہوں کڑی کیوں ہاں۔

مہری: اچھا، یاہ گل ہے۔ دھی، رحمت ہووے رب کی۔

شرفو: گلو کڑ ہے ڈاہڈی۔

مہری: سوہنی گل کرے

شرفو: مہری جی، یاہ رب کے حوالے، تے تھارے

مہری: سوہنا رب کے حوالے۔

شرفو: تمناں رب سلامت رکھے۔ نالے میری لاڈلی بچی نا۔

مہری: بے لکر ہو کے، بے چنت ہو کے جا شرفو۔

شرفو: کدے ا یکی نہیں چھوڑی۔

مہری: ہوں اپنی بچی ہاروں رکھوں گی۔ نہ گھابر۔

شرفو: کوئے اپرالا چارا آ لو ہور نہیں تھو۔ مہری جی

مہری: رب نا سونپ، کیوں پریشان ہووے۔ ات مہارے، کوئے ایرو گیر و نہیں۔ ناصر ہے تے وہ شہر پڑھے۔ کالج ماں داخل ہے۔ کدے کدائیں آوے۔ بڑو پوت میر مقدم ہے۔ اس نا، پنچ گیری ہی نہیں چھوڑتی۔

زیتون: کالج ہوں وی پڑھ سکوں موسی۔

مہری: (ہس کے) کیوں نہیں پڑھ سکتی۔

شرفو: اس نے، تمناں آپے ہی موسی بنالیو ہے۔

مہری: پیاری پیاری سوچاں آ ی بچی ہے۔

شرفو: مچ ہی چاتر ہے۔

زیتون: چاتر دھی چنگی نہیں ہوتی۔

مہری: توں مُچ مُچ چنگی ہے۔

شرفو: یاہ تمناں مُچ تنگ کرے گی۔

زیتون: کیوں تنگ کروں گی۔کوئے عیسیٰ ہاں۔جھلی پگلی ہاں۔

شرفو: لیری ڈاہڈی ہے غصے ہوگئی۔

مہری: عقلاں آلی دھی ہے اج ہی اس نے اپنوآپ منوالیو ہے۔

شرفو: گلوکڑ ہے، باتانی

مہری: انت ہی پیاری تے مچ ہی چنگی ہے۔

شرفو: ہوں جاؤں رب راکھو!

مہری تے زیتون: (دو۔ئے) رب راکھو

(سین بدلے، میوزک)

مقدم: ناصر ہیں۔کون ہے توں (محکمانہ لہجو) بولتی کیوں نہیں؟

زیتون: جی ہوں ہاں۔

مقدم: ہے کون؟ کتوں آئی ہے کڑیئے۔

زیتون: ہوں اتے ہی رہوں جی۔

مقدم: (غصو) ہوں پچھوں ہے کون؟

زیتون: ہوں زیتون ہاں جی۔

مقدم: کون زیتون۔آئی کتوں، ہے کس کی، کوئے اتو پتو؟

زیتون: اتے ہی رہوں ہاں۔

مقدم: اتے کیوں رہے؟

زیتون: میری مرضی ہے۔تم کون ہوویں رُعب سٹن آلا۔

مقدم: اچھا، اگ نا آئی۔مدعی بن بیٹھی۔

مہری: (دوراڈاتیں) بچہ میر، زیتون نال بحث ہور ہی ہے۔

مقدم: یاہ کس کی گدری امی جی؟

مہری: یاہ شرفو بے چارہ کی ہے۔ وہ کجھ دناں واسطے اِت چھوڑ گیو ہے۔

مقدم: کیوں امی جی؟

مہری: ات چھوڑ کے، آپے کدے غریب مجوری کرن گیو ہے۔

مقدم: اتے ہی مانجھی ٹک رہتو نا۔

مہری: جا زیتون دہدھ رڑک، بہلی بہلی سجری لسی بنا۔

زیتون: جی موسی جی ہنیں تیار

مقدم: امی جی۔ تم ہر کسے نا گھر وارث بنا چھوڑیں۔

مہری: مہارے پران لوکاں کا کجھ حق ہیں نا پوت!

مقدم: ہم نے کوئے، غریب پالن کو ٹھیکو لے رکھیو ہے۔

مہری: آں خاں۔ گرب نہ بولیا کر!

مقدم: ناصر نے اج آنو تھو آیو نہیں

مہری: سال ہو گیو، آیو نہیں

مقدم: (ہس کے) وہ آ گیو تھارو لاڈلو۔

مہری: او بسم اللہ، ہوں گھول گھمائی، ہوں قربان تے صدقڑے، آ گیو میرے لعل۔

ناصر: (ذری دوروں) امی جی ہوں آ گیو۔

مہری: لکھ بسم اللہ، جی صدقے

ناصر: اداتم وی بل؟

مقدم: بل بردم، خوش پرسند۔

ناصر: ہوں آیو تم ٹرپیا۔

مقدم: اک جرگہ پر چلیو ہاں ناصر۔

ناصر: انصاف کریا کرو انصاف۔ جرگا انصاف منگیں۔

مقدم: (ہس کے) وعظ فر سنناں پے گیا۔

مہری: ٹھیک ہی کہے ناصر، زیتون سجری لسی پلا ناصر نا۔

زیتون: (ذری دوروں) لیائی موسی۔

ناصر: زیتون؟ ہیں امی، کون زیتون؟

مہری: یاہ اک کڑی ہے ناصر

ناصر: ات کے کرے۔ کیوں آئی؟

مہری: اتے ہی رہے۔ ایویں آئی۔

زیتون: پیو جی لسی۔

مہری: سلام کر زیتون۔

زیتون: ہوں کیوں سلام کروں او پرا بابونا۔

مہری: زیتون یوہ میرو ناصر ہے نا۔ پرایو تے نہیں نا۔

زیتون: فر تے سلام ہے صاحب جی۔ معافی چاہوں۔

ناصر: معافی کس گل کی؟

مہری: مچ ہی صاف دل، تے سدھی سادی ہے۔ کھری

ناصر: کس کی ہے یاہ کڑی؟

مہری: اس کو باپ، خاصا عرصہ کولو مجوری کرن گیوؤ ہے۔ اس نا میرے کول چھوڑ گیو۔

ناصر: نیکی ہے ماں

مہری: بھلیائی باقی رہنی ہے نا۔

ناصر: سچ

مہری: ہن یاہ، لوی گندل ہاروں جوان ہوتی جا رہی ہے۔

ناصر: کتنی معصوم تے حیادار ہے

مہری: بڑی انکر تے آن آئی ہے، توں ہی نہیں۔

ناصر: چہرا مہرا توں لبھے کرے، اس نا ہیشگی اتے ہی رکھئے ماں۔

مہری: پرائی دھی ہے، اوڑک جانو ہے۔ زیتون

زیتون: جی موسی جی۔

مہری: ہوں چلی پرے، توں ناصر نا روٹی کھلا، ردھ پکار کھیو ہے کج؟

زیتون: چنتا نہ کرو موسی، سب کج تیار ہے۔

(جاتاں پیراں کی کیٹر کے نال مدھم
جیو میوزک بھانڈاں کو کھٹر کار)

ناصر: وئی زیتون

زیتون: جی فرماؤ۔

ناصر: (ہستاں) ہوں تیرا ہتھ کی پکی روٹی نہیں کھان لگو۔

زیتون: (لاپرواہی نال) ہوں کیہڑی منت کرن لگی جے ضرور کھائیے۔

ناصر: اوخو، خفا ہوگئی۔

زیتون: اخاں ضرور خفا ہوئی ہاں

ناصر: کیوں جی کے شوخی ہوگئی۔

زیتون: ناصر بابو! دل کے کنیں سن لے۔

ناصر: جی جی، سنیں کروں۔

زیتون: میری اجازت بن، رسوئی ماں آیو کیوں؟

ناصر: غلطی ہوگئی سرکار۔

زیتون: جاؤ جی اپنا کمرہ ماں۔ اتے ہی سب کج لبھ جائے گو۔

ناصر: ہوں نہیں جاتو۔

زیتون: کیوں جی۔

ناصر: یوہ گھر بار میرو ہے۔

زیتون: ہوتو ہوئے گو تیرو، ہوں کیہڑی بیج کران لگی۔اس وقت چلواتوں۔

ناصر: ایں نخیں،ایڈ غصو،اتنی لہر،فروی، کتنی سوہنی ہے۔

زیتون: (غصہ ماں) چیتے ہورکائے گل ہووے ناصر۔میروناں کیوں لیو۔

ناصر: (ہس کے) تیں وی میروناں بلایو ہے،اپروں ہور چ رعب۔

زیتون: بس جی بس،زیادہ چاتر نہ بن ناصر،ہوں تیری کج نہیں لگتی۔

ناصر: وقت ہی دسے گو۔مہاراں دلاں کی سانجھ کے ہے۔

زیتون: چل ناصر،موسی آوے کرے۔(چلتاں قدماں کی کیڑ ماں ہونو جیو میوزک)

مہری: ناصر:

ناصر: جی امی جی

مہری: توں کسے ڈنگی سوچ ماں ڈبیوؤ وسہی لگے۔

ناصر: اخاں امی جی۔اج لمیاں سوچاں کا پینڈا کچھ رہیو ہاں۔

مہری: (حیران ہوکے) کے گل ہے ناصر؟

ناصر: فروسوں گو امی جی۔

مہری: نہ بچیانہ،اج ہی دس۔

ناصر: خفا نہ ہوویں تاں۔

مہری: (دلاسو دیتاں) کدے پہلاں خفا ہوئی ہاں؟

ناصر: نہ امی جی۔کدے خفا نہیں ہو یا تم،سگوں سدا بہار پیار ہی دتو ہے۔

مہری: گل دس ناصر..............کے چھپار ہیو ہے اج۔

ناصر: امی جی،زیتون میری پسند ہے۔

مہری: (حیرانگی نال) کے کہہ رہیو ہے ناصر، توں ہوش وچ ہے نا۔

ناصر: اخاں امی، بقائمی ہوش حواس اپنا دل کو فیصلو، تھاری عدالت ماں پیش ہے۔

مہری: تیرو بھائی یاہ گل منے گو؟

ناصر: کیوں نہ منے گو، ہوں عاقل بالغ پڑھیو آدمی ہاں۔

مہری: تیرو یک فیصلو کڑی ان پڑھ ہے ناصر۔

ناصر: جی پکو فیصلو! ان پڑھ ہے تے فر کے؟ سیرت، صورت، کردار، کہڑ ی، خوبی ہے جیہڑی زیتون کو لے نہیں۔

مہری: ہوں آپے فر تیرا بڑا بھائی میر نال گل کروں گی۔

ناصر: اخاں امی ضرور۔ میں تھاری بہوا تے ہی لوڑی ہے نا۔

مہری: چل شرارتیا.........شروئی کر۔

ناصر: وبیہ ادا مقدم میر ہور آ رہیا ہیں امی.........میں کھکوں۔

مہری: ہن نس پیو۔

(جاتاں پیراں کی کیڈ نال مدھم میوزک اچانک ناصر زیتون نال بھلاواماں ٹکرا جائے تے چاہ آلا بھانڈا اڈھے جائیں)

زیتون: (لہر ماں) اوہ۔ اکھ ہیں جے نہیں۔

ناصر: (شرم کے) معاف کریئے زیتون، ہوں پشاں تک رہیو تھو ٹکر ہوگئی۔

زیتون: بھانڈا توڑ چھوڑیا، کے تک کے نہیں ٹرن ہوتو، ایویں ہی.........

ناصر: چنگا شگن ہیں زیتون، کوئے برتن نہیں ٹٹو۔

زیتون: کے ادھم مچایو وَو ہے، توبہ توبہ۔

ناصر: ہوں معافی منگوں ہاں جی۔

زیتون: ہوں معافی نہیں دیتی۔

ناصر: فردؤ ہتھڑ معافی منگوں..........معاف کردے زیتون!

زیتون: (مشکڑ یا کے) چلواج ہوگئی معافی۔

ناصر: شکر ہے وَوربا

زیتون: مناں وی معافی، میں وی کھوہری گل کہی تھی۔

ناصر: میں، اک بہت بڑو فیصلو کیو ہے زیرون!

زیتون: کے فیصلو ناصر؟

ناصر: تناں اپنی امی کی بہو بنانو ہے زیتون۔

زیتون: (ہس کے) ناصر کج حیا کر، شرونی کر۔

ناصر: بیاہ تیں بڑو حیا کہڑو ہے سونہئے، ہوں ایویں ہی ہاسی نہیں کرتو، زیتون، ہن فیصلو تیرے ہتھ ہے۔ میری زندگی توں ہے۔ ہاں کر یا نہ کر۔

زیتون: ہوں اک غریب کی دھی ہاں ناصر، تو اک امیر گھر کو پڑھیو وَ خوش حال مقدم ہے۔

ناصر: یوہ میری زندگی کو اہم فیصلو ہے۔ تناں میں اپنی حیاتی بنان کو فیصلو کر لیو ہے۔

زیتون: سچ کہے ناصر؟..........ہوں تے ٹھٹھو سمجھوں تھی۔

ناصر: میری زندگی ہن تیری ہاں کی محتاج ہے۔ میں اپنا دل کا پیار کو فیصلو کر لی ہے۔

زیتون: ناصر........................(نس کی معمولی آواز)

(معمولی میوزک کی سُر)

ناصر: (آپ مہارو) میرا پیار کو جواب ہتھ ماں ہتھ دسے کے نس گئی ہے، ہوں، اس نا، ہاں سمجھوں یا، نہ، ہتھ دین کو مطلب ہے، ہاں اقرار، زیتون میرے نال بیاہ تیں انکار نہیں ہو سکتی، میں پیار تے خلوص نال، اس نا چاہیو ہے۔ انت ہی گو، ڑھا پیار نال۔

مہری: میر، تیرے نال اک ضروری گل کرنی ہے۔

مقدم: کرونا گل امی جی۔

مہری: زیتون کے بارے کج سوچنو ہے۔

مقدم: اس کو باپ آ گیو ہے امی جی، بلا کے حوالے کرو۔

مہری: زیتون تے ناصر کی جوڑی کیسے رہے گی۔

مقدم: کے کہہ رہی ہے مائے؟

مہری: ٹھیک کہہ رہی ہاں میر۔

مقدم: ریشم کا چھپرا نال، ٹاٹ کی ٹاکی۔ کوئے عقل کی گل کرو۔

مہری: ٹھنڈے دل گل کر میر۔

مقدم: ہم ملک ماں ہکیا وا، مہاری پگ کو شملو اچو ہے۔ ان پڑھ، میٹری، غریب کڑی کو ناطو، نہیں ہو سکتو،

مہری: غریب ہونو کوئے جرم نہیں میر، سیرت صورت ماں۔ زیتون جی کڑی مہارا سارا خاندان ماں کائے نہیں۔

مقدم: (ناراضگی نال) مائے تمناں کس طرح سمجھاؤں؟

مہری: ہوں سمجھوں وی ہاں، یوہ میر و اٹل فیصلو ہے۔ زیتون تے ناصر کو رشتو ہو کے رہے گو۔

مقدم: ماں سوچ تے سہی۔

مہری: ہوں وی غریب کی دھی تھی میر، میں تھارا باپ کی مقدمی بنائی۔ زیتون کے نال مناں وی گھروں کڈھ چھوڑو۔

مقدم: امی جی تھارو فیصلو ہے؟

مہری: اخاں، ان ٹٹ فیصلو، زیتون لائق فائق، سلائی بُنائی تے کڑھائی ماں تاک ہے، عقل تے شکل کی پری ہے۔ گھر کو سارو ترجت سمہال لیو ہے۔

مقدم: ناصر منّے گو؟

مہری: اسے کوا پنو فیصلو ہے، اس کی مرضی ہے، تاں ہی ہوں وی کہوں۔

مقدم: تھاری مرجی تے اس کی...........ہوں کون ہو یو۔

مہری: ہوں جا کے شرفو بھائیانال گل پکی کروں گی۔

مقدم: نہیں امی جی، ہوں جاؤں گو۔

(سین بدلے)

مقدم: شرفو کے کرے۔

شرفو: میر مقدم جی تم۔

مقدم: اخاں ہوں

شرفو: بیونا مقدم، ہے تے غریب کی کٹھلی۔

مقدم: خیر ہے، شرفو............میری گل سن

شرفو: جی، کیوں آیا رات کے سمے۔

مقدم: اک کم ہے۔

شرفو: کے کم ہے، حکم کرو جی

مقدم: زیتون کو بیاہ کر دے۔

شرفو: زیتون کو بیاہ، کیوں جی.................ہوں وی چاہوں، مگر رشتو مناسب کوئے نہیں۔

مقدم: اگر مگر چھوڑ، کڑی جلدی بیاہ دے۔

شرفو: خرچو کتوں آنوں مقدم میر جی۔

مقدم: کوئے رشتو ہے؟

شرفو: ہے اک اپنی بہن کو جاتک

مقدم: اے لے پنج ہجار روپیا۔ستاں دناں ماں بیاہ کردے۔

شرفو: نہ صاحب جی، ہوں قرض نہیں چاتو۔

مقدم: قرض نہیں مویا۔مدد ہے میری طرفوں، مفت

شرفو: تھارو بھلو ہووے۔

مقدم: اک گل ہور سن بیاہ تیں اک دن پہلاں زیتون نا ات سدلیا ئیے۔

شرفو: مہری ہوراں ناوی سدوں گو۔

مقدم: و یہ ناصر کو لے شہر گیا واہیں۔ات نہیں ہوسیں، امی جی کا حکم نال یہ روپیہ دتا ہیں و یہ نہیں آسیں، توں کم نمیٹر !

شرفو: اچھا جی۔

مقدم: میر وات آن کو کسے نا پتو نہ لگے۔میری گل صرف اپنے تک رکھئے۔

شرفو: کسے نا پتو نہیں لگ سے، تم بےفکرا جاؤ۔

(سین بدلے)

ایک آواز: ناصر۔اب پچھتائے کیا ہووت رے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت رے !

ناصر: کے گل ہے رے۔

ایک آواز: ہونی ہوگئی رے ناصر۔

ناصر: کے ہونی؟

ایک آواز: اس گدری کی زبانی، سن گجرانی بارے۔

ناصر: یاہ کس کی جنج ہے؟ یاہ کس کی ڈولی جارہی ہے۔

سمی: یاہ، میری سہیلڑی کی جنج ہے۔یاہ تیرا پیار کی جنج ہے، ناصر

ناصر: کے کہے گدری۔

سمی: گجرانی لاڑی کی کہانی۔۔۔۔۔میری زبانی سن ناصر۔

ناصر: یوہ کے ماجرو ہے؟

سمی: یاہ اک غریب کڑی کی جج ہے۔ یاہ اک بڑے گھر جانو چاہوئے تھی۔ پڑھیا لکھیا گبرو نال پیار کرے تھی۔

ناصر: فر؟

سمی: اس کا بڑا بھائی نے سازش کی۔ اپنی ماں تے اپنا نکا بھائی کی خوشیاں کی قبر کڈھ چھوڑی۔ اس گجرانی کا بابا نا پنج ہجار روپیا دتا۔ ساراں نا بھلیکھا ماں رکھیو۔

ناصر: پیچ نہ بکھان گدری۔ پہلی دس کس کی جج ہے؟

سمی: ناصر......یاہ زیتون کی جج ہے،اس ڈولی ماں زیتون کی جیتی لاش گئی ہے ناصر!

ناصر: (چیخ کے) زیتون! زیتون! میرو پیار ہار گیو۔

ہوں زندگی ہار گیو، زیتون،توں ڈولی چڑھ کے،اچے گگن چڑھ گئی۔ ہوں زندگی تے پیار ہار کے نا کامی کے ڈنگے پاتال دفن ہوگیو، زیتون، ہم دوئے جیتا جاگتا ہی مر گیا۔ زیتون، میریاں سچیاں سوچاں کا پینڈا مر گیا!

اقبال عظیم چوہدری

پیدائش: وانگت 1940ء

باباجی صاحب لاروی ؒ کا دوہترا تے میاں محمد اکبر بجران ہوراں کا فرزند میاں محمد اقبال نا ادبی دُنیا اقبال عظیم کا ناں نال جانے۔ اُن کی پیدائش بابانگری وانگت مانھ ہوئی تے اُتے ہی مُڈھلی تعلیم حاصل کی۔ عِلم تے ادب اُن کی چار چوفیری کِھلر یو وو تھو۔ اس گلوں وبہ وی متاثر ہونو نہیں رہ سکیا۔ پر نال ہی گوجرا ماحول کی تنگدستی، سماجی ناانصافی تے سیاسی حالات وی اس جذباتی نوجوان نا برداشت نہین وہیں تھا۔ تے یوں مُدت توڑی اُنکے اندر چھپیا وا اک دردمند شاعر تے سیاسی جِن کے بشکار جنگ ہوتی رہی پر آخرکار معجزاتی طور پور اس شاعر نے سیاسی جِن قابُو کر لیو تے اس طرح گوجری زبان نا اس سپُوت کی خدمات میسر آگئیں جس پر بلاشُبہ گُجری ماں صدیاں تک مان کرے گی۔

بابانگری وانگت مانھ مقیم ہون نال اُنھاں نا لاروی دربار مانھ ہون آلی اکثر علمی تے ادبی محفلاں مانھ بابا نظام الدین لاروی ؒ، سائیں قادر بخش، خدابخش زارؔ، اسرائیل اثرؔ تے پنجابی کا کئی بلند پایہ شاعراں کی صحبت وی نصیب ہوئی تے حاجی جُنید نظامیؔ جیہا عالم کی داد تے رہنمائی وی۔ اس طرح بابا نظام الدین لاروی ؒ ہوراں کے ہتھیں لگی وی بُوٹی اج دیکھ دیکھتاں گوجری ادب کی سب توں گھوپھری، سدابہار تے معتبر شخصیت بن گئی وی ہے۔

اقبال عظیم نا وی زمانہ کی وبہ بے دردیں تے بے رحمیں جھلنی پئیں جہڑی اس دور کا گُجراں کو مقدر تھیں یا ہیں۔ اس نے زندگی قریب توں دیکھی تے دل مانھ اضطرابی کیفیت رکھن آلو یوہ بظاہر پُرسکون شخص بھاویں دُنیا نا اپنا دل مانھ اوکڑ کے نہیں دیکھن دیتو پر قلم تیں وہ

اپنا راز تے جذبات نہ چھپا سکیو۔ اُس نے اپنی شاعری مانھ جو کُجھ لکھیو سچ لکھیو تے سچ تیں سوا کُجھ نہیں لکھیو۔ یوہ دردمند تے آزاد طبیعت شہزادو پہلی بار ۱۹۶۹ء مانھ ریڈیو کشمیر سرینگر کی زنجیراں مانھ پابند ہوگیو۔ اُسو لیے گوجری زبان کی نشری خدمات واسطے انھاں تیں بہتر شخص کوئے تھووی نہیں پر نسیم پونچھی کے سنگ سال کھنڈ گوجری نشریات چلان توں بعد ریڈیو کو بہڑو چھوڑ دِتو۔ ورِات کی ادبی سنگتاں کی تاثیر دل کی تختی توں نہ ملیچن ہوئی۔ کُجھ عرصو ''گوجر دیس'' جموں کی اشاعت کے ذریعے گوجری کی خدمت کرتا رہیا۔ آخر جد ۱۹۷۸ء مانھ کلچرل اکیڈمی مانھ گوجری شعبو کھلو تاں اک بار فرزمانہ کی ادب شناس نظر اقبال عظیم تے نسیم پونچھی پر پیئیں۔ تد توں بیہ بائی سال توڑی متواتر گوجری کی خدمت کر کے یہ دوئے شخصیت اِتوں ہی سبکدوش ہوگئیں تے اجکل گھر بار کی ذمے داریاں کے نال نال ادب کی خدمت وی جاری ہے۔

کلچرل اکیڈمی کی طرفوں شائع ہون آلی ہر اشاعت اُن کی کارکردگی کی ترجمان ہے۔ گوجری ادب تے لوک ادب کی شیرازہ بندی ماں انھاں کو اہم رول رہیو ہے۔ پر خاص کر گوجری ڈکشنری، تے باپھل باپھل (رانا فضل) نغمہ کہسار (مہجور راجوروی) کلام اثر (اسرائیل اثر)، مدینی قافلو تے خیام کی رباعیں (ترجمہ: نسیم پونچھی) تے گوجری ادب کی سنہری تاریخ (ڈاکٹر رفیق انجم) جیہی کتاباں کی اشاعت اُن کی عظمت تے ادب شناسی کی گواہ ہیں۔

اقبال عظیم نا گوجری ادب توں علاوہ اسلامیات، تصوف تے عالمی ادب پر وی عبور حاصل ہے جہڑو ہر کسے کا بس کو کم نہیں ہوتو۔ وہ یہ گوجری توں علاوہ اُردو تے پنجابی کا وی اُچا قد کا شاعر ہیں تے کدے گوجری آلے پاسے نہ لگا ہوتا تاں بلاشبہ اُردو کا بین الاقوامی معیار تے شہرت کا شاعر ہوتا۔ اُن کی گوجری شاعری کی پہلی کتاب ''ریجھ کولیں'' کا ناں نال شائع ہوئی تھی جس نا اکیڈمی کی طرفوں بہترین کتاب کو اعزاز حاصل ہے۔ تے اجکل وہ یہ گوجری تے پنجابی شاعری کی دونویں کتاباں کی ترتیب مانھ مصروف ہیں۔ گوجری کہانی تے افسانان

کی کتاب شائع ہون مانھ ضرورت توں زیادہ دیر لگی ہے پر امید ہے جے یاہ کتاب آجان نال نواں لکھاڑیاں کی رہنمائی کے نال نال تنقید کرن آلاں کی زبان وی بند ہوئے گی۔

گوجری زبان مانھ اقبال عظیمؔ نے ہر صنف مانھ معیاری تے مثالی تخلیقات پیش کی ہیں۔نثر مانھ اُن کی علامتی کہانیں تے ناولٹ'توں آوی جائے دم ہی نہ آئے تے کے کروں' گوجری ادب مانھ اہم اضافو ہیں جد کہ شاعری مانھ گیت،غزل،نظم تے نعت سب کُجھ لکھیو ہے پر گوجری غزل اقبال عظیمؔ کی پچھان بن گئی ہے تے عظیمؔ گوجری غزل کی پچھان۔ بیہویں صدی کی گوجری غزل مانھ اقبال عظیمؔ کا قد کو کوئے دُوجو شاعر نہیں تے اُن کی غزلاں کو رنگ گیتاں تے نظماں مانھ وی ڈُلیو وسئی لگے۔اقبال عظیمؔ کا تحقیقی مضمون وی اپنا اپنا موضوع پر حرفِ آخر کو درجو رکھیں تے نواں تحقیق کرن آلاں کی رہنمائی کو کم کریں۔

اس خوب صورت گوجرا جوان کی بارعب شخصیت،طبیعت کی نرمی تے خلوص ہر اک ملن گلن آلا نا پہلی ملاقات مانھ ہی اپنی عظمت کو احساس دوا چھوڑے۔رانا فضلؔ راجوروی تے اقبال عظیمؔ بلاشبہ گوجری زبان واسطے بیہویں صدی کو اک عظیم تحفو ہیں:

ع : خُدا کرے کہ یہ پودا ہرا ہرا ہی لگے۔

غماں کی سلو

اقبال عظیم

کردار:

ا۔	چودھری کریم بخش	جاگیردار عمر ۷۰سا	
۲۔	نازو	کریم بخش کی دھی ۲۵سال	
۳۔	فقرو	لوہار	۶۲سال
۴۔	پھتو	موچی	۵۵سال
۵۔	راجو	حویلی کو چوکیدار ۴۰سال	
۶۔	فضلو	کریم بخش کو نوکر ۳۰سال	

پہلو سین

(نماشاں کو وقت ہے۔اچی جئی ڈھیری کے سامنے ایکلی موکلی پرانی حویلی ہے۔ دروازہ پر ہتھ ما نہہ بندوق لئی وی راجو کھلو ہے۔اندر چودھری کریم بخش بٹھیو وُ حقو پیئے۔فضلو کو لے باادب کھلو ہے۔اتنا ما نہہ بوہا پر کیٹر ہووے۔)

کریم بخش: (حقہ کو زورنال کش لئے۔تے زورنال کھنگتاں)

فضلو: !دیکھ باہر کون ہے؟اجیہو کجیہو آدمی ہو یوتے اندر نہ آن دیئے۔

فضلو: (باہر جاتاں) راجو کون ہے؟چودھری صاحب پچھیں اجیہو کجھیو تے نیہنہ؟

راجو: چودھری صاحب ہوراں نا پچھ۔بھائی فقرو تے بھائی پھتو ہیں۔اجازت

ہووے تے اندر آویں۔

فضلو: ج جناب۔بھائی فقرو تے بھائی پھ۔پھتو ہیں۔

کریم بخش: (بڑی آمادگی نال) ہاں۔ہاں لے اندر.............

فضلو: (بوہا بچوں) راجو!...بھیج اندر، مزماناں نا، بہلو، چودھری صاحب بلائیں۔

(فقرو تے پھتو اندر بڑیں)

فقرو: السلام علیکم، چودھری صاحب! (نال ہی پھتو بھی سلام کرے)

کریم بخش: وعلیکم السلام۔ہر کدے آؤ۔

فقرو: آوے نیکی۔

کریم بخش: (انہاں نا کھلاں دیکھ کے) بیسو نا نیک بختو۔بڑی لمی عمر ہے تھاری۔ مساں تم نا ہی یاد کروں تھو۔کدے اج رب تے کجھ ہور منگیو ہوتو تے وہ بھی تھا تو۔تم تے نو نہی اوپرا نبیاں رہیں۔کدے کدے لنگ آیا کرونا۔ہوں بھی ا یکو بیٹھو بیٹھو تنگ آجاؤں نالے تھارے نال کم کاج کیں گل بھی کرنی تھیں۔

فقرو: (کھنگ کے سنگ صاف کرتاں) جناب تم یاد فرمایو کرو۔مہارو کے ہے؟ ہر وقت حاضر۔تم چنگی طرح جانیں ہم نے کدے سر نہیہ چایو۔ہر حکم اکھاں پر منیو ہے، تھارا حکم پر پچھاں بھی بال بچو واراں گا۔خدا تم نا کامیابی دیسے۔ہم بھی تھاری کامیابی کی اڈیک مانہہ ہاں، ہاں سچیں.........اج ہم......(اس نے مڑ کے پھتو ور دیکھو تے نو نہہ دنداں نال کترن لگ پوئے۔

پھتو: (نظر جھکا تاں) اصل مانہہ چودھری صاحب! ہم تم کہہ نہہ سکتا۔تم بڑا آدمی ہیں۔مہاراں نے ہمیشاں تھاراں کی غلامی کی ہے۔پر ہم ہن گھروں، مالوں ذری لیسرا جیا ہو گیا ہاں۔ہوں کہوں۔

کریم بخش: (اس کی گل کٹتاں) دیکھ پھتو آخر تم بھاویں کجھ بھی کرو تھاری خاندانی جاگنو نیہہ

رہتی۔آ گیا نا ہو چھاں ہتھیاراں پر ہوں تھارو قرضوئی جے ہو یو۔تم یاہ گل بھُل ہی جائیں ات ہمیشاں میرا خاندان کا لوکاں نے راج کیو ہے۔تم ہمیشاں تے مہاریاں بلیاں ہیٹھ پلیا ہیں۔ مہارا جوٹھا نکڑا کھادا ہیں۔ بھاریں پھیریں ہیں تے چھتر سیٹریا ہیں۔ میں تم اپنا بھیتی بنایا ہر پر اڑھیا۔تاں بدھ بدھ کے گل کرن لگا۔(اس نے حقہ کی زوردار کش ماری تے کھنگ کو زوردار ہولو آ گیو) کیوں فقرو تم نے کے سمجھ لیو، ہوں جنے اپنا مقصد مانہہ کامیاب ۔نہیہ ہوسوں۔ کدے سونا کا محل مانہہ ۔نہیہ بس سک سوں۔ پر میں تم کمیناں نا اپنی زندگی کو قیمتی راز دس کے خطا کی ہے۔جیہڑا اج اس طرح آ کے یہوں کس طرح یقین کروں۔تم نے وہ راز کسے نا نہیہ دسیو ہو سے (وہ اُٹھ کے کھل گیو۔دوئے ہتھ کنڈ پچھے رکھ لیا تے پریشانی نال ٹہلنو شروع کر دتو) مناں کوئے اطمنان پہنہہ رہیو۔کوئے اطمنان پنہنہ رہیو۔ (فر ٹہلتاں ٹہلتاں اچانک رک کے) فقرو تم بھلی طرح جانیں اس راز کی راکھی کرتاں میں عمر گزار چھڑی ہے۔اس راز مانہہ میری آئیندہ زندگی کو حن ہے۔اسے مانہہ میراں سکھاں کی چھپی وی تصویر ہے۔ہوں سوچوں تم نا اس راز کا باہر کڈھن تے پہلاں ہی ہمیشاں واسطے چپ کیوں نہ کرا دیوں۔

فقرو: (سنگ تے تھک لاہتاں خوشامدی انداز مانہہ) چادھری صاحب !یوہ پھتو نو نہی بھونکے۔آخر موچی ہے نا۔اس نا کے پتو بڑاں نال کس طرح بولیں ہوویں۔ہم تے صرف اتنو پچھنا آیا تھا۔ جناباں کی کامیابی ہووے ہم تے خیر خواہ ہاں جناباں کا (مڑ کے پھتو نا لہر نال) پھتو لعلاں کی قدر بنجارا جائیں تنا کے پتو ہے چودھری صاحب کے ہیں؟

کریم بخش: (قدرے نرم ہو کے) کجھ گل پنہنہ گزریاں نا کے گنو۔(فر کجھ سوچتاں) ہوں سوچوں، کوشش جاری رکھاں تم دو ہے جناں تریہہ۔جوڑا چھتراں کا میخ، نال، لوک چنگی طرحاں لا کے پرسوں ات پہچاؤ، سنیو، کتے دھوکھو نہ ہو جائے سمجھیا۔(فقرو تے پھتو وو ہے اکٹھا بولیا) چنگو جناب!

کریم بخش: (انہاں نا رخصت کرتاں) ہچھو رب راکھو۔

(وے یہ دو ہے۔اگے پچھے باہر نکل جائیں) تے پردو گر جائے

دوجو سین

تقریباً ادھی رات ہے۔ساری حویلی کو چوفیر کللکھی اندھیرا مانہہ ہے صرف حویلی کا اندروں دیاں کی لوروشن داناں تے باہر آ رہی ہے۔ میخان تے نالاں آلا جوڑاں کی کڑ کار کی آواز آوے۔جس طرح شینکرا پر سینکڑاں آدمی ٹرتا ہوویں آواز نیڑے آتی چلے۔چودھری صاحب بےقراری نال حویلی کے اندر ٹہلیں لگاوا۔ایکلا ہیں۔اندروں کسے کا جھنکن کی آواز مسلسل آوے لگی وی۔دردیلی جئ آواز

اس کا چہرہ تے پریشانی کا آثار صاف ظاہر ہیں۔ وہ یہ گھڑی اپنا ترلا ہوٹھ ناں دنداں نال چبیں ایک دردناک جھنک تے دوجے پاسے قدرماں کی بھاری بھاری آواز چودھری کو چین خراب کرے لگی وی۔پیراں کی کیٹرا چانک تھم جائے۔چودھری صاحب بےقراری نال دروازہ دردیکھیں پردہ مانہہ تھوڑی جئ حرکت ہووے۔تے فضلو اندر آ جائے۔

فضلو: سلام علیکم جناب (اس کے نال ہی فرش پر جھڑتاں) اُف،اُف،اُف تھ۔ تھک ٹٹ گیو۔

کریم بخش: فضلو توں مچ بدتمیز ہو گیو ہے۔اٹھ کے سدھو کھل،کے اُف،اُف لائی وی ہے۔ دس کتنا آدمی تھا؟ تیں سارا کا چھتر سنبھال لیا ہیں؟ مت کوئے نالے لے گیو ہووے۔دس کتنا آدمی تھا؟ تیں سارا کا چھتر سمبھال لیا ہیں؟ مت کوئے نالے لے گیو ہووے۔تھا یو کتے سنگ پارس لیا پہلاں اپنا چھتر،جھب لیا۔

فضلو: سہ، سنگ پاپارس، جہ جناب کے تھا تو شینکرانے گتا بھی تروڑ چھوڑیا (باہروں جاکے چھتر چالیائے) اے یہ لیو جناب (وہ زور نال چھتر چودھری صاحب کا منہ اگے پھینکے)

کریم بخش: (چھتراں ناکھاں کے نیڑے لے جائے۔تے غور نال دیکھے) فضلو

دس کیرا کجھ کہائیں بھی تھا؟

فضلو: جہ، جناب کے دسوں؟ کہیں تھا۔ جاگیرداری چودکئی گئی پر یوہ۔ اس کو بھوت نہ گمیو۔

کریم بخش: (چھتر ناہور نیڑے لے جائے۔ چھتر نالوں گار واس کی ناساں نال لگ جائے)۔

فضلو: (دوڑ کے پیرنہی کا تناں نال چودھری کا نک نالوں گار و پوچھتاں) جہ، ناب کے چھتر سونگھیں۔ مناں بھی عمر ہوگئی ہے۔ تھارو یوہ حال دیکھتاں۔ پر وہ تھاروسہ، سنگ پا، پارس، پتو یہنہ کت ہے۔

کریم بخش: ہوں جانوں تم لوکاں کا دماغ خراب ہوگیا ہیں۔ تاں تم نا جاگیرداری کو خاتمو یاد آیو ہے۔ (فرزور نال جُتاں) دوڑ دو جا چھتر لیا۔ (فضلو چھتر لیاؤن جائے تے چودھری آپنے نال ہولیں ہولیں گل کرے) ہوئے خائے۔ خبرے میری نازو کو کے بنے گو؟ میرا خواب پورا بھی ہوویں گا۔

فضلو: (سکھنو ہی مڑتاں) جناب، مہ، مناں، کجھ کہیو، کے نازو،

کریم بخش: (غضب ناک ہوکے) بکواس نہ کر۔ تیری اتنی جراء تے اتناں جو کہیو وہ کر۔ چھتر لیا جھب۔

(فضلو پچھاں مڑتاں گھبراہٹ مانہہ فرش پر چھڑ جائے۔ فر اُٹھے تے دوڑ کے باہر نکل جائے) تے پردو گر جائے

تیجو سین

واہی حویلی ہے۔ مساں لوہووے لگی وی۔ دیہنہ کیں رسم آؤن آلیں ہیں۔ حویلی کا باہروں بے شمار لوکاں کی آواز آئیں۔ لوک لہریا دا ہیں۔ اپنی ناراضگی کو اظہار شدید انداز

مانہہ کر رہیا ہیں۔ ہر پاسے شور ہے۔ مطالبو ہورہیو ہے۔ چودھری کے خلاف نعرہ لگ رہیا ہیں۔ دروازہ پرزورزور کی دستک ہورہی ہے۔ لوکاں کوشور ہے۔ قرضواداکرن کا تقاضا ہورہیا ہیں۔ لوکاں کوشور ہے۔ چودھری صاحب سخت پریشان ہیں۔ ویہ گھابریاوا ہیں۔ حقو زورزور نال چھک رہیا ہیں۔ ان کی اکھاں تے گھبراہٹ کا آثار صاف ظاہر ہیں۔ اتنا مانہہ فضلو اندر داخل ہووے۔

فضلو: (ساہوساہ ہویوؤو) نہ، جناب مارے گیا۔ لوک بڑی لہر مانہہ ہیں۔ کیرا اج تک کی مزدوری منگیں۔ ویہ کہیں یہہ تے ہم بسنیکاں سمیت حویلی نا ساڑ دیاں گا۔ جناب، مر گیا، مارے گیا۔

کریم بخش: کے کہیں بسنیکاں سمیت ساڑاں گا۔ انہاں نے چودھری کریم بخش کو چھیڑوناں سنیو ہے۔ اس کا ہتھ یہہ ڈٹھا۔ جا کے انہاں نا کہو۔ ہوں دھانیں تڑک چھیڑوں گو۔ انہاں ست نیندراں نے اس تے پہلاں بھی کئیں وار سرچایا ہیں۔ پر ہمیشاں سراں پر چھتر پیتیار ہیں۔ جا دفعہ ہوجا! کہدے انہاں نا، جان لوڑ ہے۔ تے دوڑ ہوجائیں اتوں۔ مناں رنڈیاں تے یتیماں کوروا اس چنگو یہہ لگتو۔ انہاں نا کہو۔ تھاریاں ہڈیاں پراتے ہی حویلی کے باہر کاگ بول جائیں گا۔ دوڑا انہاں نا کہو۔ کدے کائے گل کرنی ہے تے دوچار سیانا آدمی میرے کول بھیجو۔

فضلو: (بوہا درجاتاں، لوکاں کوشورسن کے مڑآئے) جہ، جناب اج مناں نوں دسے جس طرح میری آئی وی ہووے۔ باہر گیو تے سروں مارے مکائے جاؤں گو۔ اج یہہ بچیو (تھوڑو گھاں جا کے مڑے) ہیں۔ مرد ڈرن تے مرن ناچنگو جانیں۔ مرنو مارنو مرداں کی شان ہے (بوہا کولوں فرمڑآئے) چودھری صاحب ہوں مرجاؤں تے میرا جاتک بھکھا مرجائیں گا۔ میری زنانی رنڈی ہوجائے گی۔

کریم بخش: فضلو! اج سچیں تیری آئی وی ہے۔ تاں بے ہوشی کی گل کرے فوراً جا!

فضلو: (بوہادر جاتاں) ہچھو، رہ گئی تے رہ گئی۔ پیالے جائیں ملنگ مچھڑ کے ہووے تھی۔ (دو چار قدم ٹرکے، کجھ یاد کرتاں فرمڑ آئے) چودھری صاحب! اومیرا چودھری صاحب! اج میری مت ہی مارے گئی ہے۔ مناں ہن یاد آئی۔ میرو تے اجھاں بیاہ بھی نیہہ ہویو۔ ہوں کوارو مارے جاؤں گو۔ بے چارو جوانی مرگ (نالے وہ اچیں رون لگ پوئے۔)

کریم بخش: (اس نا، سوٹی نال جھکنو دیتاں) کراؤں فر تیرو بیاہ۔

فضلو: (خوش ہوتاں) چودھری صاحب نیکی پچھ کے تھوڑا ہی کریں۔ پہلا کراؤ۔ ہوں کوارو مرن تے بچ جاؤں۔

کریم بخش: (اس کی گل کرتاں) راجو! اوراجو (چوکیدار نا سدے)

فضلو: (بے بسی نال) کت ہے راجو جناب وہ کوارو ہی مرگیو ہووے گو۔ ہن تک، کاگ بول گیا ہوویں گا بے چارا کا مراڑ پر۔

راجو: (گھابریوؤ واندر بڑے) جناب، کے حکم ہے؟

کریم بخش: انہاں نا کہو۔ میرے نال گل کرنی ہے۔ تے دو چار آدمی میرے کول بھیجو، کون ہے، ان کے اگے، اگے؟

راجو: فقرو تے پھتو ہیں جناب۔

کریم بخش: نیہہ آتا تاں چلا گولی ہوا مانہہ آپ دور ہو جائیں گا۔

(راجو باہر جا کے ہوا مانہہ گوی چلائے۔ لوکاں کا نسن کی آواز آئے)

فضلو: جناب نٹھا، نا سارا لسا کتا نالوں دُمڑی دبا کے۔

کریم بخش: (کھلو کھلو دوہاں ہتھاں نا نکتاں) اے۔ یاہ ہوئی نا گل۔ اس رنگ کا میں بڑا ڈھٹا ہیں (کمرہ مانہہ ٹہلیں) پردو گر جائے

چوتھوسین

(واہی حویلی ہے۔رات کو وقت ہے۔دیا بلیں لگاوا۔چودھری صاحب سخت بیمار ہیں۔ویہ لماں پیاوا ہیں۔ان کی سبھکی وی دھی نازو سرہانے بیٹھی وی ہے۔اس کو رنگ اڈیوؤو ہے۔چودھری صاحب،ترکیں تے بے ہوشی کی دئیں۔سر تے بانہہ بے واریں ہلائیں لگاوا۔نازو آتھروں پوچھتاں،اس نا جھنجھوڑے۔)

نازو: باپوا و باپو۔تناں کے ہوگیو ہے۔یوہ توں کے کہہ ہوں کے کروں۔کیاں جاؤں،کے کروں۔(واہ تلیں ملے تے روئے)

کریم بخش: (ہولیں ہولیں اکھ کھولے جیبھ ہوٹھاں پر پھیرے)نازو!،میری اکھاں کی لو،میرا دل کا آسرا،مناں کے خبر تھی۔میرے نال نوں برتے گی۔ہون تے بھیلکھے بھیلکھے جیتو رہیو۔مناں کے پتو تھو۔اُف(اس کو سنگ سک جائے)اپنی جھب لیا(نازو پانی کو گلاس اس کا منہ نال لاکے)۔ہا۔میں نے سوچیو بھی نیہہ تھو کہ موت اتنی تاولی ہو جائے گی۔ہوں سوچوں تھو۔اپنی نازو نا سونا مانہہ ڈبو چھڑوں گو۔کسے بڑا گھر مانہہ تناں بیاہ کے دیوں گو۔خوشیاں نال تیری جھولی بھرے جائے گی۔سنگ پارس میری جاگیر مانہہ ہے۔اتے حویلی کا سامنا آ ی نکی کا سینہ مانہہ،سونو مناؤن آلو پتھر،جس کے نال لگتاں ہی لوہو سونو بن جائے اج تے تقریباً دو سو سال پہلاں،میرا پردادا چودھری میر حسین کی فوج اس راہ تے گزرے تھی۔وہ بڑو جاگیردار تھو دھئے۔ویہ سامنے امبھ کا بوٹا ہیٹھ روٹی کھاؤن بیٹھا۔کے دیکھیں ان کا سارا ہتھیار،بوٹاں کیں میخ،نال تے نوک سب کجھ سونو بن گیو پتھر۔وہ اس علاقہ کو سب تے بڑو امیر آدمی بن گیو۔میرا باپ دادا نے بھی اتے ہمیشاں اس کی تلاش کی۔باپ تے بعد یاہ جاگیر میرے ہتھ آئی۔میں بھی سنگ پارس کی تلاش جاری رکھی۔اپنے کول ہزاراں کا چھتر بوٹ تروڑیا۔پر اج تک ناکام ہویو۔میرا سارا ارمان مٹی مانہہ رل گیا۔یوہ سب کجھ تیرے

واسطے کیو۔ پر تیرے جوگا قرضا تے پریشانی چھوڑ چلیو ہوں۔ پر توں فکر نہ کریئے۔ سنگ پارس اتے ہی ہے۔ اس کی تلاش جاری رکھیئے۔ اس کی لوڑ مہارو خاندانی فرض ہے۔ سنگ پارس اس دھرتی کول مہاری امانت ہے۔ اس ناڈھونڈیئے۔

نازو: (روتاں روتاں) سنگ پارس، سنگ پارس، سنگ پارس میرو خاندانی قاتل، باپو! او باپو!۔ دس تے سہی ہوں کیاں جاؤں کے کروں۔

کریم بخش: (اکھ میچیں دیں، بڑبڑائے) نازو! وہ دیکھ سنگ پارس آخر مناں لبھ گیو۔ میری عمراں کی زہدی جا لگ گئی۔ نازو توں ہُن خزاناں کی مالک بن گئی ہے۔ وہ دیکھ........... مناں بھی رج کے دیکھین دے....... سنگ پارس........... سنگ........... پارس

(اس کے نال ہی اس کا افراں چاپاوا ہتھ دھرتی پر جھڑ گیا)

نازو: (اچیں اچیں روئے) بچھو باپو، توں مناں اس دنیا ماںہہ ایکلی موکلی چھوڑ چلیو۔ (واہ اس نا پرت سرت کے دیکھے تے اس کو چہرو چادر نال ڈھک چھوڑے) تے پردو گر جائے

پنجموں سین

واہی حویلی ہے۔ صبح کو وقت ہے۔ اندر نازو لگی بیٹھی وی برلیں باسین روئے۔ دردناک آواز ماںہہ جھنکے۔ اتنا ماںہہ فضلو اندر آجائے۔

فضلو: جہ، جاگیردارنی صاحبہ، ہوں تے راجو، آخر چودھری صاحب ناٹھکانے لا ہی آیا۔ رات ساری لگا رہیا۔ قبر کھنی........فر......فر.......

نازو: بس کر فضلو.......مناں پتو تھو.........ایک دھیاڑے کا گاں کتاں نے بھی بے کسی کو مخول بنانو ہے۔ تناں کے کہوں.......

فضلو: ہاں، ہاں کا گاں کتاں کی چودھری صاحب بھی گل کریں تھا۔ خدا بخشے کہیں

تھا۔اس حویلی کے باہر کاگ تے کتا بولیں گا۔

(باہر راجو نال کوئے زور زور نال بولے)

ناز و: فضلو جا باہر دیکھ کون ہے؟

فضلو: (باہروں مڑ کے) یہ وہی نحس ہیں۔فقرو تے پھتو۔بکواس کریں۔کہیں، یاہ چودھریاں کا قبرستان مانہہ سجری قبر کس کی ہے۔چودھری کریم بخش کت ہے۔شاید وہی مریو ہووے گو۔میں کہہ چھڑیو ہے اندر آیا تے گولیاں نال بھن چھڑاں گا۔کاگ بول جائیں گا، مراڑاں پر۔.......... ہاں۔

(اتنا مانہہ فقرو نے پھتو لہریا وا اندر داخل ہوویں)

فقرو: ہُن دیکھاں کس کا مراڑاں پر کاگ بولیں گا۔بولو کت ہے کریم بخش دھوکھے باز، عمراں کی کمائی کھا کے ٹرک گیو۔جاگیرداری سمیت ادھی رات نا جا کے قبر مانہہ بڑ گیو۔کاگ بلائے تھولو کاں کیاں ہڈیاں پر........(نازو منہ پر چھپری کو پلو رکھ کے ہدک ہدک کے روئے)

فقرو: (اس نا بانہہ تے پکڑ کے چھنڈ ورا نال اُٹھالتاں) سونو نہ سہی ہُن تیرو رنگ بھی سنہرو ہو گیو ہے۔جاگیردارنی صاحبہ آخر قرضو تے مکانو ہے جھلکن نا چھوڑ۔

پھتو: (نازو نا دوجی مانہہ تے پکڑتاں) میں بھی قرضو دتو تھو۔خیرات نیہہ دتی تھی۔

فضلو: (نازو کی چھپری کو پلو پکڑتاں) ہوں جنے کو اروہی مرجاؤں گو۔تو نہی اس حویلی مانہہ اج تک مڑستور رہیو ہوں؟

راجو: (چھپری کو دوجو پلو پکڑتاں) اس حویلی کی کوڑی شان بحال رکھن واسطے، اس کی چوفیری پھرتاں میں عمر گزاری ہے۔اس کو پورو انعام ہوں آپ لیوں گو۔

فقرو: نازو پچھو توں آپ فیصلو کر کس نال چلے گی؟

نازو: ہوں، موت نال چلوں گی۔ہوں اج تک کوڑیاں خوشیاں کا کلکھی اندھیراں

مانہہ ڈابو دیتی رہی ہوں۔بس اج سچاں غماں کی سلو اپنی چار چوفیری کھنڈتی دسے، اج کدے میری حیاتی کو دیو بجھ بھی جائے تے میری روح دنیا کا کوہتھر مانہہ بھمل بھوسا کھاؤن تے بچ جائے گی.........(واہ مردہ حالت مانہہ فرش پر جھڑ جائے)

تے پردو گر جائے

چوہدری قیصر دین قیصرؔ

پیدائش: 1942ء گُنڈی گُجراں کرناہ

ریاستی حکومت مانھ اک ایماندار ڈپٹی کمشنر تے سیکریٹری رہن کے نال نال زبان تے ادب مانھ چوھدری قیصر دین قیصرؔ کی گُجھی دِلچسپی کسے تیں اوہلے نہیں۔ ویہ ۱۹۴۲ء مانھ کرناہ، کپواڑہ کا گراں گُنڈی گُجراں مانھ پیدا ہویا۔ اس گوجرا ماحول مانھ بی اے کی تعلیم حاصل کرن آلا ویہ غالباً پہلا شخص ہوئیں گا جھاں نے تحصیلدار کے طور سرکاری ملازمت شروع کی تے فر ترقی کرتا کرتا سکریٹری کا عہدہ تک پوہچیا۔ اسطرح ویہ ریاستی گُجراں مانھ .I.A.S کو عہدو لین آلا وی پہلا شخص ہیں۔ سرکاری ملازمت کے دوران مختلف عہداں پر کم رکیو: تحصیلدار، ڈپٹی کمشنر، ڈائریکٹر رہن تیں بعد ویہ ریاستی پبلک سرسوس کمیشن کا ممبر وی رہیا ہیں تے پسماندہ قبیلاں بارے ریاستی کمیشن کا رُکن وی۔

ادب نال انھاں کی دل چسپی چروکنی ہے تے گوجری تیں علاوہ انگریزی تے اردو مانھ وی مضمون لکھتا رہیا ہیں پر ادبی دنیا مانھ ان کی پچھان گوجری کہانیاں کی وجہ تیں ہے۔

۱۹۷۵ء تیں بعد کی جدید گوجری ادبی تحریک نال ویہ بڑا خلوص تے باقاعدگی نال جُڑیا رہیا ہیں تے اُنھاں نے سرکاری عہدہ کی ڈُگی کدے وی ادب مانھ رکاوٹ نہیں بنن دِتی۔ جد کہ انھاں کا کئی ہمعصر نوکری کی نِکی نِکی پنڈوکلی لے کے وی ادب کی گہل مانھ قدم دین تیں قاصر ہوتا دیکھیا ہیں۔

ادب مانھ انھاں نے ڈراما، کہانی تے افسانہ لکھیا ہیں تے گوجری مانھ سب توں زیادا کہانیں لکھن کو سہرو وی انھاں ہی کے سر جائے جدکہ ڈرامہ کا میدان مانھ رانا فضل ہورا انھاں تیں اگے سہی لگیں۔ اُن کی پوری تحریراں کو جائزو لین واسطے تے افسانہ نگاری کا کسے ماہر کی ضرورت ہے پر میرا مطالعہ کے مطابق گوجری کہانیاں مانھ سماجی نابرابری تیں علاوہ تعلیم آلے پاسے رغبت دوان پر انھاں نے زیادہ توجہ دِتی ہے۔ تے سماجی اصلاح ناموثر بنان واسطے انھاں نے طنز و مزاح کو وی ایسو شاندار استعمال کیو ہے جے پڑھن سُنن آلا اپنا آس پاس دار دوبارہ دیکھن تے سوچن پر مجبور ہو جائیں۔ ذرا دیکھو چوہدری قیصر دین قیصؔر اپنی کہانی نواں بُوٹ نا اسطرح ختم کریں:

''میں بڑی عاجزی نال سو پر کا موچی نا کہیو کہ دھاگاں نال سیٹر چھوڑ تا نجے کجھ گزارو ہو جائے۔ موچی کہن لگو جے چلن نال دھاگو گھس جائے گو پر ہوں اپنی دھڑ توں نہ ہٹیو۔ موچی نے تنگ آ کے کہیو، موچی کو پوت ہوں ہاں، توں تے نہیں''

اسطرح انکی کہانی 'گوجر بستی' تے 'قسمت کا لیکھ' وی پڑھن جوگی ہیں۔ گوجری کہانی کی اک بڑی خوش قسمتی یاہ ہے جے اسکی بنیاد حقیقت نگاری پر ہے''

چوھدری قیصر دین قیصر کی تحریر کہانی، ڈرامہ تے تحقیقی مضمون کی شکل مانھ ریاستی اکیڈمی کا گوجری شعبہ کی کتاباں مانھ شائع ہوتی رہی ہیں پر اجھاں تک کتابی صورت مانھ چھپ کے باندے نہیں آسکی۔ جد یاہ کھڑی ٹپن ہوئی تاں قیصر ہوراں کی تحریر یقینی طور گوجری کا طالب علماں تے ریسرچ کرن آلاں واسطے بڑی دلچسپی کو مضمون ثابت و ہیں گی۔

ڈرامو

سرحداں کا راکھا

قیصرالدین قیصؔر

کردار

نمبرشمار:	ناں	حلیو
۱۔	بکروال (بابو)	چٹی داڑھی آلو بکروالی لباس
۲۔	بڈھی بکروالنی	ادھیڑ عمر بکروالی لباس ماں
۳۔	نذیر بکروال	نوجوان لونگی کلاہ ماں
۴۔	رشید	اٹھاں دساں سالاں کو بچو
۵۔	ماسٹر جی	اک اُستاد
۶۔	زیتون	اک خوبصورت بکروالنی گدری
۷۔	سپاہی	ترے چار سپاہی
۸۔	سردار فوجی	سکھ سپاہی
۹۔	بورڈ کا ممبر	ترے سوٹڈ بوٹڈ

پس منظر: دوپہر کو وقت ہے اک بکروال اپنا اجڑ نا چھیڑ کے بڑا مزہ نال رسی بٹن ماں مصروف ہے۔ یوہ اپنا روایتی بکروالی لباس ماں ہے۔ وقت وقت پر بکریاں نا بلان واسطے ''آواز چہ چہ تے ہوئی ہوتی'' کی آرہی ہے۔

پہلو سین

پردو ہٹے۔ اک بکروال اپنا روایتی لباس ماں اپنو اجڑ لے کے سٹج پُر اک دروازہ توں داخل ہوئے تے بکریاں نا دوجا دروازہ توں چھیڑ پُر کڈھ کے سٹیج پُر رسی بٹن ماں مصروف ہوجائے۔

بکروال اپنا آپ نال: شبا کُتیو، ہوشیار رہو، کتے بکریاں ماں سنہہ نہ پے جائے، اُف گھاہ پتر مک گیا ہیں۔ بکریاں نا دور جانو پوئے۔

اتناماں دوترے فوجی وردی پوش تے ہتھیار بند حالت ماں سرحد پار کر کے داخل ہویں تے بکروال کول آپوہچیں۔

اک فوجی بکروال کولوں اشارہ نال پچھے کہ ہندوستانی فوج کت ہے۔ بکروال ڈورو بن کے جواب دیے:

بکروال: ''میری بکریں چرن واسطے ماہلی پرگئی ہیں۔ ماس کھان کی بھٹک آئی ہوے گی۔''

سپاہی فر اشارہ نال ہندوستان کی فوج کا وارہ ماں پچھیں۔ بکروال بڑی بے نیازی نال:

بکروال: ہوں رسی بٹوں رسی، ڈرگیا گجراں کی رسی تے۔

سپاہی: اُوہ کم بخت بُڈھے ہم پوچھتے ہیں کہ ہندوستانی فوج کدھر ہے ان کی پکٹ کہاں ہے۔

بکروال: اُہ............ بچھا بچھا تم ہندوستان کی فوز کو پچھیو؟ صاحب جی ویہ تے مچ پچھے رہیا جس راہ دروں آپ آیا۔ اُسے راہ ماں گھناں ریوڑاں کے بچکار کھبا ہتھ نال اُن کی پکٹ ہے۔

دُشمن کا فوجی تیزی نال واپس ہوجائیں۔

بکروال اپنا آپ نال

بکروال: بڑا تییں مار (خان) آیا تھا ہندوستان کی فوج کو راز پچھن واسطے جس طرح ہندوستانی فوج نہیں کدوتے چینگن ہیں فوراً ماریا جایں گا۔

جنہیں پیریں آیا تھا، میں بھی اُنہیں پیریں واپس موڑ چھڑیا۔

انھاں ناپتو ہے۔ ہوں بھی بے غیرت جعفر بنگال ہوں ملک نال غداری کروں گو۔

گجر اں کا خون ماں اجاں بے غیرتی تے غداری کی ملاوٹ نہیں ہوئی مگر ہوں ات کے کروں گو کھل کے اگ لگے اس رسی نا تے سینہ مارے بکریاں نا مناں فوراً دوڑ کے آپنی پیکٹ پر دُشمن کا آن کی اطلاع دینی جاہیے۔

بکروال ہندوستانی پیکٹ کی طرف چل پوئے۔

(پردو گرے، میوزک ٹیون شروع)

دوجو سین

پسن منظر: ہندوستانی فوج کا کجھ سپاہی جن ماں اک سکھ بھی ہے۔ اپنا کم ماں مصروف ہیں کہ بکروال جا پہچے۔

بکروال: ''جے ہند صاحب''

سردار سپاہی: ''جے ہند بابا! جے ہند مگر اج تُسیں ناراض کیوں معلوم پڑتے ہو بابا؟''

بکروال: اُوہ! کے دسوں صاحب؟ دُشمن سرحد کے اندر چلے آیو ہے۔''

سردار سپاہی: دُشمن! کدھر دُشمن؟'' حیران ہو کے۔

بکروال: ''صاحب جی۔ دُشمن سپاہی تھوڑی دیر ہوئی میرے کول آیا تھا تھاری پیکٹ پر حملو کرن واسطے پچھیں تھا۔ مگر میں غلط راہ پر گھل چُھوڑیا۔ فرصت کو وقت نہیں۔ ویہ ضرور اج شام تک تھاری پکٹ پر حملو کریں گا۔ تم اسے ویلے میرے نال چلو۔ ہوں تمناں دُشمن کو راہ دسوں گو۔ تم اسے وقت دُشمن نا باہر کھد یڑ مارو۔''

سپاہی: ''ہاں ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ سیٹی بجی سب سپاہی جمع ہو جائیں چلو فوراً، دُشمن کا پیچھا کرو۔ مگر یہ سامان.....................''

بکروال: مناں دیو کجھ سامان ہوں چاؤں گو۔''

سپاہی: ''نہیں بابا نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ آپ بجرگ ہو۔ سامان نہیں اُٹھا سکتے یہ بات ہم سے نہیں ہوسکتا۔ بھارت کو آپ جیسے بجرگوں پر ناز ہے۔ ہندوستان کا ہر سپاہی آپ کے بُڑھے کا محافظ اور سہارا ہے ہم خود سب بوجھ اُٹھائیں گے۔''

بکروال: ''صاحب جی سامان زیادہ ہے۔ آپ ہور نہیں چا سکتا تھوڑی دیر ٹھہر جاو۔ ہوں یوہ آیو۔''

(بکروال چل پوئے ہور پردو گر پوے۔ میوزک ٹیون شروع)

تیجو سین

پس منظر: پردو اُٹھے۔ بکروال کا گھر آلا اپنا ڈیرا پرُ ہیں۔ بکروال کی گھر آئی بُڑھی اُس کی جوان عمر گدری زیتون نے اٹھ دس سالاں کو پوت رشید بیٹھا وا گھر کو کم کاج کر ہیا ہیں کہ بکروال دوڑ تو ڈیرا پر جا پہُچے۔

بکروال: ''تم حالاں بیٹھا وا ہو۔ اُٹھو اُٹھو۔ بہل کر و ملک پر حملو ہو گیو ہے مھاری فوز نا مزوراں کی تنگی ہے۔ چلو ہم سب مدد کراں۔''

سب کا سب ڈیرا نا چھوڑ کے فوج کی طرف دوڑن لگ پوئیں۔ پردو گرے، میوزک ٹیون شروع۔

چوتھو سین

مھاری فوج کا سپاہی بکروال کی واپسی کو انتظار تے سامان بنھ رہیا ہویں کہ بکروال سارو عیال کے کے پوہچ جائے۔ فوجیاں کا مُنہ پر مسکراہٹ پیدا ہو جائے۔ سب مل کے سامان لے کے دُشمن کو پچھو کرن واسطے ٹر پویں۔ سٹیج کا اک دروازہ توں نکل کے دو جا دروازہ توں داخل ہو کے سردار سپاہی کہہ:

سردار سپاہی: ہم وطنو! دُشمن اب بہت قریب ہے۔ اور کافی تعداد میں ہیں۔ ابھی دو دو ہاتھ ہونے والے ہیں۔ بچے اور عورتیں اب واپس چلے جائیں۔

زیتون اُس کی ماں: ''نہیں ہرگز نہیں، ہم تھارے نال چلاں گی۔'' ہور رشید

سردار فوجی: زیتون کی طرف مخاطب ہو کے''دیکھ بہن دیکھ ماں جی ابھی بھارت کو تمہاری بہت ضرورت ہے۔ ہمارے کام آ جانے کے بعد تمہاری باری آئے گی۔ بہن تم نے تو ابھی بھائیوں کی کلایوں پر کافی راکھیاں باندھنی ہیں۔ تمہارے بنا بھائیوں کو راکھی کون باندھے گا؟ تم تو بھارت ماتا کی امانت اور سیتا جی کی بہن ہو۔ ضد نہ کرو، وقت کم ہے۔ دیر ہو رہی ہے۔ واپس چلو۔ تمہارے پیار کے سہارے ہم بہت دنوں تک لڑ سکیں گے۔ وشواس رکھو۔ تمہارے وطن کی دل و جان سے حفاظت کریں گے۔ جاؤ جاؤ، بھگوان تم سب کی رکشا کرے۔''

بکروالنی: زیتون تے رشید بے شک ہٹ جائیں۔ مگر ہوں تے زیتون کو باپ فوزیاں کے نال چلاں گا۔ (فوجی اگے بدھیں ہور ہتھ نال ٹاٹا کر کے رُخصت منگیں۔

زیتون تے رشید، رون ہکا ہو کے: خُدا کے حوالے میرا بیر سپاہیو، خُدا کے حوالے، خُدا کے حوالے.....................'' پردو گر جائے۔

پنجموں سین

پس منظر: (زیتون تے رشید واپس اپنا ڈیرا پُر پوہچ گیا ہیں ہور اُداس بیٹھا وا ہیں۔ کہ زیتون کو خاوند نذیر داخل ہوئے۔)

نذیر: تم اُداس کیوں ہو زیتون؟ خیر ہے؟ بابو کت ہے؟ تائی کیاں گئی ہے۔

زیتون: ''ملک کی سرحداں پر دُشمن نے حملو کر چھوڑیو ہے نذیر بابو تے اجاں فوج کو بھار چا کے نال گیا وا ہیں۔''

نذیر: ''بچھا! فر تے بابا کو گجر برگیڈ قائم ہو گیو ہوئے گو۔ ہاں بُڈھو جرنیل خوب بجتو ہوئے گو۔ مگر تائی بھی گجر برگیڈ ماں ہی بھرتی ہو گئی۔ اُس نا تے جھانسی برگیڈ کو انتظار کرنو

چاہے تھو۔''

زیتون: ''مخول کو وقت نہیں۔اج ملک کی ہزاراں کالسریاں کی عزت خطرہ ماں پے گئی ہے۔
رضیہ تے رادھا کا سر کی چادر نا کھسن واسطے دُشمن گھسن گھبری کرر ہیا ہیں نذیر۔''
پس پردہ توں آواز آوے:
''آج کی رات بچیں گے تو سحر دیکھیں۔''

نذیر: ''ہوں بھی چلوں زیتون ہوں بھی چلوں۔دیکھ ملک کی سرحد مناں بُلا رہی ہیں
زیتون، بُلا رہی ہیں۔''

زیتون: ''ہاں! توں بھی جائے گو۔فرکون کرے گو مھارو کفن دفن مناں چھوڑ کے جائے
گو نذیر.....''زیتون بے پس ہو کے کہہ۔
سوچ ماں پے جائے۔تے خبر لول اُٹھے۔''

زیتون: ''ہاں نذیر توں فوراً جا۔ چرنہ کر۔تاریخ لکھن آلا میرے سر الزام لادیں گا کہ
زیتون کا سجرہ بیاہ نے نذیر میدان جنگ تے روک لیو۔ہوں یوہ طعنو جرنہیں سکتی۔
ملک کی سلامتی پر ایسا ہزار پیار تے بیاہ قربان چل نذیر اسے ویلے چل۔مگر میرے
نال وعدو کرو۔تناں بھارت ماتا کا تقدس تے اس کی عظمت کی قسم ہے۔دُشمن
نا کدے کنڈ نہ دسیے۔ملک کی عزت تے گُجر بر گیڈ کی شان اُچی رکھیے۔ہوں
ساری عمر بھارت کی فتح تے تیری فتح کی اڈیک دان رہوں گی۔رب راکھو نذیر
رب راکھو،رب راکھو۔''

نذیر رخصت ہو گیو۔تے زیتون آپناں آپ نال یوہ شعر گائے:۔

بھنڈی ڈھاوں پھوڑی آرے نکا بیں،،
نکا کی بدنامی لگی چادیوں پھولاں مھیں
رے نکا نال چلوں گی! پردو گر جائے۔میوزک ٹیون شروع

چھیووں سین

پردو ہٹے تے بکروال ڈیرا پر زیتون تے رشید بیٹھا واہیں۔اتناں ماں سٹیج کو اک دروازہ تے بکروال تے سردار فوجی نے زیتون کی زخمی ماں کی لاش موںڈا پر چائی وی آپوہچیں۔زخمی بُڈھی نا منجا پر رکھ کے سردار فوجی سمیت سب گھر آلا رون لگ پوئیں۔اتناں ماں بُڈھی زخمی باغصو آجائے تے کہہ:

بُڈھی بکروالنی: واہ واہ رے جنیو تھارے منُہ پُر داڑھی ہے کہ گھاہ ہے۔وطن پُر قربان ہوتے وقت لوک اس طرح ٹبکیاں نالوں رویں یاد رکھیو۔کدے بھی بھارت ماتا کی حفاظت کو سادو آیو۔تے اک دو جانا اڈیکن بغیر ہی میدان جنگ ماں کد پیو۔ نہیں تے ہوں آپنی بہتری دھار کدے بھی نہیں بخشسوں۔ہوں گُجر بریگیڈ کا خواب ناانہاں ادھ موئیاں اکھاں نال نہ دیکھ سکی مگر تم ضرور اس کی تعبیر دیکھو گا۔ صوبے دار کرنیل سنگھ کی لاش ہجاں تک میری اکھاں اگے پھرے۔شام کی بانگ لگتی تے کہتو۔''ماں جی! تیری نماج کو وقت ہو گیو۔توں جا نماج پڑھ۔''

ہوں کہتی:''بچا! تے سرحد کی حفاظت کی نماز کون پڑھے گو؟''

ہس کے جواب دتو۔ ''ماں اُس ویلے تک ہوں پڑھوں گو۔

میرے پر یقین کر ماں مناں سب نماج پڑھنی آنویں۔''

جس ویلے مشین گن چلاتو وو شیر کو بچو شہید ہو گیو تے دشمناں نے ہوں بُڈھی عورت سمجھ کے بڑی خوشی نال حملو کر چھوڑ ئیو، میں اگو دیکھیو نہ پچھو۔صوبے دار کی مشین گن کی ہتھی اتناں زور نال پھیری کہ آتا وا دشمناں کا سینہ چھاننی بن کے بلی کا بچاں نالوں ڈھیر ہوتا گیا۔''

رشید حیران ہو کے: مگر ماں تناں مشین گن چلان کی جاچ کس طرح آ گئی۔

ماں: اُف جاچ کس طرح آ گئی؟ اگاں دیکھے سب سنسار ہے۔

نا بچہ: صوبے دار چلاتو میں دیکھ لیو تھو.......................... ہچھا میرو وقت

آپو بچپو ہُن ہندوستان تے اُس کو گُجر بر گیڈ تھارے............

(بُڑھی بکر والنی مرجائے۔ پردو گر جائے۔ میوزک ٹیون سوگوار...............)

ستوواں سین

بُڑھو بکر وال: اُس کی دھی زیتون تے پوت رشید ڈیرا پر بیٹھا ہیں گل بات کر رہیا ہیں پردو ہٹے۔

رشید: ''بابا! بابا تم نا خبر ہے مھاری بستی ماں اک گشتی سکول کُھلیو ہے؟''

بابو: ہاں بچہ سُنیو تے ہے۔ مگر کے فائدو اس سکول کو؟ کدے وٹرنری ہسپتال کُھلتو تے فر بھی گل تھی۔ مال بیماری تے بچ جاتو۔

رشید: ''حلاں تے سکول ہی کھلیو ہے۔ ہو سکے وٹرنری ہسپتال بھی کُھل جائے۔''

بابو: ''بے وقت کُھلے تے مھاری کس کاری؟''

رشید: ''گل اک کہوں بابا۔ کدے تم ناراض نہ ہوئے۔''

بابو: کہو بچہ اس ماں ناراضگی کی کہڑی گل ہے؟ آپنا ماما کا ڈیرا پُر جان کو خیال ہے۔''

رشید: ''نہ بابا کدے، کدے تم اجازت دیوتے ہوں بھی، ہوں بھی سکول جانو چاہوں۔''

بابو: مگر توں کے کرے گو اُت جا کے۔ مال سبھالن ماں میری مدد کون کرے گو۔ دیکھتو نہیں ہوں، ہوں ڈھا کہ پُر دینہ ہوں تیری بہن مشکل نال روٹی پکان، لکڑیں جمع کرن بیمار بکریاں نا پانی پلان تے ڈیرا کی چوکیداری کرن ماں لگی ہے۔''

رشید: بچھا بابا ہوں سکول نہیں جاسوں۔ ہوں تیری مدد کروں گو غلطی نال مُنہ تے گل نکل گئی۔''

بابو: بچہ سکول پڑھن کا کم ہیں فرصت کا۔ قدرت نے ہم ناجھڑی خانہ بدوش زندگی دتی ہے۔ اس ماں تے مرن کی بھی فرصت نہیں۔ صبح تے شام بکریاں کی حفاظت ماں گذار چھڑاں نہ روٹی پوری نہ کپڑا۔''

زیتون: رشید نے کے ضد لا رکھی ہے بابا؟''

بابا: ''کجھ نہیں بچہ۔رشید نا سکول جان کی شوق پیدا ہو گئی ہے''

زیتون: ''نہ بابا نہ! یوہ ہرگز نہیں ہوسکتو۔''

رشید: توں کیوں میری مخالفت کر رہی ہے ادی گل میری تے بابا کی ہے تناں کس نے شور مچائی واسطے کہیو، چڑیل کسے پاسہ کی۔''

زیتون: شاباش! سکول حلاں گیو نہیں۔ کہ اتنی تمیز آ گئی۔ ہُن ہوں بھی دیکھوں گی، کہ بابو کس طرح اجازت دیے گو۔''

رشید: ''دیکھ ادی! توں چپ رہو۔نہیں تے ہوں دھیاڑی آئی گل بابا نا کہہ چھڑوں گو۔''

زیتون: ''اُف ہو۔کہتو کیوں نہیں یوہ ہی نا کہ میرے ہتھوں پانی آلو گڑیو بھج گیو۔ بڑو آیو چغلی کرن آلو۔چغل خور کسے پاسہ کو ہوں''

بابو: ''بس بس جھگڑو بند.....................''

زیتون: ''بابا! اجازت تد دیو۔جد رشید میریں ساریں شرط منے گو۔''

رشید: ''کے شرط ہیں تیری۔''

زیتون: ''نمبر اا ک توں میرو کہیو منے گو۔نمبر دو مُنڈیاں بکریاں نا پانی پیالے گو۔نمبر ترے میرے نال کدے لڑائی نہیں کرسے۔''

رشید: مناں سب شرط منظور ہیں بھیڑ یئے۔خُدا واسطے میری مدد کراوی۔''

(باپ ڈُنگی سوچ ماں پے جائے تے فر کہہ)

بابو: ''بچھا رشید کل تے توں سکول چلے جایے۔ہوں سب کجھ خود کر لیوں گو۔تیرو سکول تے تیرو مستقبل تیرو انتظار کر رہیو ہے رشید ہوسکے تیری یاہ ضدا ک نویں صبح کو آغاز ہوئے۔جا اپنی نویں زندگی کی شروعات کر جا خُدا تیری مدد کرے۔''

رشید: ''زندہ باد! بابا۔زندہ باد، ادی زندی رہے میری چنگی ادی۔''

زیتون: ''ہاں بابا۔مناں اُس وقت کو انتظار رہ گو جد لوک مناں تعلیم یافتہ بھائی کی بہن کہیں

گا۔ میرو رشید ''کٹ پٹ'' کرتو انگریزی بولے گو۔''

پردو گرے۔ میوزک ٹیون شروع ہوے۔

اٹھووں سین

پردو اُٹھے۔ اک درخت ہیٹھ سکول لگو ہے۔

اُستاد: ''بچو کل تم نے پڑھیو کہ مکان کی کہیں منزل ہویں۔ کجھ مکان پکا تے کجھ کچا ہویں کمراں کے اندر الماریں تے کھڑکیں ہویں۔''

اک طالب علم: ماسٹر جی ماسٹر جی! یہ مکان کس موسم ماں پکیں۔''

ماسٹر: بچو مکان میواں کی طرح نہیں پکتا۔ بلکہ پختہ اٹاں تے پتھراں نال بنایا جائیں۔

دوجو طالب علم: ''ماسٹر صاحب یہ الماریں کس واسطے ہویں۔ انھاں بچ لوک سوئیں۔

ماسٹر: ''نہ، نہ، یہ لکڑی کا صندوق ہویں جھاں بچ کپڑا رکھیا جائیں۔

پہلو طالب علم: ''ماسٹر جی جد مکان کی کافی منزل ہویں تے لوک ایکن منزل توں دوجا طبقہ تک کس طرح اتنی چھال مار کے پوہنچا ہونویں گا۔''

ماسٹر: اک منزل توں دوجی منزل تک جان واسطے سیڑھیں بنی ہوئیں تاں چھال مارن کی ضرورت نہیں پیتی۔''

دوجو طالب علم: ''مھارا مکان کت ہیں ماسٹر جی۔''

ماسٹر: ''تم خانہ بدوش ہو بچو اس دفعہ جد ہم جموں ڈیرا لے جاں گا۔'' رستہ ماں ہوں تم نا مکان اندر تے دساؤں گو تا کہ مکان کی سیڑھی تے الماریاں کو تم نا تصور چنگی طرح نال دل ماں بیس جائے۔''

طالب علم: ''اندر تے ماسٹر جی مالک مکان ہم نا اندر ہی بند کر لے گو۔''

اک دفعہ مھارو بکرو اندر بند کر لیو تھو بڑی مُشکل نال چھوڑیو'' گھنٹی بجی تے چھٹی ہوگئی۔''

ماسٹر جی اپنا آپ نال اس طرح سوٹھا کر رہیو ہے.................اُف کس قدر سادہ لوح ہیں یہ لوک زندگی تے اس کی ضروریات کا تصور تے بھی بے خبر ہیں۔ بچا بڑا ذہین تے محنتی ہیں مگر تعلیم کی سہولیات نہیں۔ یہ اجاں بھی اُس زمانہ ماں رہیں جد انسان درختاں پر زندگی بسر کر رہیو تھو۔ کد یہ زندگی کی دوڑ ماں دوجاں کے نال جا پوہچیں گا۔"

نوموں سین

پردو اُٹھے: زیتون نری ڈیرا پر بیٹھی کم کاج کر رہی ہے کہ رشید دوڑ تو وو خوشی خوشی داخل ہوئے۔

رشید: "بابا او بابا! ادی ادی۔"

زیتون: "کے ہے رشید"

رشید: "بابو کت ہے"

زیتون: بابو سل پر نماز پڑھ رہیو ہے۔ اج بابا کی کیوں تلاش ہے۔ میری کائی چغلی کھانی ہے۔"

رشید: نہ ادی نہ۔

اتنا ماں بابو داخل ہوئے

رشید: بابا، بابا۔ مُبارک ہوئے۔

بابو: کس گل کی مُبارک ہوئے۔

رشید: ہوں میٹرک ماں اول درجو حاصل کر کے پاس ہو گیو ہوں بابا

بابو: خُدا کو لکھ لکھ شکر ہے۔ تیری ادی کو اک خواب تے پورو ہو یو مگر یوہ مارکٹ کے ہوئے رشید۔"

رشید: مارکٹ نہ بابا میٹرک۔ میٹرک دسویں جماعت نا کہیں۔"

زیتون: ایاں آ رشید۔ میرے گل لگ جا۔ میرا لال تیں دس جماعت پاس کر لیں۔

رشید: ہاں ادی۔ و یہ بھی بہت زیادہ نمبر حاصل کر کے۔ ہُن میں اتروں تک سرینگر نوکری

کو انٹرویو دین واسطے جانو ہے ماسٹر جی کہیں تھا کہ تناں فوراً نوکری مل جائے گی۔"

زیتون: "خدا کرے تناں نوکری مل جائے۔ مگر اپنو وعدہ نہ بُھلیے میرے واسطے کچ کی بنگ تے باباواسطے رنگدار پگ۔"

بابو: ہوں......................گویا ہُن میں ہمیشہ واسطے نرانے بکریں چارنی ہیں۔ ہاں ٹکرو پکا کے نال لے جایے تے نالے پلا بھی دھو کے لا لیئے۔ افسراں نا گجراں کی مشک نال ہی زکام ہو جائے۔"

رشید: توں فکر نہ کر میری چنگی ادی، مڑیولے بنگاں نال تیری بانہہ بھر چھڑوں گو۔ مگر خُدا واسطے ٹکڑ اماں لون اندازہ کو کھلیے مت پانی منگتو منگتو ٹپ ہو جاوں۔"

زیتون: "ٹپ ہویں تیرا دُشمن۔"

رشید سرینگر کی طرف چلے جایے تے زیتون نذیر تے رشید کا فراق ماں یوہ گیت

گائے: اُڈرے کبوترا توں چن میرو لوڑیئے
کہیے میرا بالماں نا لگی نہ تروڑیئے

دسموں سین

ضلع ریکروٹمنٹ بورڈ سرینگر کا دفتر پر اُمیدواراں کی بھیڑ ہے۔ گدرا بھی ہیں ہور گدریں بھی۔ نواں سوٹ لگا واتے نواں طرز کا بال بنایا وا۔ آپس ماں گل بات ہو رہی ہے۔

اک اُمیدوار: "یار حمید تناں کے فکر ہے۔ تیرو باپ جنگلات کو مالک ہے تے توں محکمہ مال کو مالک بن جائے گو۔"

حمید: اجی توں بھی تے اک آئی۔ اے، ایس افسر کو ہون آلو جماترو ہے باپ توں بدھ کے سہرا نا زیادہ فکر ہوئے۔

دوجو اُمیدوار: بھائی رحمان! کوے گیس دس تے دس نا۔

رحمان: میرے کول کت کوگیس ہے۔ہوں تے گرائیں ہاں۔اُہ دیکھو یہ سب کس طرح خوش ہیں۔کسے کو بھائی ڈی،سی ہے۔تے کسے کو باپ سیکریڑی،یوہ رشتہ داری تے برادری کو چکر بھی کتنو لمبو ہے۔نوکریں انھاں نا ہی ملیں گی۔ہم تے نوں ہی ٹکر مارن واسطے آیا ہاں۔

گدریں آپس ماں گل کررہی ہیں۔اک کونہ ماں رشید اپنا بکروالی لباس ماں ملبوس آ کے بیس گیو ہے۔

ثریا: دیکھ بملا اُس گدرانا۔شاید یوہ بکروال لڑکو ہے۔

بملا: ہاں بکروال ہے۔

ثریا: ''شاید یوہ بھی قسمت آزمائی واسطے آیو ہے بے چارو۔ہم کے شرمیلی ہاں،یوہ ہم تے بھی اگے ہے۔دیکھ نرو بیٹھو دو دیکھ رہیو ہے۔''

بملا: بے چارہ کول نہ کپڑا ہیں نہ بوٹ۔شاید باپ کا چھترلا کے آیو ہے کتنو سادو ہے۔کون سُنے گو اس کی؟اس کا نمبر میرے تے لکھ لے۔

Turn out zero, personality zero ,smartness hopeless.

ثریا: بددُعا نہ دے بملا سادو تے ہے۔مگر کس قدر خوبصورت تے معصوم ہے اس کی شکل اگر اس کے کول نواں طرز کا سوٹ ہوتا تے سباں نامات کر چھڑتو۔ددھ چٹو رنگ،کا چڑا بال،مظبوط جسم جنگلی نرگس کی طرح گول گول اکھ،سچ مچ شہزادو لگ رہیو ہے۔''

بملا: واہ جناب!نوکری ڈھونڈن واسطے آئی ہے۔کہ ہون آلا رفیق حیات کو انتخاب کرن واسطے کپڑا توں دے چُھڑ تے ہو جائے گی کمی پوری۔

ثریا: غم روزگار تے اگر فراغت ملتی تے سچ مُچ ہوں اسے بکروال گدرانا ترجیح دتی ان کی عادت،ان کو سماج،ان کا طور طریقہ قدیم سہی۔مگر حسد بھریا نہیں۔ان کی کائے شے نقلی نہیں۔

بملا: تے بھیج دیوں فر ہوں سنیہو۔

ثریا:	کم از کم یہ لوک داج تے نہیں منگسیں میرو بس چلے تے اس کا فطری حسن نا اس طرح نکھار چھڑوں کہ تیرے جیسی ہزاراں فدا ہو جائیں۔

بملا:	پہلاں آپنی گل پکی کر لے۔فردو جاں کو سوچیو جائے گو۔

ثریا:	کدے مناں نوکری ملن بھی آلی ہوئے۔ہوں اس کا حق ماں دستبرار ہون واسطے تیار ہوں۔یوہ سب تے زیادہ مستحق ہے۔

اتناماں چپراسی نے آواز دتی:	رشید بکروال!،رشید بکروال!

رشید دوڑ کے بوہا پر آپنی چادر تے چھتر کڈھ کے اندر داخل ہو گے

ثریا:	گیو بے چارو ذبح خانہ ماں، پتو نہیں قصائی کے بھاء لانویں گا!

دوے سہلیں کھڑ کھڑ کر کے ہس پویں تے پردو گر پوئے۔

یارموں سین

پردو ہٹے..........................

ترے بورڈ کا ممبر کُرسیاں پر بیٹھا ہیں کہ رشید داخل ہوئے

رشید:	"Good Morning Sir"

بورڈ کو اک ممبر:	''تناں نہیں رشید نا بلایو ہے۔''

رشید:	میرو ہی ناں رشید ہے۔

ممبر:	تُوں میٹرک پاس ہے۔

رشید:	Sir میں میٹرک اول ڈویژن ماں پاس کیو ہے۔

دوجو ممبر:	کے سکونت ہے تیری کہڑا گراں کو رہن آلو ہے تُوں۔

رشید:	جناب ہوں ریاست کو مستقل باشندو ہوں۔

ممبر:	عجیب! کہڑا گراں تے کہڑی تحصیل کو رہن آلو ہے توں۔

رشید:	جناب ہوں خانہ بدوش بکروال ہوں۔مھارو کوئے گراں یا تحصیل نہیں ہوتی۔

(ممبر ہس پوئیں)

اک ممبر: لکھوجی سکونت خانہ بدوشی۔

بورڈ کو ممبر: بچھایاہ گل دس کہ کپڑاں کی تراش تے فیشن وغیرہ انسان کی پرسنلٹی پر کس حد تک اثر گھلیں۔

رشید: جناب لباس کو بنیادی تے اہم مقصد ہے بدن نا موساں کی چیرہ دستیاں توں محفوظ رکھنو۔ رہیو سوال اس کی تراش خراش تے فیشن کو، تے یاہ ہر مُلک، ہر طبقہ کی اقتصادی اونچ نیچ کے تابع ہوئیں۔ لباس کو شخصیت پر اثر گھلن کو معاملو دیکھن تے پرکھن کا ذہنی رجحانات پر منحصر ہے کہ اُہ انسانی قدراں کا مقابلہ ماں لباس نا کیہڑو درجو دےئے۔

ممبر: بچھا آسان سوال پچھوں یاہ گل دس کہ سنیما ماں جہڑا نواں رجحانات اُبھر رہیا ہیں یہ بہتری کی علامت ہیں کہ خرابی کی؟

رشید: سنیمو میں اج تک نہیں دیکھو، مگر پڑھیو ہے۔ کہ اس کے ذریعے مچ کجھ سکھیو جا سکے۔ مناں پتو نہیں کہ اس کے اندر نواں کہڑا رجحانات ظہور پذیر ہویا ہیں رہیو سوال اچھائی یا بُرائی کو تے یاہ خاصیت ہر شے ماں موجود ہوئے یوہ انسان پر منحصر ہے کہ اُہ بُرائی اپنائے یا بچھائی نا۔

دو جو ممبر: لمی چوڑی تقریر کے بجائے مختصر جواب دے کہ گزشتہ تریہہ ۲۳ سالاں بچ مشرقی تہذیب ماں Table Manners کے اندر کس حد تک تبدیلی آئی ہیں۔

رشید: ہوں جدید تہذیت تے دور فطرت کی آغوش ماں سکونت پذیر ہوں۔ میرے تک نہ اخبار نہ رسالہ تے میگزین پوہچ سکیں۔ فران کی قیمت اتنی زیادہ ہے۔ کہ ہوں خرید نہیں سکتو۔ میرے نزدیک لوکاں کا کھان پین کا اپنا اپنا طریقہ ہیں۔ ہور سارا اُمّہ کے رستے ہی کھاتا ہویں گا۔

ممبر بورڈ: بچھی طرز حیات کا وارہ ماں تاں کے پتو ہے''

رشید: ''جناب اج سویرے ہی میری ملاقات اس عجیب مخلوق نال ہوئی گل بات تے پتو چلیو کہ یہ لوگ مشینی تہذیب تے بے شمار ضروریات تے لدی وی زندگی تے تنگ آ کے فرار کرنو چاہیں۔ سادگی ہور ذہنی آسودگی کی تلاش کریں تے کجھ گمراہ ہو کے نشہ آور چیزاں کو استعمال بھی کریں تا کہ خود فراموشی نصیب ہو سکے۔ مگر میرو خیال ہے کہ ہم بکروالاں کی زندگی ماں اُہ سب کجھ ہے۔ جس کی نویں حالات نا لوڑ ہے قناعت کے نال نال صبر و رضا کی لامحدود دولت مھاری تقلید کرنی چاہیئے۔ ہم اک دو جاتے باری جتن کی نہیں بلکہ باہمی امداد و اخوت ماں یقین رکھاں!

ممبر: ہُن توں جا سکے

رشید: جناب انٹرویو ماں جس قدر سوال پچھیا گیا اُن کو تعلق تے صرف سماج کا اُچا درجہ کی زندگی نا میسر سہولیات کے نال تھو۔ کیا مھاری خانہ بدوش Pastoral زندگی نا زندگی ماں شمار نہیں کیو جا تا کہ اس کا بارہ ماں بھی کجھ سوال ہوتا۔

ممبر: انٹرویو طے شدہ اصولاں کی بنیاد پر ہوئے۔ ہم ہُن کتوں بھیڈ بکریاں نا لیا نواں توں جا سکے۔

رشید کمرہ تے باہر نکلیو تے اس کا چھتر تے چادر غائب، اُن کی تلاش کرے تے متھار پر ہتھ مار کے کہے۔

رشید: ہائے وے قسمتے سڑیئے۔ بُوڑی آئی تھی سنگ لوان واسطے کن بھی کیا گئی۔ پردو گر جائے۔

<u>بارہووں سین</u>

پردو ہٹے۔ زیتون اپنا ڈیرا پر بیٹھی ہے کہ رشید جا پوچے

زیتون: توں آ گیو رشید میرا بھائی۔

رشید: ہاں ادی ہوں آ گیو

زیتون: تنا نوکری مل گئی نا میری بنگ تے بابا کی پک کت ہے۔

رشید: نہ ادی نوکری نہیں ملی، پہلاں مناں کجھ کھان واسطے دے ترے دن تے فاقے ہوں۔

زیتون: رشید۔ ڈیرا پر صرف خُدا کو ہی ناں ہے۔ چار دن تے آٹو مکو ہے۔ بابو خریدن واسطے گیو ہے۔ اجاں واپس نہیں مُڑیو۔ آتو ہی ہوے گو۔ بکریں بھی لگیں ہیں۔ توں جھٹ گھڑی مُنہ پر چھپری رکھ کے سو جا۔ ہوں کجھ ساگ پٹھو بن بچوں ہُن ہی لیائی۔ بھاس کے کھاں گا۔

رشید: نہ ادی ہوں بکریں موڑن واسطے چلوں۔ کوے جانور کھا چھڑے گو۔

اتناں ماں بابو داخل ہوے۔

بابو: توں آگیو رشید۔

رشید: ہاں بابا آگیو مگر بے رنگو۔

بابو: اُہ کیوں

رشید: باب اُت نوکری امیراں تے چنگا پلاں آلاں نادیں۔ سادگی کی کائے قیمت نہیں تھی۔ رشتہ داری تے بُڈھی کی لوڑ ہوئے میرے کول کافی چیز نہیں تھی۔

اتناں ماں زیتون کی رونک کی آواز آوے تے زیتون روے

بابو: توں کیوں روے لگی۔ نوکری خریدن واسطے مھارے کول کے ہے جد تک پسماندہ طبقہ کو کوئے درد دل انسان نوکریاں کا بورڈ کو ممبر نہیں بنتو تدھ تک مھارے نال انصاف کرن کی کائی اُمید نہیں۔

(پس منظر تے یوہ شعر)

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے!

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں اقبالؒ

اتناں ماں نذیر دوڑ تو داخل ہوے تے کہہ:

نذیر: ملک کی سرحداں پر فرحملو ہو گیو۔ گُجر بر گیڈ ماں بھرتی کُھل گئی ہے ہوں چلوں۔

بابو: ''چل رشید توں بھی چل۔ زیتون توں بھی چل۔ زخمیاں نا پانی پلانو ہے ہوں بھی بھرتی ہوؤں گو۔ مگر میری داڑھی۔ میری داڑھی.................... یاہ چٹی داڑھی مناں بھرتی ہون تے رُکا نہ چُھوڑے۔ زیتون کلف لا میری داڑھی نا کالی کر!

پردو گرے۔ میوزک ٹیون شروع

تیرھووں سین

پردہ کے پچھے گُجر بر گیڈ کا سپاہی پریڈ پر کھلا ہیں جس ماں بابو رشید، نذیر، سردار سپاہی تے کجھ ہور سپاہی شامل ہیں وردی ماں ہیں۔ پردہ کے پچھے تے آواز آوے.................

گُجر بر گیڈ! ساودان سب سپاہی خاموشی کے نال کھلا ہو جائیں دو جی آواز آوے''

گُجر بر گیڈ سلامی شس'' سب سلامی واسطے ملٹری سلوٹ کریں۔

پردو ہٹے تے سپاہیاں نا سلامی کی حالت ماں دیکھیو جائے پردو گر جائے۔ تے پس پردو یوہ مصرعو...............'' جنہیں ناز ہے ہند پر وہ کہاں ہیں۔''

نالے یوہ ریکارڈ'' وہ صبح کبھی تو آئے گی''۔ (ختم)

بابُو نور محمد نوؔر

پیدائش: 27 مئی، 1942ء چک کترو پونچھ

گوجری کا مشہُور مزاحیہ شاعر تے ڈرامہ نگار نور محمد نوؔر ۱۹۲۴ء مانھ پُونچھ کا گراں چک کترو، مانھ پیدا ہویا۔ بچپن غریبی مانھ گذاریو پر تنگدستی انھاں نا دسمی توڑی تعلیم حاصل کرن تیں نہیں روک سکی۔ یاہ اُس دور کی گل ہے جد گوجرا ماحول مانھ دسمی پاس کرنی ہر کسے کا بس مانھ نہیں تھی۔ ویہ روزگار کی تلاش مانھ محکمہ مال کا در پوہچیا تے عُمر ساری اُتے کا ہو گیا۔ یُوں نور محمد تیں بابُو نور محمد بنیا تے فر جد تک بندی شاعری ہوگئی تاں بابُو نور محمد نوؔر بن گیا۔

بابُو نور ہوراں کو تعلق گوجری لکھاڑیاں کا اُس پُور نال ہے جنھاں نے ریڈیو کشمیر تے کلچرل اکیڈمی مانھ گوجری شعبا کھُلن کے نال ہی جوش جذبہ نال لکھنو شروع کیو۔ جد نسیم پونچھی تے اقبال عظیم شاعری آلے پاسے مُڑیا، امین قمؔر، سلیمؔ تے قیصؔر نے کہانیں سُنانی شروع کیں تاں نور محمد مذاحیہ شاعری آلے پاسے ایسا مُڑیا جے اسے میدان کا کھِلاڑی بن کے رہ گیا۔

اُنھاں کی تقریباً ساری شاعری طنز و مزاح کی صورت مانھ ہے تے ہمعصر لکھن آلاں مانھ نذیر احمد نذؔیر، نور محمد نوؔر تے تاج دین تاؔج تیں بعد کوئے چوتھو شاعر نظر نہیں آتو جس نے اختیاری طور پر مذاح آلے پاسے قدم رکھیو ہوئے۔ اُنھاں نے پہاڑی زبان مانھ وی مذاح لکھن کا کامیاب تجربا کیا ہیں۔ میرا ذاتی مشاہدہ کے مطابق طنز و مذاح وہی شخص تخلیق کر سکے جہڑو اندروں چُور چُور ہوئے تے نوؔر ہوراں کا ذاتی حالات مذاح واسطے عین مناسب تھا۔ اُنھاں نے کئی خوب صورت مذاحیہ نظم لکھی ہیں جن مانھ ''دوبیاہ''، ''شیر تے کُتو'' تے ''لاڑلو پُوت'' شامل ہیں۔

گوجری مانھ شاعری تیں علاوہ انھاں نے کئی سٹیج ڈراما لکھیا تے سٹیج کروایا ہیں جھڑا مذاحیہ انداز کی وجہ تیں لوکاں نے مُچ پسند کیا ہیں۔ انھاں نا ڈرامہ مانھ اپنا آپ پر ہستاں دیکھ کے اُس ویلے کوئے یاہ نہیں سوچ سکتو جے یاہ چوٹ اپنے توں زیادا دیکھن سُنن آلاں پر یا سماج پر ہے۔ اسطرح ریاست مانھ گوجری ڈراما کی تاریخ وی نورمحمد نور کا ناں تیں بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

بابُو نورمحمد نور ہوراں نے پنجابی شاعری مانھ دو کتابچہ ''رب دے پیارے'' تے ''وفات نامہ سائیں میرا بخش'' کا ناں نال شائع کروایا ہیں پر گوجری ڈرامہ اجھاں کتابی صورت مانھ باندے نہیں آیا۔ وہ اجکل سرکاری ملازمت تیں فارغ ہو گیا ہیں تے اپنی مذاحیہ شاعری پچھلے ہی سال ''بدلتو دور'' کا ناں نال چھاپ کے شائع کی ہے۔

ڈرامو:

چالاک نوکر

نور محمد نوؔر

کردار:

چودھری	مالک مکان
حمید	نوکر
واقف کار	گرائیں
نمبردار	گرائیں
ہمسائے دار	گرائیں
چوکیدار	گرائیں
ٹبڑار	گرائیں
دوست یار	گرائیں
رشتے دار	گرائیں

(ا)

حمید: اسلام علیکم جناب چودھری صاحب۔

چودھری: وعلیکم السلام کے حال ہے حمید۔

حمید: جی سب خیر سُکھ۔بس زندگی گا دن گذار رہیا ہاں۔

چودھری: اَج کس طرح اس پاسے آن کوموقعو ملیو۔

حمید: جی کافی دن ہو گیا تھا فرصت نہیں ملی۔ اَج خیال آیو جے چلو چودھری صاحب ہوراں گی ملاقات کر آ ؤں۔ نا تے ایک کم وی ہے۔

چودھری: جی کے کم؟ ذرا مناں تے دس کجھ مشکل تے نہیں۔

حمید: جی تھارے سامنے کے مشکل خدا خیر کرے تم پورا گراں ماں سب توں اُپر ہیں جن کے کول دانا۔ اُن گا کملا وِی سیانا۔

چودھری: چھوڑ نکا اِنہاں مشہوریاں نا۔ سُنا کیوں آ ئیو ہے۔

حمید نوکر: جی تم ناجناں گی ضرورت وے گی۔ سو چیو سال ہوں تھارے نال لا آ ؤں۔

چودھری: چنگی گل ہے نوکر ٹکیو رہو دس کے تنخواہ لیے گو؟

حمید: جی ہوں کم کروں گو من گے تے پیسا لئیوں گو گن گے۔ کم ویلے کم تے مصیبت ویلے چھٹی۔

چودھری: حمید توں مناں کجھ سیانو دسیو ہے۔ مناں اس قسم گا سیانا تے چالاک نوکر کی ضرورت تھی۔

حمید: چودھری صاحب تم جہڑو کم دستیں گا فٹوفٹ کروں گو۔ ہمدردی نال بغیر دغا گے۔

چودھری: دیکھ نکا میرو گھر ہے گراں ماں سب توں گھر اس ماں رہن آلو ہر آدمی گراں واسطے نمونو ہونو چاہئے۔ ات نوکر وی چنگی سوچ سمجھ آلو وے تے فر جا گے گذارو چلے۔

حمید نوکر: چودھری صاحب تم مناں بھانویں اَزمالیو ہوں تھاری ازمائش ور پورو پورو اُتر ونگو۔ ناراضگی گو موقعو نہیں دیسوں۔

چودھری: اِت عام لوکاں گو آن جان لگو رہ۔ کڑیں دھیاڑی ساری روٹیں پکا پکا گے تھک جائیں مگر جوان آ تار ہیں۔ تیں اک کم کر نو میرا دوست یار تے رشتے دار توں بغیر کسے ہور آدمی نا اندر نہیں جان دینوں۔ نالے اِک گل ہور وی دسوں، میرا خاس

مہماناں گی آبیں وی کرنی ہے۔

حمید: ٹھیک ہے جناب، یاہ وی کائے مشکل گل ہے۔کیا مجال جے دوستاں یاراں یار رشتے داراں توں علاوہ ایک چہڑی وی اندر چلی جائے فر ہوں مرگیو۔

واقفکار: سلام علیکم۔

حمید: وعلیکم السلام، آؤ جی بیسو بیسو جی بیسو۔

واقفکار: ہاں آؤ جی بیسو بیسو جی بیسو گی کے گردان لائی وی ہے۔

حمید: جی چودھری ہوراں نے فرمایو ہے جہڑو بندو گھر آوے اُس کی آبیں کرنی تم کون ہیں تے کیوں آیا؟

واقفکار: جی ہوں انہاں کو واقف کار آدمی ہاں۔

حمید: تم ناچودھری ہوراں نال کے کم ہے۔

واقفکار: جی انہاں کی ملاقات کرنو چاہوں۔

حمید: نہ بابانہ، بغیر دوستاں، یاراں تے رشتے داراں گے چودھری ہوراں کول اندر جان گی اجازت نہیں۔

واقفکار: یاہ پابندی کیوں لائی کے وجہ ہے؟ اَج تو ڑی کسے نے نہیں روکیو۔

حمید: جی تم ناخور تے پتو نہ ہوے چودھری ہور اَج کل کجھ بل جے نہیں۔وے آرام فرمار ہیا ہیں۔تانجے بیماری دور وے۔

واقفکار: جی کے بیماری ہے؟ چودھری صاحب نا، خدا خیر کرے۔

حمید: جی اَچھٹی جئی بیماری ہے۔سو گے اُٹھیں تے نیند نہیں آتی۔رج گے کھلیں تے بھکھ نہیں لگتی۔

واقفکار: بھکھ نہ لگتی وے معدہ گی خرابی تے نیند نہ آتی ہوے دل گی بیتابی۔اللہ رحمٰن کرے۔دوئے بیماریں بری ہیں۔اِنھاں نال گئی مرگیا تے کیس تڑفیں۔

حمید: خدا خیر کرے۔جی تم کیوں ہم ناڈرانویں مھاری عمر وی چودھری ہوراں نال سراں غوسایو خدا نہ چاوے۔

واقفکار: جی تم چودھری ہوراں کولوں اجازت لے آؤ مناں اُنھاں نال کوئے ضروری کم ہے۔

حمید: نہ بابا نہ! میں پہلاں ہی کہہ دتو جے بغیر دوستاں یاراں تے رشتے داراں گے اندر جان گی اجازت کسے نانہیں۔

واقفکار: اچھا جی جے نہ جان دئیں تے فر تھاری مرضی۔ایویں کیویں ہانڈ ہوگئی کے گل ہے۔حمید یوہ کون ہے؟ جس نال توں گل کرے تھو۔

حمید: جی تھوکوئے پیڑ وا پنوناں واقفکار دسے تھو۔صاف لفظاں ماں کہو۔ دوستاں، یاراں تے رشتے داراں گے اجازت نہیں۔چلتو کیو تے ٹر گیو۔

چودھری: آن دتو وے آ اندر خورے کوئے ضروری کم وے آ۔چلو جان وے۔ہوش رکھیئے۔مدے ہور کوئے اندر چلیو آوے تے میرا آرام ماں خلل پاوے۔

حمید: جی تم بے فکر رہو۔آدمی تے دور اندر مکھی وی نہیں جا سکیں۔

چودھری: شاباش بچہ اس قسم کو ہمدردنو کر مناں بڑو پسند ہے۔

نمبردار: کے حال ہے نکا۔چودھری ہور اندر ہی ہیں؟

حمید: نہ سلام نہ کلام تے پہلاں چودھری کو نام۔تم ہیں کون چودھری ہوراں کول آن آلا۔

نمبردار: نکا تناں اجے نہیں پتو جے بڑا نکاں نا سلام نہیں۔نکا بڑاں نا سلام کریں ہویں ہوں نمبردار ہاں اس گراں گو نمبردار۔چودھری ہوراں نال ملاقات کرنو چاہوں۔

حمید: نہ جی نہ ناراضگی نہ کریو۔تم میرا سر گا صاحب بغیر دوستاں یاراں تے رشتے داراں توں اندر جان گی کسے نا اجازت نہیں۔

نمبردار: کیوں رہ بھائی اتنی پابندی کیوں۔اس توں پہلاں کوئے نہیں روکے تھو ہم کھلا آنواں جاں تھا۔

حمید: پہلیں گل رئیں پہلا نال، نہ وے گل تے نہ وے پہلا ،تم نا خورے پتو نہیں ہوسیں چودھری ہور کجھ دناں توں تکلیفی ہیں۔اندر آرام کرر ہیا ہیں۔

نمبردار: جی کے بیماری ہے ذرا مناں وی واقف کرو۔

حمید: جی بیماری بڑی عجیب لگی وی ہے۔لماں پوئیں تے سوجئیں، روٹی کھاتاں، کھاتاں رجیں تے چھوڑیں۔

نمبردار: بڑی خطرناک بیماری ہے۔اپنا حصّہ گو کھائیو ختم کرر ہیا ہیں تانجے جلدی جلدی اگلا مقام یعنی قبرستان ماں پُہنچ جائیں۔

حمید: نہ جی نہ ایسی گل نہ کہو۔اللہ انھاں کی زندگی لمی کرے مریں اُنھاں گا دشمن تے جیئں وے۔

نمبردار: اُس نے تے میں ہن جی گے کر نو وی کے ہے۔بہتی گئی تے تھوڑی رہی مناں اندر جان دیتو آمالیو اُگراہنو تھو۔

حمید: نہ جی نہ مناں جس طرح حکم کر گیو ہے میرا واسطے اُس ور عمل کرتو رہن بہتر ہے۔جے تم وی پہلاں خباں واقفکار ہوراں ہاروں مُڑ جاؤ۔

نمبردار: وہ واقفکار کون تھو۔جہڑو میرے توں پہلاں آیو تھو۔

حمید: جی وہ وی تھو ایک مان نہ مان ہوں تیرو مجوان، بے رنگ لفافہ کی طرح اُڈ تو گیو۔

نمبردار: تے میرے واسطے کے حکم ہے اندر جان گی اجازت ہے یا نہیں۔

حمید: جی تم میرا سرگا صاحب اندر جا تا بے شک جاتا۔مگر کے کروں اُنھاں نے فرمایو ہے جے بغیر دوستاں، یاراں یار ستے داراں گے کوئے اندر نہ آوے۔میری روزی گو مسئلو ہے۔بہتر ہے جے تم وی گھر مُڑ جائیں۔

چودھری: کے گل ہے حمید! یوہ باہر کون آدمی تھو جس نال توں گل کر رہیو تھو۔

حمید: جی آئیو تھو ایک ہور دار، کہہ تھو ہوں نمبر دار ہاں اِت جھڑ و وی آوے ناں گے نال یا کاروے تے یا داروے۔ پہلاں آئیو واقفکار تے اُس توں بعد نمبر دار۔

چودھری: آن دینو تھو بیچارہ نا لیو لے جا تو وے آ۔

حمید: مالیہ گوناں اُس نے وی لیئو تھو۔ مگر میں کدا اندر آن دِتو، میں کہیو چودھری ہوراں گو حکم ہے جے دوستاں، یاراں تے رشتے داراں کے سوا کوئے بندو اندر نہیں آ سکتو۔ میں کھسکا چھوڑیو۔

چودھری: تیں بڑو بر کیو۔ ہن مناں گل کو دن توڑ گے نمبر دار نا لوڑنو پوئے گو، نمبر دار بڑاں بڑاں نا ہتھکڑی لوا چھوڑیں۔ نمبر دار نال جو بگاڑے وہ کدے باڑے۔

حمید: نہ جی نہ دوستاں یاراں تے رشتے داراں توں بغیر کوئے آدمی اندر نہ آوے۔

ہمسائے دار: سلام علیکم

حمید: وعلیکم السلام کے گل ہے بھائی کس طرح کی وھائی۔

ہمسائے دار: جی مناں چودھری ہوراں کول ایک ضروری کم تھو۔ جس وجہ توں آج سویلے اِت آنو پیئو۔

حمید: جی تم ہیں کون تے کتوں آیا۔ ذرا مناں واقفیت تے کراؤ۔

ہمسائے دار: جی ہوں ہمسائے داریاں۔ اِتے نیڑے رہوں۔

حمید: اِت جھڑ و آوے تے کارتے دار ہی وے۔ پہلاں آئیو واقفکار فر نمبر دار تے ہن ہمسائے دار۔ یوہ ہمسائے دار کے وے۔

ہمسائے دار: جی ہمسارئے دار کہیں گما ہنڈی نا۔ اَج کل دنیا کافی سدھر گئی ہے گھر گھر ماں لوک پڑھیا وا موجود ہیں۔ سو چیو ہوں وی اردو گو موٹو جو لفظ اپناناں گے نال لاؤں تا نجے مناں وی پڑھیو وی سمجھیں۔

حمید: اِت بڑاں بڑاں گی دالی نہیں گلتی۔ بھائیا توں کس باغ گو مالی۔ باقی رہی گل
چودھری ہوراں نال ملاقات گی تے اَجکل بیمار ہیں۔ بغیر دوستاں یاراں تے
رشتے داراں گے اندر کوئے نہیں جاسکتو۔

ہمسائے دار: وہ کیوں جی کائے پابندی ہے۔

حمید: وہ اس گلوں جے وہ کجھ تکلیفی ہیں۔ ہو سکے اپریشن کرن کی نوبت آو جیئے
دوستاں یاراں تے رشتے داراں توں علاوہ کوئے ہمدرد نظر نہیں آتو۔

ہمسائے دار: اچھا جی فر ہوں چلیو۔ اُنہاں نا کے تکلیف دیوؤں۔

چودھری: کے گل ہے حمید یوہ باہر کون گل کر رہیو تھو۔

حمید: جی چودھری صاحب اِت قسم قسم کی دنیا آوے پہلاں واقف کار فر نمبردار تے
ہن آیو ہمسائے دار میں کہیو بغیر دوستاں یاراں تے رشتے داراں گے کسے نا اندر
جان گی اجازت نہیں۔ کھسکا چھوڑیو۔

چودھری: چنگو کیو۔ میرا کن کھئے آجناں نا گھر کوئے کم نہیں ہوتو۔ بہانو بنا گے چلیو
آوے کڑیں آٹو تھپ تھپ گے تنگ چے جیئں مگر کے مجال جے کوئے رُکے
سویرے سویرے ایہہ حاضر۔

چوکیدار: سلام علیکم نکا چودھری ہور اندر ہی ہیں۔

حمید: جی تم کون ہیں تے اُنہاں کول کے کم ہے؟

چوکیدار: جی ہاں اس گراں گو چوکیدار ہاں۔ اُنھاں نال ملاقات کرنی چاہوں۔

حمید: نہ جی نہ سودھائی خدا گی کدے تم اندر جان گی گل کرتا ویں۔

چوکیدار: وہ کیو جی کوئے پابندی ہے۔ ذرا مناں وی واقفیت کرایو۔

حمید: جی اس گل کو کے پتو مگر گل کلام گھٹ کریں۔ اسے وجہ توں ہر کسے نا اندر جان
توں منع کیو وو ہے۔

چوکیدار: جی مناں کجھ ضروری کم تھو۔ سوچیو چلو آ ؤ ملاقات کرآ ؤں۔

حمید: جی ملاقات تے تم کرتا بڑی خوشی نال کرتا مگر کے کروں۔ اس وں پہلاں چار آدمی بغیر ملاقات کے مڑ گیا۔ اُنہاں ناوی موقعو نہ ملیو۔

چوکیدار: جی وے کون کون تھا۔ ذرا مناں وی واقفیت کراؤ۔

حمید: بس جی تھہارے ہاروں انھاں گا نانواں گے نال کارتے دار تھا۔ پہلاں آیو وقفہ کار فر نمبر دار فر ہمسائے دار تے ہن تم چوکیدار۔

چوکیدار: جی اتنی بڑی پابندی کے لائی وی ہے؟

حمید: جی وے فرمانویں جے ہوں بیماریاں گل کلام کرن نال تکلیف وے دوستاں یاراں تے رشتے داراں توں علاوہ کوئے اندر نہ آوے۔

چوکیدار: وہ کیوں جی باقیاں ور پابندی تے دوستاں، یاراں تے رشتے داراں واسطے نہیں ہے۔

حمید: جی اُنھاں گو خیر سکھ نال آپریشن ہے لکھ ڈیڑھ لکھ روپیہ لگیں گا۔ دوستاں یاراں تے رشتے داراں نے دس، دس ہزار روپیاں گی مدد کرنی ہیں۔ کدے تھارے کولے پنچ ہزار روپیا ویں یا دے سکیں۔ فر تم اندر جا سکیں نہیں تے مہربانی کر کے گھر مڑ جاؤ۔ میری روزی گو مسئلو ہے۔

چوکیدار: نہ جی نہ میرے کول اتنی رقم کت ہے۔ ڈھائی ترے سو روپیو مہینہ گی تنخواہ لبھے۔ میرے کول کت ہیں اتنا پیسا چندہ گا ہوں یوہ چلیو۔ میرو ناں نہ لیو۔

چودھری: حمید یوہ کون باہر ترے نال گل کرے تھو۔

حمید: جی کہہ تھو۔ چوکیدار ہاں گراں پورا گو محافظ حکومت کو وفادار ترے سو ماں بیڑ و پار۔

چودھری: ترے سو ماں بہڑ و پار اس گو کے مطلب ہے۔

حمید: جی تم نا نہیں پو اس کو ملطب بڑو آسان۔ یعنی ترے سو روپیا مہینہ گی تنخواہ، فر مہنگائی یاہ۔

چودھری: تے وہ گیو کئیاں اے باہر ہے جے چلیو گیو۔

حمید: جی میں وہ بیچارو چلتو کیو۔ بہانو لاگے کہیو کدے تھارے کو پنج ہزار روپیا ویں تے فر اندر جاگے ملاقات کرو۔ اُنہاں نا آپریشن واسطے پیساں گی ضرورت ہے ایک منٹ نہیں کھلیو چلیو گیو۔

....

ٹبردار: سلام علیکم کے ہے نکا۔

حمید: وعلیکم السلام بس جی سکھ ہے دن گذار رہیا ہاں۔

ٹبردار: چودھری ہوراَج کت ہیں مناں اُنہاں توڑی کجھ ضروری کم ہے۔

حمید: جی خدا کجھ نہ کرے وے آج کل تکلیفی ہیں اُنھاں گی صحت کجھ خراب جئی ہے۔

ٹبردار: جی اُنھاں گی ملاقات واسطے آیو تھو۔ سوچیو جاؤں ملاقات کرتو آؤں اللہ جانے کد موت لے جائے تے حسرت دل ماں رہ جائے جے ملاقات نہ کرسکیو۔

حمید: جی تم ہیں کون تے کتوں آیا ہیں۔

ٹبردار: جی ہوں اتے ہی گراں ماں رہوں لوک مناں ٹبردار کہہ گے بلانویں خیر سکھ نال۔

حمید: کوئے آوے واقف کار، کوئے نمبردار کوئے ہمسائے دار، کوئے چوکیدار تے ہن آیو ٹبردار۔ بھائی یوہ ٹبردار کے وے؟

ٹبردار: جی تم ناپتو نہیں ہوسیں خیر سکھ نال دو بوٹیں ہیں۔ جن گی اولاد پنج بچہ تے ست بچیں گن گُٹ گے چودہ آدمی ہاں ہم گھر گا۔ اسے وجہ توں لوگ مناں ٹبردار کہیں۔

حمید: جی تم تے ٹبردار ہیں کدے خبرداروی آوے تے اندر جان گی اجازت نہیں تم ناانہاں تک کوئی ضروری کم وی ہے۔

ٹبردار: جی بس ملاقات کرنی تھی جے مل جاتا خیر خیریت پچھ لیتو۔

حمید: جی اجکل خیر خیرت پچھنی بڑی مہنگی ہے۔ پنج ہزار روپیا لگیں۔

ٹبردار: جی وے کانہاں گا۔اس توں پہلاں ہم آتا رہیا۔پیساں کو کسے نے ناں تک نہیں لیو۔اَج یوہ کوئے نوؤں رواج سنیو۔

حمید: جی نوؤں رواج نہیں تم ناخورے پتو نہیں ہوسیں خدا کچھ نہ کرے۔چودھری ہور کچھ تکلیفی ہیں۔اُنہاں گی صحت خراب ہے۔آپریشن کران واسطے لکھ ڈیڑھ لکھ روپیو لگے گو۔اسے سوچ ماں پیا وا ہیں۔

ٹبردار: اس گو مطلب اندر کوئے نہیں جاسکتو۔

حمید: جی اندر جان واسطے دوستاں یاراں تے رشتے داراں نا کھلی اجازت ہے۔ باقی لوک باکل نہیں جاسکتا۔

ٹبردار: واہ کیوں جی خالی وے ہی تے ہور کوئے نہیں۔

حمید: جی دوست یار تے رشتہ دار ہی اپنا نالے ہمدردی تنگی طلبی ماں کم آویں کہ دس دس ہزار روپیو دِتو تے آپریشن ہو جئے آ۔کدے تھارے کول پنج ہزار روپیہ ویں یا پنج ہزار تک دے سکیں تے فر ہوں تھاری ملاقات کراؤں۔

ٹبردار: نہ جی نہ خدا کو واسطو ہے کدے پیساں گو تم ناں وی لیتا ویں۔ہوں بیچارو غریب آدمی ہاں چودہ آدمی کھان آلا تے آمدنی کوئے نہیں۔ہو یوہ چلیو میرو ناں نہ لیو۔

چودھری: حمید بوہا پر ترے نال کون گل کرتے تھو۔

حمید: جی تھو ایک بندو اسے گراں گو کہہ تھو ہوں ٹبردار ہاں۔

چودھری: وہ کیوں آیو تھو کے کم دسے تھو؟

حمید: جی وہ کہہ تھو ہوں چودھری ہوراں نال ملاقات کروں گو۔کم کاج ضروری نہیں تھو۔

چودھری: اِسے قسم کا بندا منا دھیاڑی ساری تنگ کرتا رہیں۔میری ہی ملاقات رہ گئی تھی بقایا۔تے وہ گیو کِیاں، اتے ہی ہے جے چلیو گیو؟

حمید: جی وہ چلتو ہو گیو، کے دسوں میں کسطرح واپس کیو۔

چودھری: کائے حکمت کی ہوئے گی ورنہ کدجا تو۔

حمید: جی کہو کدے پنج ہزار روپیو ہے تھارے کول یا پنج ہزار روپیہ دے سکیں تے فر تم ملاقات واسطے اندر جا سکیں۔ بہانو لا ئیو۔ چودھر یہور بیمار ہیں۔ آپریشن واسطے لوڑیں۔

چودھری: شاباش چنگو کیو میرا کن بچ گیا۔ جھڑ وتیں تے وہ ہی ٹھپ ٹھپ کرتو۔ ہوش رکھئے مدے دوستاں یاراں تے رشتے داراں توں علاوہ کوئے بھل گے اندر آ جائیں۔

حمید: جی تم بے فکر رہو۔ کیا مجال جے کائے مکھی وی اندر آ جائے۔

دوست یار: اسلام علیکم۔

حمید: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

دوست یار: سلام گو جواب بڑو لموں دتو۔

حمید: جی علم گی وجہ توں اُٹھ جماعت پاس ہاں۔ فر تھارے جھیو معتبر آدمی۔ ویسے تے ہوں صرف وعلیکم کہوں نہ میرے واسطے چنگو تے نہ تھارے واسطے۔

دوست یار: نکا توں مناں کجھ سیانو نظر آوے۔ آج کل اتنی باریکیاں کون دیکھئے۔

حمید: جی کوئے دیکھے یا نہ دیکھے مگر میں تے اپنو فرض پورو کرنو ہیں۔ دوجے بڑے گھر کو نوکر وی ہاں کئی بھلاوی رکھنا پوئیں۔

دوست یار: جی چودھری ہور اندر ہی ہیں۔

حمید: تم پہلاں مناں واقفیت کراؤ جے ہیں کون تے آیا کتوں۔

دوست یار: جی ہوں اُنہاں گو دوست یار ہاں۔

حمید: دوست کس طرح تے یار کس طرح ذرا مناں واقفیت کراؤ۔

دوست یار: جی دوست ہوں اُنہاں گا بیاہ گو دس گھڑا ددھ گا۔ دو ہنڈو تے ایک بکرو دتو تھو۔ دوجے یاری مھاری بچپن گی۔ جد ایک ہی سکول ماں پڑھن واسطے جاں تھا۔

حمید: آؤ جی بیسو بیسو جی بیسو۔ اے اِت بیسو۔

دوست یار: یاہ بیسیو بیسیو گی کے گردان شروع کر دتی ہے تیں مناں جھ سمجھ نہیں آئی۔

حمید: جی خدا خیر کرے تم چودھری ہوراں گا ہو یا دوست تے یار۔ ہوں تھاری آبیسن نہ کروں تے ہور کس گی کروں۔ دوجے مناں ہدایت وی تے یاہ ہی کی وی ہے۔

دوست یار: جی فر کے خیال ہے ہوں اندر جا سکوں ملاقات واسطے۔

حمید: جی تم بالکل اندر جا سکیں بغیر رکاوٹ گے مساں مساں یاد کر رہیا تھا کہیں تھا ہوں ہو یو بیمار نہ آیا دوست نہ آیا یار۔ بھل گیا مناں سارا رشتے دار۔

دوست یار: جی خدا خیر کرے کے کجھ تکلیف ہے جی اُنھاں نا تے کدتوں؟

حمید: جی تکلیف گو کے پچھیں رون آوے گل کرتاں۔ معدہ کو نقص ہے تے نال نال دل گی وی خرابی۔

دوست یار: وے نقص تے خرابی ذرا مناں وی دسو۔

حمید: روٹی کھان توں بعد بھکھ نہ لگنی راست سو گے دیہاڑی نیند نہ آئی۔

دوست یار: یوہ سارو کم وے رت گو خون یا رت وے انساں گا جسم ماں تے انسان پتھراں ناوی ہضم کو چھوڑے۔ مگر بیچارہ نے تے میں کدر مبا ماریا۔

حمید: جی تم اندر جا سکیں اس ویلے بہلا بیٹھا وا ہیں۔ جاؤ جا گے اُن گا دل نا بہلاؤ مت خدا خیر کرے۔ تے ٹھیک ہو جئیں۔

دوست یار: اسلام علیکم جناب چودھری صاحب۔

چودھری: وعلیکم السلام کے میر یا دوستا تے میر یا یارا۔

دوست یار: جی اللہ گو فضل تے کرم ہے۔ بس ہوں تے ٹھیک ہوں۔ تھاری کجھ بدخبری سنی تھی۔

چودھری: واہ کے جی اجے تے ہوں جیو لگو ؤ خدا کا فضل تے کیرم نال۔

دوست یار: جی ایک نہ ایک دن اُت وی تے جانو ہے۔ کئیاں گیو تھارو باپ بہشتی بڑو مقدم گو

سہارو ایک دن ہم نے وی جانو ہے۔

چودھری: دراصل قسمت ماں کجھ تنگی آ گئی ہے۔ نہ معدہ کو نقص جنیا تے نہ دل گو۔ گولی کھاؤں تے وقت ٹپاؤں ٹیکہ لواؤں تے رات نبھاؤں۔

دوست یار: ایکسرے کرایو کے نہیں کراتا تے پتو چل جاتو آ۔

چودھری: ایکسرے کرایو تھو کہیں جے آپریشن کرنو پوئے گے۔ بغیر آپریشن توں کوئے چارو نہیں۔

دوست یار: جی تے فر جلدی آپریشن کروانو تھو نہیں تے تھاری ہم ناچ کمی پے جئے گی خدا نہ کرے۔

چودھری: آپریشن ور لکھ روپیا لگیں اُن گو کے وے گو۔

دوست یار: اس زمانہ ماں پیساں گی کے کمی ہے۔ کنال جگہ گے چند گڑھ توں علاج کرا سکیں۔

چودھری: جگہ بیچ گے علاج کرانوں عقل مندی نہیں گل انھاں گو کے وے گو جدھوں نہیں ہوسوں۔

دوست یار: جی انھاں گو خدا حافظ۔ پچھلا نظام چلتا رہیں کدے نہیں رکتا۔ تھارا باپ بہشتی بڑا مقدم ہوراں گا جان توں بعد تم نے وی تے کم نبھایا۔ اُنہاں توں وی چنگو تے باقی یہ نکاوی تھے تھارا ہیں۔ کہیں وین بلا گو بلو نہ ہوے تے متھے پھل ضرور وے۔

چودھری: جی ہوں چاہوں جے دوستاں یاراں تے رشتے داراں کو بول دس دس ہزار روپیہ ادھار لے گے علاج کراؤں تے بعد ماں موڑ دئیوں گو۔

دوست یار: تم نا کے پتو ہے جے آپریشن کامیاب وے گو۔ آپریشن گے دوران دس پندراں مریضاں وچوں ایک یا دو بچیں باقی اللہ نا پیارا ہو جائیں۔

چودھری: نہ بابا نہ۔ یاہ گل نہ کہیے مناں اپنی جان بڑی پیاری ہے۔ تیجا بیاہ گی کڑمائی کی وی ہے۔ واہ عمر ساری کماری رہ جئے گی۔

دوست یار: جی اُن نا کون بیسن دیہے ہور کوئے اُمیدوار بیاہ کر گے کے جائے گو۔

چودھری: خدا نہ کرے ہوں مر جاؤں تے فر میری جائیداد گو کے وے گو۔ میریاں رنڈیاں گو کے ہوئے گو۔

دوست یار: جائیدادنا پچھلا تقسیم کر لیں گا۔ تے رنڈیاں گی خدمت بچہ کریں گا۔ جوان رنڈی بیاہ کر لیے گی۔
چودھری: خدایا کیسوز مانو آ گیو۔ میری نکی عمر یار تے بیاہ گو دوست اپنا منہ توں کے کے لفظ کڈھے اتنو نہیں کہتو تیری جگہ ہوں مر جاؤں۔
دوست یار: نہ جی چودھری جی مناں مفرن کی کد فرصت۔ دیہاڑی لاؤں تے وقت ٹپاؤں عیال گو کے وے جے ہوں مر جاؤں۔
چودھری: میں سوچیورو پیو دس ہزار مدد کرے گو مگر تیں تے اپنی غربت گی حد دسی ہے مناں کے دھے گو۔
دوست یار: جی تم بالکل بے فکر رہیو۔ دیتوں گو بالکل دئیوں گو۔ مرن آلے دیہاڑے ۲ کلو چینی تے پاء چاہ بھاجی گی۔
چودھری: اس کو مطلب یوہ ہے جے ہوں مروں تے تم آنویں میری ماتم داری ماں۔
دوست یار: جی دنیاوروں ہر کسے نے جانو ہے کوئے اکے تے کوئے پچھے مھارا دادا کت ہیں مھارا باپ کت نانا نیں کت ہیں باری باری ہم نے وی اتوں جانوں ہے۔ پہلاں تم تے فر ہم۔
چودھری: مناں اپنا دوست ور بڑو اعتبار تھو، جے مصیبت یا بیماری ملل میری پوری پوری مدد کرے گو مگر اس نے صاف جواب سنایو۔ خدایا کے وے گو او حمید۔ حمید داں اے دیکھ کوئے ہور تے نہیں آ تو دستو۔ مناں نیند آئی ہے ہوں سو جاؤں۔
حمید: چودھری صاحب ایک بندو آ رہو ہے چنگو سوٹ تے بوٹ لا یو وہ اس طرح دسے ہے جس طرح کوئے بڑو چودھری ولے۔ یا چودھری کسے تھارا جیسا گو رشتہ دار وے۔
رشتے دار: اسلام علیکم۔
حمید: وعلیکم السلام آؤ بھائی بیسو۔ بیسو بھائی بیسو۔

رشتے دار: نکا آ وَ جی بیسو بیسو جی گی کے گردان پڑھے لگوؤ۔

حمید: جی تم نانہیں پتو ہوں چودھری ہوراں گو نہ کرہاں۔ اُنھاں نے فرمایو ہے جے کوئے عزت دار مجوان آوے اُس گی آبیں کرنی۔ ہوں اپنوں فرض نبھار ہیویاں۔ جس کی مناں تنخواہ لبھے گی۔

رشتے دار: جی چودھری ہورس ویلے اندر ہی ہیں۔ مناں کجھ کم تھو۔

حمید: جی تم ہیں کونے تے کتوں آیا۔

رشتے دار: جی ہوں چودھری ہوراں گو رشتے دار ہوں۔ ایہہ اگلا گراں وچوں آیو ہاں۔

حمید: جی مناں پہلاں ہی شک وے تھو جے خدا کوڑ نہ کرے تم اُن گا کوئے رشتہ دار دیں گا۔

رشتے دار: جی اس زمانہ ماں کا نہہ گی رشتے داری سر کھر کن گی فرصت نہیں۔ کون کسے گی خبر گیری کر سکے۔ اَج آیو خیال تے چل آیو۔

حمید: جی چودھری ہور تھوڑا جیا تکلیفی ہیں۔ مساں ماں یاد کریں تھا کہیں تھا۔ ہوں ہو یو بیمار تے بھل گیا رشتے دار۔ تم جا سکیں اندر۔

رشتے دار: اسلام علیکم چودھری صاحب۔

چودھری: وعلیکم السلام آ بھائی دینا۔ ایہاں بیس کے حال ہے تیرو۔

رشتے دار: جی اللہ کو فضل و کرم خیال کیو جے تھارا پتولا آوں۔ انسان موت گو پتلو ہے۔ اللہ جانے کدا کھ بند ہو جئیں۔ باقی تھہارو کے حال ہے۔

چودھری: اَج پچھپن لگو میری خیر خیرت ہوں پندرہ سولہ دناں توں ماندو ہاں نہ آوے نیند تے نہ لگے بھکھ۔

رشتے دار: جی تم تے کسیر ابل نہیں۔ کوئی علاج شلاج۔

چودھری: بھائی دینا الٹرا سونڈ کرایو۔ ڈاکٹر دس جے آپریشن کروانو پوئے گو۔ ان دوہاں گلاں توں ڈاہڈو وڈروں۔ ایک موت توں ایک آپریشن توں۔

رشتے دار: موت تے آپریشن کولوں درنوں عقل مندی ہے یہ دوئے خطرناک موت آوے تے نہیں چھوڑتی۔ لے گے جئے تے آپریشن کوئے کڑئے کامیاب وے عام آدمی آپریشن گے دوران ہی اللہ ناپیاراہوجئیں۔

چودھری: نہ بھائی نہ میرا آپریشن فیل ہون گوناں نہیں لینوں۔ ہوں اجاں تیجا بیاہ گوامیدوار ہاں نالے نکا بچا۔ بچتاں گا بیاہ کروانا ہیں۔ انھاں واسطے کوٹھ پکابنوانا۔

رشتے دار: نہ جی اتنی مہلت کرلبھی۔ انسان گی زندگی گودارو مدار ہے ایک ساہ توں دوجو ساہ آئیوتے زندگی سلامت نہ آئیو تے موت۔

چودھری: مناں آپریشن واسطے لکھ ڈیڑھ لکھ روپیاں لگیں گا۔ سوچیو جے دوست یاراں تے رشتے داراں کولوں۔ دس دس ہزار روپیالئیوں گو، آپریشن ہوجائے گو، زندگی بچ جائیگی۔ دس ہزار روپیہ تم نے وی دینا ہیں۔

رشتے دار: نہ جی نہ ناں نہ لیو اس گل گو میں اپنا لڑکا کو بیاہ کرایو دولکھ روپیہ لگا۔ یاراں رشتے داراں نے مدد نہ کی پیسہ ادھار چایا۔ اَج رقم دونی ہوگئی ہے۔ ہوں پہلاں ہی قرضہ تھلے دبیو وہاں کے دے سکوں۔

چودھری: نہ یار تے نہ پار۔ ؤ ہی جواب دتو یار نے تے وہ ہی رشتے دار نے خدا کے وے گو میرا بیاہ گو کے وے گو میریاں رنڈیاں گو کے گو یرا انھاں یتیم بچاں بچیاں گو۔

رشتے دار: جی انھاں گو اللہ حافظ۔ ٹھیلہ شیلہ کھاگے پیراں بھرر ہوجائیں گا۔

چودھری: حمید، حمیدا تے ہی ہے۔

حمید: جی کیوں بلانویں، ہوں اتے ہی ہاں۔

چودھری: پیراں کی گیاں انگلیاں وچوں جان نکل گے گیٹاں توں اوپر چڑھ آئی ہے۔ جلدی کجھ وصیت کروں۔

حمید: جی کے وصیت کرنا چاہویں۔

چودھری: یاہ دنیا فانی ہے ات کوئے کسے کا یار۔ کوئے ہمدرد رشتے دار نہیں۔ ات کسے ور اعتبار نہیں۔ ہر آدمی مطلب گے پچھے۔ ماں باپ اولاد گے۔ اولاد ماں باپ گے بیوی خاوند گے خاوند بیوی گے۔ توں اپنا مطلب پچھے تے ہوں اپنا مطلب پچھے۔ لا اِلہ اللہ محمد رسول اللہ۔

حمید: اے اللہ چودھری ہوراں نے تے اکھ بند کرلیں میری تنخواہ گو کے وے گو؟

عبدالحمید کسانہ

پیدائش:15 اپریل1949ء

حمید کسانہ ہور بُنیادی طور کٹھوعہ کا رہن آلا ہیں جت وِیہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء نا پیدا ہویا۔ بچپن مانھ خانہ بدوش زندگی کو گُوڑھو تجربو ہویو۔ برھیا کشمیر تے سیالے کٹھوعہ آجائیں تھا۔ اوکھتاں نال بُنیادی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء تیں اُراں ریڈیو کشمیر سرینگر کا گوجری شعبہ نال قوم تے زبان کی خدمت مانھ رُدھیاواہیں تے اجکل سرینگر کشمیر مانھ ہی مقیم ہیں۔

گوجری ادب مانھ حمید کسانہ کی اصل پچھان اُن کی کہانیاں کا حوالہ سنگ ہے۔ جہڑی انھاں نے سرکاری ملازمت کے دوران لکھنی شروع کیں۔ اس عرصہ مانھ انھاں نے کئی خوب صورت کہانیں گوجری ادب کے حوالے کی ہیں۔ جہڑی ریڈیو تیں نشر ہون تیں علاوہ کلچرل اکیڈمی کا شیرازہ گوجری تے شیرازہ کا افسانہ نمبر مانھ وی شائع ہوئی ہیں۔

اُن کی کہانیاں مانھ خالص گوجرا ماحول کی عکاسی تیں علاوہ پڑھن سُنن آلاں واسطے اک پیغام وی ہوئے۔ اُن کی کہانی ''دوڑ'' پڑھ کے سماج کی گُٹھاں پر اُن کی نظر تے کہانیاں بارے اُنکا فنی پکیپت بارے انداز ولایو جاسکے۔

اس تیں علاوہ کُجھ کہانیاں نا ریڈیائی ڈرامہ کو رُوپ دے کے نشر کرن آلاں ماں وی حمید کسانہ صاحب کو ناں ریڈیائی ڈرامہ کی شروعات کرن آلاں ماں آوے تے 'نکا کی اڑی' سمیت کئی ڈرامہ انھاں نے ریڈیو تیں نشر کروایا ہیں۔

ڈرامو:

کون کسے کو؟

عبدالحمید کسانہ

''کردار''

فروکھو۔ گرائیں جوان جھڑو شہر ماں ملازمت کرے

نوراں۔ فتوجیا کی بیوی

غلامو۔ فروجیا کو گوانڈی گرائیں، مزدور

ڈاکٹر۔ ڈاکٹر

فروجیو اک گرائیں جوان اپنا گھر آلی (نوراں) نال گراں تیں شہر نوکری کا سلسلہ ماں رہ رہیو ہے۔ ان کی دھی بیمار ہو جائے۔ پہلاں وے حکیم کو علاج کرائیں فر ڈاکٹر نا سدیں۔ بیماری کے دوران ان کا گوانڈی تے دوست وغیرہ پتہ نا نہیں آتا روے گھبرا جائیں۔ آخر اپنا گراں ماں مل جل کے رہنو اک دوجا کو پتو خبر کرنو وغیرہ انھاں مہر محبت نال کی چیز تھاہ جائے تے دکھ بنڈیں جائیں۔ فروجیو اپنا دفتر توں چھٹی لے کے گھر آے۔ بوہو کھڑ کائے نوراں بوہو کھولے۔

نوراں: (گھر آلا نا دیکھ کے) تم.......شکر ہے.......تم آ گیا۔

فروجیو: (پریشانی ماں) کیوں؟ خیر ہے.......نکی فاطی کو کے حال ہے؟

نوراں: میری.......میری فاطی اکھ ہی نہیں پٹتی، بے سرت ہے۔

فروجیو: ڈاکٹر وی آتو ہوے گو، فکر کی کائے گل نہیں۔

نوراں: توں کہے فکر کی کائے گل نہیں، آپے ہی دیکھ کے حال ہے۔

فروجیو: حکیم نے وی سدو کجھ کہو۔اس کی دوایاں کو فرق نہیں پیو۔اج.......بڑو ڈاکٹر آئے گو......کاں نا تملے۔

نوراں: تملوں نہ......تے کے؟ رب میری.......فاطی نا......

فروجیو: (سر کے ہتھ لائے۔اپنا آپ نال) ربا میری اس معصوم بچی نا......کے ہو گیو۔(زور نال) فاطی......میری فاطی......(اونکرونوں۔-۔ بیمار کی مرھم واز) ہیں۔

نوراں......ایاں......سن۔حکیم کی پڑیں کتنی رہ گی ہیں۔

نوراں: ترے چار ڈنگ اجاں ہیں۔اگ لگے ان پڑیاں نا۔جیسی منہ در کروں۔ چھنڈ جائے۔

فروجیو: میں گھول کے دتیں تھیں تے سنگ توں لائی تھیں۔

نوراں: اج تے دیکھتاں ہی ہکی کرن لگے۔سنگ توں کہاں کو سوال ہی نہیں۔

فروجیو: خیر۔چھوڑ ان پڑیاں نا۔اج تے ڈاکٹر صاحب آئے گو۔

نوراں: مچ چر ہو گیو۔خبرے........

فروجیو: بس آتو ہی ہوے گو۔

نوراں: یہ ڈاکٹر جوانی مرگ سمجھتا کجھ نہیں۔بس ایویں دوا دیتا رہیں۔کتنا دھیاڑا دوا کھاتی نا ہو گیا ہیں۔

فروجیو: میری مرضی حکیم نا دسن کی نہیں تھی۔تیرا ہی کہن پُر.........

نوراں: مناں کے پتو.....تھو.......اس توں تے مھارو کالیو کا کو سیانو ہے۔کدے وہ سد یو ہوتو آ۔

فروجیو: اج تے بڑع سیانو ڈاکٹر آزمایو ہے۔بس چن کی گل ہے۔

نوراں: حکیم کووی کہیں تھا۔ بڑو سیانو ہے۔ ترے سو روپیہ ناحق......

فروجیو: رب کی مرضی۔ حکیم نے وی وس لایو.........

نوراں: نکا جاتکاں ناا کالیا۔ کا کا گھوڑا پہو چن کی گل ہے۔ آپے ہی.......

فروجیو: چھوڑان پرانی گلاں نا.......کاہڑاں کو وقت نہیں رہیو۔ اج ہر بیماری کو
علاج ہے۔

نوراں: حکیم نے وی دوا دتیں ہیں۔ کائے دوا اجاں توڑی........

فروجیو: اج مشہور ڈاکٹر سدیو ہے۔ انشاءاللہ......مناں امید ہے.....فرق پے گو

نوراں: بڑو وقت ہو گیو ہے۔ اجاں توڑی......ڈاکدار.....

فروجیو: ڈاکٹراں کول کئی بیمار پیار ہیں۔ کئی دن پہلاں فیس بھریں فر کتے واری آئے۔

نوراں: اج میری فاطی زیادہ ہی تڑفڑاہٹ ماں ہے رپتو نہیں مھاری داری......وی۔

فروجیو: نا......فاطی کی ماں........ہوں ڈاکٹر نا ڈبل مطبل ہیدو گنی فیس دے کے آیو
ہوں۔

نوراں: آجاتو آ........تے سہی.....پیسہ گھمایا......میری فاطی پروں......

فروجیو: بس اکھاں توں وہے سمجھ۔

نوراں: میرے منیتاں ڈاکدار نا آماں ہی سوولوان واسطے کہیے۔

فروجیو: ڈاکٹر کی مرضی.....

نوراں: مٹھی نچ آئے........تا یو لالیو کہہ ہوے تھو۔ سواں نال جھب فرق پے۔ تم
ان ڈاکٹراں کی مرضی پر نہ چلیا کرو۔ کجھ اپنی وی ہوئیں.......

فروجیو: تم نے اپنو کجھ ....تیں کیو۔

نوراں: کے کرتی آ۔ اُپر لو ساہ چلے تھو۔ میں ٹھنڈا پانی ماں کھنڈ کی شربت پیاتی ہے۔
تاں جا کے ذری ساہ مٹیو۔

فروجیو: تاں ہی.......میر یار با.........اوجھلیے کجھ مت سکھ۔توں شہر ماں رہ کے وی.....گراں......کی....

نوراں: ہائے گراں......کت ہوے گراں کی موز......جدتیں شہر آیا آں......کجھ ہو۔ہی دیکھنو پیو....

فروجیو: دیکھ جھلیے.....گراں ماں ہوتا نا.....ڈاکٹر کت تھا تو آ۔

نوراں: ننگا.....چھوڑ.....مناں تے.....کالیا کا کاکوڑا سب تیں بدھ علاج دسے۔

فروجیو: اُف......تنا کون سمجھائے........

(ڈاکٹر آے۔بوہو کھڑ کائے۔کنڈی کھولن کی آواز)

نوراں: جھب دیکھ.....ڈاکدار ہوئے گو۔

فروجیو: (دوڑ تاں واں) بوہو کھولے) ڈاکٹر صاحب۔شکر ہے تم آ گیا.......

نوراں: ڈاکدار ہے........

ڈاکٹر: بچی.......کہاں ہے؟

نوراں: میری فاطی ڈاھڈی تنگ ہے......ڈاکدار تیں بڑو چرلا چھوڑیو۔

فروجیو: توں چپ ہو۔

نوراں: چپ کے؟ احسان تے نہیں کرسے۔دونا پیسہ لیا ہیں۔

فروجیو: تناں کہیو۔منہ بند کر، نہیں تے کراؤں.......ڈاکٹر صاحب یاہ ہے بچی۔

ڈاکٹر: (دیکھے ٹٹولے) کتنے دن ہو گئے؟

فروجیو: جی......اج.....

نوراں: پندراں........اگا تیں سولہوؤں دھیاڑو.......

ڈاکٹر: علاج کس کا؟........

فروجیو: جی......ڈاکٹر صاحب.......حکیم........ایک سیانا حکیم کو.......

ڈاکٹر: نسخہ دکھاو۔

فروجیو: ڈاکٹر صاحب........نسخہ دتو ہی نہیں...... پڑیں ہیں کجھ ....داں.... نوراں...... پڑیں ایاں دس۔

نوراں: یہ ہیں....کوڑیں زہر۔میری......انھاں دیکھتاں ہی چھنڈے۔

ڈاکٹر: بیماری کجھ زیادہ ہی.......

نوراں: ہائے میر یار با.......توں کے کہہ......؟

فروجیو: توں چپ رہو.......ڈاکٹر نابل طریاہسیرن دے۔

ڈاکٹر: یا بیماری رب........؟

فروجیو: کے فرمائیں ڈاکٹر صاحب۔علاج کرو، پیسہ جتناوی لگیں۔

ڈاکٹر: پہلے ہی دکھائی ہوتی......اب.......علاج.......

نوراں: (روہانکی ہوکے) میرار با.......توں میری.......

ڈاکٹر: دوا دیتا ہوں اور انجکشن لگا تا ہوں........

فروجیو: جناب روپیاں کی پرواہ نہ کرو۔ ہوں سارو کجھ بیچ بٹا کے اس پر لاؤں گو۔ اس نابل کر چھوڑو۔

ڈاکٹر: بل کرنے والا خدا ہے۔دعا کرو........

نوراں: ہیں........یوہ.......یوہ کے کہہ........اس کے کجھ ہور مرنے لا۔

ڈاکٹر: بیماری شدت اختیار کر گئی ہے۔

فروجیو: ہن کے ہوئے گو۔

نوراں: یوہ بیڑو آروسے کرے۔ہاے.......میری سوہنی.......(روتاں واں)

فروجیو: ڈاکٹر صاحب.....علاج کرو....... یاں یہ لیو ہور پیسہ.......

ڈاکٹر: (نسخو دے) یہ دوالا کر دو، گھبرائے نہیں۔اب میں جاتا ہوں......

فروجیو: فرآئیں گا؟

ڈاکٹر: پتہ دینا۔

(ڈاکٹر چلے جائے۔ جان تے بوہا کی آواز)

فروجیو: روہانسی آواز ماں تھا) جو ہونو ہے ہو کے رہ گو۔

نوراں: (سسکی) پہلو جادو الیا........

فروجیو: توں بیس......تڑف نا.......ہوں دوالیاؤں..........(زور نال)

........غلاماں.......اوغلاماں.....

غلامو: (ذرا دوروں) جی.....او جی.......

فروجیو: تناں پتو ہے۔ مھاروات کون ہے؟ میرا غلاماں توں جا......سلامیا......

غنیاں.....نذیرے تے رحمانا بھائی نا پتو کرآ۔ نکی ڈاھڈی تنگ ہے....... خدا نہ کرے......کجھ

ہو جائے.......کے کراں گا۔ پتو کیووَ و چنگو ہے۔

نوراں: اللہ۔ اس نکی جُی کھڈیاں نا.......توں ہی بچان آلو ہے۔

نوراں: (اپنا آپ نال) فاطی.....او میری فاطی......بخار ہے......جوانی مرگ

ڈاکدار پرچی لکھ کے دے گیو ہے۔ دوائے کے نہیں آیو۔ ایویں سہ.......

فروجیو: (باہروں دوائے کے آئے) کے کرے.....روئے کیوں؟........صبر

کر.......سہٹ......ہوں دوا پیا یوں.......دیکھ نوراں......دکھ بیماری نالے ہیں.......

جگرو کرنو پے۔ گوانڈی کے سوچتا ہویں گا۔

نوراں: گوانڈی......یہ تے مھارے نیڑے ہی نہیں لگتا۔

فروجیو: جھلیے.....توں اجاں اوپری ہے...... یوہ شہر ہے۔ ات کون کے کو؟

نوراں: یوہ وقت تے ساراں پرآے۔

فروجیو: ات کس نا فرصیت کہ اک دوجا کا دکھ درد بنڈھیں؟

نوراں: مھارو گراں ماں تے ایسونہیں ہوتو۔کوئے بیمار ہوے تے پتہ نا سارا آئیں۔

فروجیو: نوراں......تنو کے پتو ہے؟ شہر تے گراں ماں کے فرق ہے۔ات ہر ایک اپنا کام لگو رہ۔ایک گھر کاں دو جاں کو پتو نہیں ہوتو۔کنی کاں نا کون پچھے؟

نوراں: غلامو وی اجاں نہیں آیو۔کیاں ٹور یو ہے؟

فروجیو: سنگیاں ساتھیاں کے بغیرات ہے وی کون؟ اُن نا کہہ گے آتو ہوئے گو۔

نوراں: وے کے کریں گا؟

فروجیو: رب جانے......کائے اوکھی گھڑی نہ آجائے.......ات ہم کے کراں گا؟

نوراں: رب.......نہ آنے۔واہ گھڑی۔

فروجیو: چر کافی ہو گیو ہے۔وہ اجاں نہیں........

ریشماں: (بانگ کی آواز) مسیت ماں دیگر کی بانگ لگ گئی........ہے۔

فروجیو: سچیں نماشاں سر پر ہے.......اجاں تو ڑی........

غلامو: (بوہو کھولے) کے حال ہے؟ (ساہ چڑیو وو)

فروجیو: ہے بے سرت پئی وی۔

نوراں: بڑو چر لایو۔یو وہ وقت بیسن کو تھو؟

غلامو: ادمی.......دوڑ دوڑ کے فر وی چر ہو گیو!

فروجیو: تناں کو ے تھایو........

غلامو: تم نے جتھاں کو کہیو تھو۔میں انھاں نا پتو کر چھوڑ یو ہے۔

فروجیو: سلامیو دی ملیو۔

غلامو: جی.......پہلو پہل اسے کے......اس نے میرے سامنے نذیر تے غنیاں نا نون کیو۔

فروجیو: آئیں گا نا.......؟

غلامو: غنیو کہن لگو۔ ہوں نہیں آ سکتو مناں اک جا ضروری کم جانو ہے۔

فروجیو: تے غنیو........

غلامو: جی......وہ بولیو۔ جیتاں نا بیماری لگی رہیں۔فکر کاں نا کریں......میری مزمان آن آلا ہیں کتے لیوں گو پتو۔

فروجیو: تے نذیر......

غلامو: اسکو سینو.......وہ گھر ہے ہی نہیں۔

فروجیو: ....کون کسے کو؟.......آ گے پچھے آ سلام کریں۔ وقت پر........اور غلاماں۔ رحمانا بھائی کو سنا.....

غلامو: ہاں۔ وہ کہن لگو۔ چنگا جیا ڈاکدار نا دسو۔ ہوں تے ڈاکدار تیں۔ آ کے کے کروں گو؟

نوراں: میر یار با۔ یہ.........کیسا........لوک ہیں.......توں انھاں کی صنف کرے تھو۔ اج اوکھی گھڑی وی.......اسطریا........

فروجیو: مھار ووی رب ہے۔

نوراں: میرو دل ان لوکاں ماں نہیں لگتو.........

فروجیو: فر کے کراں؟

نوراں: میری مرضی ہے........چلو گراں چلاں........

فروجیو: گراں ماں کے ہے؟ ات ڈاکٹر کو علاج چلے لگو۔

غلامو: خدا نہ کرے......نکی نا کجھ ہو جائے تے ات........دبن جوگی جا نہیں تھاتی

فروجیو: یوہ تے توں سچ کہے..........

نوراں: ات نہیں رہتا.......دوا لے لیاں........گراں ماں ہی دیکھاں گا۔

فروجیو: میرو روح نہیں کہتو......ات سہولت ہیں۔

نوراں: ات کون ہے مھارو؟ کاں کی سہولت؟.........گراں ماں سارا دکھ درد کا بھیالی۔

فروجیو: جد تھاری مرضی ہے تاں.........تیار ہو جاؤ.........غلا ماں..........توں جا.........ٹیکسی لے آ.....نوراں توں جند رولا تے تیار ہو جا......

نوراں: اپروں رات پے لگی......۔

غلامو: (ٹیکسی کو واز) او.......جی.........ٹیکسی آ گئی.......باہر......ہے۔

فروجیو: یوہ جھولو لے.......ہوں نکی نا چا کے ٹیکسی ماں رکھوں.........

نوراں: شکر میرا ربا۔ شہر توں جان چھٹی.........میری فاطمی کی حیاتی ہوئی تاں کالیا تایا کا کاڑھا پوچھن کی گل ہے۔

اے کے سہرابؔ

پیدائش:1950ء سری نگر

آصف کرامت اللہ سہرابؔ ۱۹۵۰ء مانھ حاجی غلام نبی بجاڑ ہوراں کے گھر وچارناگ سرینگر مانھ پیدا ہویا۔سکولی تعلیم کے دوران ہی Child Artist کے طور ریڈیو کشمیر سرینگر مانھ ایسو آن جان شروع ہو یو جے ات گوجری شعبو کھُلتاں ہی ہمیشاں واسطے ریڈیو کا ہو گیا۔اس مُخلص شخص نے ریڈیو کے ذریعے گوجری ادب کی جمعبندی مانھ بنیادی نوعیت کو کم کیو ہے۔تے پنجابی گائیک آسا سنگھ مستانہ تے سریندر کور جیہا فنکاراں کی اواز مانھ ریکارڈ کروایا وا گوجری گیت اج وی قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھیں۔

تخلیقی کماں مانھ انھاں نے اپنے واسطے نثر کو میدان ہی پسند کیو ہے تے شاعری کو کوئے حوالو نہیں لبھتو۔ات وی تحقیقی مقالا،ریڈیائی ڈراماں تے انشائیہ ہی لکھیا ہیں۔گوجری کی اکثر ادبی مجلساں تے کانفرنساں مانھ شرکت کرن تیں علاوہ اُنھاں نے گوجری زبان تے لکھاڑیاں تیں متعلق کئی تحقیقی مضمون لکھیا ہیں جن مانھ علم دین بن باسی،قدیم گوجری ادب تے گوجری ادب نا ریڈیو کی دین جیہا مقالا شامل ہیں۔اُنکا کُجھ اک معیاری انشائیہ وی شیرازہ گوجری مانھ شائع ہوتا رہیا ہیں پر ان کو اصل کم ریڈیائی ڈراماں کا میدان مانھ ہے۔

۱۹۸۶ء مانھ اے کے سہراب کی ریڈیائی ڈراماں آلی کتاب ،چون، گوجری مانھ اس موضوع پر شائع ہون آلی پہلی کتاب ہے جس نا اگلے سال یعنی ۱۹۸۷ء مانھ ریاستی کلچرل اکیڈمی کی طرفوں بہترین کتاب کو ایوارڈ وی ملیو تھو۔

اجکل ریڈیو کی ملازمت تیں سبکدوش ہون کے باوجود ویہہ اکثر گوجری لکھاڑیاں ہاروں تخلیقی میدان تیں ہٹ کے بسھونی کریں لگا وا۔

(ڈرامو)

کرتوت

اے، کے سہراب

کردار

۱۔	بشیر	ایک نوجوان ۲۰،۲۲ سال کو
۲۔	رضیہ	بشیر کی محبوبہ ۱۶،۱۷ سال کی
۳۔	سلام الدین	بشیر کو باپ ۴۰،۵۰ سال کو
۴۔	لعل الدین	رضیہ کو باپ ۴۰،۵۰ سال کو
۵۔	کالو	گراں کا دد شریف ۳۵،۴۰ سال
۶۔	جمعہ	بدماش ۳۵،۴۰ سال کو
۷۔	درویش	بھیکھ منگن آلو ۵۰ سال
۸۔	آواز	شہر کی سٹرک پر راہ چلتو
۹۔	یونیورسٹی کو گیٹ کیپر	
۱۰۔	یونیورسٹی کو ایک طالب علم جھڑو سلام الدین ناں بشیر کا کمرہ ماں پوچادے۔	

ا

دو پہر کو وقت ہے جنگل کے بچ بھاروں چر رہیا ہیں۔ تے دوُر دور کھنڈ یاوا آجڑی گیت گائیں لگادا۔ کتے کتے چھوٹا جاتک جبڑا بھارواں نال جمع ہو کے کھیڈ رہیا ہیں لعل الدین کی دھی رضیہ بھی نہ جانے کس کم واسطے اسے جنگل کی طرف جارہی ہے کہ اچانک بشیر کی نظر اُس پر پئی۔ دہ بھی اُس کی کاہڈ ہوجائے تھوڑی دُور چل کے رضیہ ایکن بوٹا نال ڈھیکین لا کے بیس جائے کہ بشیر بھی اُسی جگہ پہنچ جائے تے حیرانی کا عالم ماں بشیر نا سوال کرے:

رضیہ: بشیر توں ایہاں کس طرح؟

بشیر: تیرے ہی کول آیو۔

رضیہ: کے ہوئ تناں۔ یاہ بھی ملن کی کائے جا ہے۔ اگر کسے مانجھی یا آجڑی کی نظر پئی تیری تے تیرا باپ کی خیر نہیں ہوسیں۔

بشیر: تھارو مانجھی پرلا ڈکا پر ہے۔ ہوں اُسنا تاڑ آیو۔ اُپرتھلا پر مہارا رشید کا بھاروں ہیں۔

رضیہ: (سوالیہ نظراں نال دیکھئے تے کہے) ایہاں آیو کیوں؟ خیر ہے۔

بشیر: ہاں بالکل خیر ہے۔ گل یاہ ہے کہ کل ہوں شہر جارہوں ہور پڑھن واسطے۔

رضیہ: ہائے اللہ:۔

بشیر: ہاں رضیہ ہور پڑھن واسطے ہیں شہر جانو ہے۔ دوسال بعد ہی مڑ ونگو۔

رضیہ: تناں ساری عمر پڑھتاں ہی ہوگئی۔ ہور کتنو پڑھنو ہے تیں۔ مگے گی تیری پڑھائی۔

بشیر: (ہس کے اس کا سوالاں کو جواب دے)۔ بس دوسال رہ گیا ہیں۔ اُس کے بعد کوئی چنگی جئی نوکری لبھ ہی جائے گی۔ تے گراں نابدیا کر کے شہر جاروں گو۔

رضیہ: (سوالیہ انداز ماں پچھے) ایہاں نہیں آسیں۔

بشیر: کانہہ واسطے (اُداس ہو کے) بابو کہے تھوہن زمین کی ترے جوڑی رہ گئیں

ہیں۔ ویہہ بھی پہنچی ہیں۔ پڑھائی واسطے ہور خرچہ کی لوڑ ہے۔ رضیہ باپو جو کچھ وی
میرے واسطے کرہیو ہے۔ شاید ہی کوئی باپ کر سکے۔ اسلم رشید قادر، نورالدین۔
عالم تے بُو لی سارا میرے نال ہی سکوں چلیں تھا۔ اج کوئی کت تے کوئی کت ہے۔

رضیہ: اُنکی صحت بھی دیکھ تے اپنی صحت بھی۔ نہ تیری صحت رہی نہ مال چوکھر تے نہ ہی زمین کی پاڑی۔

بشیر: (ساہ بھر کے) رضیہ اگر ہوں انسان بن گیو یہ ساری چیز دوبارہ حاصل کرسکوں گو۔

رضیہ: (ہس کے کہے) نہیں تے کے توں حیوان ہے۔

بشیر: رضیہ جس نے تعلیم حاصل نہ کی سمجھ وہ حیوان ہی ہے۔

رضیہ: ہوں بھی

بشیر: (ہس کے کہے) توں کٹھری لاٹ ہے

رضیہ: (اکھاں ماں۔ آتھروں آنیں تے سوالیہ نظراں نال بشیر در دیکھ کے کہے)۔ بشیر فر توں اس گراں ماں کدے نہیں آسے۔ شہر جا کے مناں بھی بسر جائے گو۔

بشیر: کوشش تے میں بڑی کی تھی مگر ناکام رہیو۔ ہن پتو نہیں اگے کے ہوئے گو۔ تم امیر ہیں تے ہوں ایک غریب باپ کو پوت۔ کد تھارو تے مہارو جوڑ ہو سکے۔ کہ تیرو باپ اس گل واسطے راضی ہوئے گو کہ اپنی دھی ایک غریب لڑکا نا بیاہ کے دے۔

رضیہ: (اُسکی اکھاں بچوں اتھروں چلیں تے اُسکا لہجہ ماں بھی درد اُبھرے)۔ تناں خدا کو واسطو زخماں پر لون نہ سٹ۔

بشیر: رضیہ زخم تے بھر یا جائیں مگر داغ نہیں مٹتا۔ تیراں جُدائی کو داغ لے کے کل ہوں اتوں جا رہوں گو فر پتو نہیں اس کو کے بنے گو۔

رضیہ: ہوں بس تیرے نال شہر جاونگی۔

بشیر: یوہ ہرگز نہیں ہوسکتو۔ کیا توں میرا متھا پر بدنامی کو داغ لانو چاہیئے۔ کیا توں میری زندگی کی ساری کمائی نا آگ ماں ساڑنو چاہیے۔ کیا ہوں اپنا بڈھیر باپ کی عزت پرلت ماروں۔ میرا توں یوہ سب کجھ نہیں ہوسکتو۔

رضیہ: میں عمر تیری راہ دیکھ دیکھ کے گزاری ہے۔ بشیر تنا خدا کو واسطو۔ تنا خدا کو واسطو ہے۔

بشیر: میری پڑھائی کا اجاں دوسال ہیں۔ اُس کے بعد ہوں گراں واپس آؤنگو۔ شاید اُس وقت تیرو باپ من جائے۔

رضیہ نے سر چایو تے دیکھیو کہ ایک بوٹا کے پچھ کوئی چھپ گیو۔ تے اُس کا منہ تیں بے ساختہ نکل جائے۔ ہائے اللہ۔

بشیر جیہڑو سامنے کھلو تھو حیرانی کا عالم ماں رضیہ نا سوال کرے کے ہوؤ۔

رضیہ گھبرائی دی ہے۔ تے جواب دے کوئی اُس رُکھ ہیٹھ چھپ گیو۔

بشیر: ہوں جا کے دیکھ آؤں! کہ رضیہ فورا بول اُٹھے۔

رضیہ: نہ نہ بشیر اُوہاں نہ جا۔ مت مہارو مانجھی ہوئے۔ توں اس پاسا تیں لہہ جا

بشیر: (دوؤے سرگوشی کریں تے ایک دوجا تیں بدیا ہو جائیں)

اچھا رضیہ خدا حافظ زندگی رہی تے ضرور ملا لنگا۔

رضیہ کی اکھاں تیں اُتھروں بکیں تے واہ بھی روتاں روتاں اپنا محبوب نا بدیا کرے۔ جا اللہ کے حوالے۔ ہوں فرملن کی کوشش کرونگی لو ہون تیں پہلاں ہی۔ تے بشیر آہستہ آہستہ بوٹان بچوں نکل کے دُور زمیں ماں آجائے۔ اُتنی دیر رضیہ برابر بشیر در دیکھتی رہی جچر دہ اُس کی اُکھاں تیں روبلے ہو گیو۔

۲

دو جو سین اس طرح شروع ہوئے کہ شام ناں کالو کوٹھا کے اُپر جمعو اُس کے نال گلاں ماں لگو ہے۔ سامنے مٹی کا بھانڈاں ماں اگ رکھی ہے۔ جمعو حقو پی رہیو ہے۔ سامنے کاغذ پر نسوار دھری ہے۔ تے کالو اُس بچوں ذری ذری چا کے اپنا دنداں پر مل رہیو ہے جمعہ نے ایک لموجیو کش لیو تے اُس کا ذہن ماں ایکدم خیال آیو۔

جمعہ: (اُس کا منہ بچوں تما کو کو دھوؤں بھی باہر آ رہیو ہے) اُدہ کالو تنا اپنا گمانڈ کی کُجھ خبر ہے ۔

کالو: تھکتاں۔ کے ہو دمیرا گمانڈ نا بج تے نہیں پے گئی کتے۔

جمعہ: حقُہ کو کش لے کے پُھی تے نہیں پین آئی ہے۔

کالو: من پچھلاں نا۔ دس سدھی سدھی گل۔

جمعہ: مُنہ بچوں دھوؤں چھوڑتاں۔ سلام الدین کو پوت ہے نا؟

کالو: ہاں ہاں بشیر۔ شہر پڑھے۔ کے ہووُ اُس نا؟

جمعہ: ہوو وتے کُجھ نہیں مگر ہون آلو ہے۔

کالو: بجھارت نہ بجھبوا۔ (منہ بچوں تُھک باہر کڈھے)۔ اصل گل دس اگر دسنی ہے۔

جمعہ: گل یاہ ہے (حُقہ کو کش لے کے) کہ کل ہوں لکڑی کپن بن ماں گیو تھو۔
بھائی لعل الدین کی گیری ہے نا؟

کالو: (بے صبری نال جمعہ کا مُنہ در دیکھ رہیو ہے) ہاں ہاں رضیہ۔ کیوں؟

جمعہ: بشیر تے واہ آپس ماں گل کریں تھا۔

کالو: (اس ناباسو آجانے) گل کریں تھا تے کے ہود۔

جمعہ: (حقہ کو لموجیو کش لے کے) اورے توں نادان ہے۔ ہتھ آئی اسامی کیوں گنوائے۔

کالو: فر دس نا کرنو کے ہے؟

جمعہ: (حقہ کو کش لے لے کھبو ہتھ اپنا مُینا واسر پر پھیرے) کرنو کے ہے۔ فقط

گل مارنی ہے (حقہ کوکش لئے تے تھوڑو جیو ٹھہر کے کہے) کہ میں دیکھتاں ہی اُکھ میچ لیں۔

کالو: (خوش ہو جائے نسوار کی ایک بڑی چُنڈی لے کے اپنا دنداں پر ملے) فر گل لیجاؤں بھائی لعل الدین کول؟

جمعہ: (اپنا دوے ہتھاں نال سر نا ملے) ہوں اسے فکر ماں۔ کہ کس طرح گل بھائی لعل الدین کے پہنچائی جائے۔

کالو: (منہ بچوں تھکتاں)۔ ہاں ایک ترکیب ہے

(جمعہ حقہ کا چھوٹا کش لئے لگو تے اکھ کالو کا چہرہ پر اس طرح جما کے بیٹھو ہے۔ کہ کوئی کہے کہ اس کی داڑھی کا بال گن رہیو ہوئے)۔

دیکھ سلام الدین کول دوئے چلاں تے فی الحال لعل الدین نا رہن دیاں۔ تے سلامیاں نا صاف صاف کہاں گا۔ کہ بھائیا اس عمر ماں تیرو پوت تیرو نک کپان لگو ہے۔ تے اگر گل بھائی لعل الدین کے کنیں پئی۔ تاں خیر نہیں۔

(جمعہ کا منہ پر خوشی کا تاثرات نظر آئیں جس طرح اُس نا وہ سب کجھ مل گیو ہوئے۔ جس کی اُس کا دل ماں تمنا تھی۔ کہ کالو فر بول پئے)

ہم فر بھی اُس کو پلو کد چھوڑانگا۔ آسامی چنگی ہے۔ سچ کو پتو اُس نا کتوں لگے گو۔ کیوں جے بشیر گیو ہے دو سال واسطے۔

(دوئے جاتاں راہ ماں ہور بھی کجھ کجھ صلاح باڑی کرتا۔ سلام الدین کا بُوہا پر پہنچ جائیں۔ سلام الدین دواں نا لے کے کمراہ ماں پوچائے۔ علیک سلیک کے بعد گراں کی گل۔ ایک دوجا کی غیبت تے بعد ماں پہنچا اپنی گل پر۔ سلام الدین کی اکھ لال رتی ہو جائیں۔ اُس کا ہوٹھ کمن لگیں۔

سلام الدین: خبردار جے میرا بشیر کا بارا ماں اگے کجھ بولیو۔

جمعہ: چنگو ٹھیک ہے۔ ہم تے نہیں بولساں۔ جے لعل الدین بھائی نا پتو لگ گیو۔ فر توں جانئے نالے لعل الدین بھائی ہور۔

سلام الدین: ہاں ہاں جاؤ کہو لعل الدین نا ہوں کسے تے ڈرتو نہیں۔

کالو: بچھو فر خود سنبھالئے۔ اگر تناں اپنی عزت پیاری ہے۔ تاں ہم بھی اکھ میچ لیاں گا۔

سلام الدین: برابر غصہ نال لال ہور ہیو ہے۔ دفعہ ہو جاؤ میرا بُو اتیں۔ سارو گراں میرا بشیر کو بیری ہو گیو ہے میں کوئی چوری نہیں کی۔ اپنا خون نال بشیر نا پڑھا رہیو آں۔

جمعہ: جمعہ کو لہجو طنز آمیز ہو جائے۔ ہاں ہاں دیکھ لی۔ ہم نے تیرا بشیرا کی پڑھائی۔ وہ شہر ماں یوہی کُجھ کرتو ہوئے گو۔ تیو نہیں کس دن شہروں پولیس آنی ہے۔ تے تناں بھی دھر کے اُنہاں نے لے جانو ہے۔

سلام الدین: جمعہ منہ سنبھال کے گل کر۔

جمعہ: بھائی کالو اُٹھ چلاں۔ بھائی لعل الدین ہن خود ہی اس نا سنبھالے گو۔ پولیس خود ہی دوئے باپ پوتاں نا لتاں نال پچھے گی۔ تے کُجھ دھیاڑ اسنٹرل جیل ماں آرام کریں گا۔

سلام الدین: پولیس کو ناں سنتاں ہی کُجھ گھبرا جائے تے انکا پنجہ ماں آجائے۔ فوراً کُھل جائے بھائی جمعہ ذری ایک کھل جاو کرتے کمرہ بچوں باہر نکلتاں) ہوں ذری اندر جاؤں۔

جمعہ: (دوے اس ماں سرگوشی کریں) دیکھیو کالو۔ آسامی ہتھ آ گئی۔

کالو: چلو مہارا کُجھ دھیاڑا حالاں آرام نال گزر جائیں گا۔ اِجر کائے دو جی آسامی ہتھ آ جائیگی۔ تے سلام الدین واپس کمرہ ماں داخل ہوئے۔)

سلام الدین: ہاں تے بھائی جمعہ۔ یہ بیہہ روپیاں ہیں۔ کُجھ ہور بھی دیوں گا۔ تم نا واسطو ہے۔ بھائی لعل الدین اگے گل نہ کریو۔

کالو: ہم نا کے چٹی پئی ہے۔ پوت تیرو ہے۔ عیش کرے جوانی ہوئے اسے واسطے۔

جمعہ: میں پہلاں ہی تناں کہیو تھو۔ بشیر جوان ہے۔ اُس کو کتے بیاہ کرا چھوڑ۔ ہوں تے رشتو بھی لے کے آ گیو تھو۔

سلام الدین: ہاں ہاں بھائی کالو ہوں جلد ہی شہر جاؤنگو۔ تے بشیر نا ایہاں لے آونگو۔

کالو: فر بیاہ ماں ہم نا بسر نہ جائے۔

سلام الدین: بھائیو یوہ کس طرح ہو سکے۔ تھارے نال مشورا کے بعد ہی کتے بشیر کو بیاہ ہوئے گو۔

جمعہ: بچھا بیس ہُن ہم چلاں۔ رات کافی ہوگی ہے۔

سلام الدین: تم بھی خیال ہی رکھیو رشتہ کو۔

کالو: بھائی سلام الدین توں فکر نہ کر۔ ہم خود ہی رشتو ڈھونڈ لیانگا۔

سلام الدین: (سلام الدین کالو تے جمعو اُٹھیں۔ سلام الدین ان دوہاں کے نال بُوہا تک آئے تے اُن نا رخصت کرے)۔

(کالو تے جمعو واپس گھر ان در آ رہیا ہیں۔ راہ ماں گل کریں)۔

جمعہ: او کالو ہن کے سوچ رہیو ہے۔

کالو: کل ہوں نوریا تے راجو کے بچکار بیچ راہ آیو تھو۔ سوچ رہیو آں کہ اجاں تک اس کو انگور کیوں نہیں نکلیو۔

جمعہ: اتنی جلدی کے ہے خود ہی نکل آئے گو۔ آخر جائیں گا کت۔ رب روزی رسان ہے۔ ہم کس کے گھر جاں گا۔

(کالو کھل جائے تے جمعہ کا قدم بھی رُک جائیں۔ تے کالو کا منہ در دیکھن لگ پوئے)۔

کالو: ایک ہور گل بھی ہے اگر توں مشورو دے۔

جمعہ: کے گل ہے کہ جمعو راہ ماں ہی کھل گیو۔

کالو: ہوں سوچوں کہ کیوں نہ بھائی لعل الدین نا بھی اُس کی گیری کا کرتوت تیں واقف کیو جائے۔ جنو ٹکڑ و ہے۔ اپنی عزت بچان واسطے چنگو ہی ہوئے گو۔

(لعل الدین کو ناں سنتاں ہی جمعہ کا حواس باختہ ہو جائیں)۔

جمعہ: اُورے جان تیں مناں ڈر لگے۔جنوڈا اہڈو ہے۔اگر اُلٹو مہارے سر پے گیو
(کالو کا تیور بدل جائیں)۔
توں گھبرائے کیوں۔گل سارا گراں ماں اُگ کی طرح کھنڈ جائے گی۔لعل الدین
کی عزت مہارا ہتھاں ماں محفوظ ہے۔سلامیاں بچارنے بیہسہ روپیا دے۔
چھوڑیا۔ہور بھی دین کو وعدہ کیو ہے۔اووئے ٹرپیں)۔
جمعہ: دوسری گل بھی ہے نا کہ سلامیاں کا پوت کو بیاہ بھی کرانو ہے۔
کالو: ہاں ہاں اس ماں تے خاصی رقم ہتھ لگے گی۔اُس کی ترکیب میں سوچ لئی ہے
مگر اجاں اُس گل کی لوڑ نہیں۔اگر اُس کا بیاہ کی ہم تے تاول کی نہ شکار ہتھ بچوں
نکل جائیگو۔
جمعہ: شکار کیاں جائیگو۔کیا اُس نا پر لگ گیا ہیں۔بشیر تے خود بخود مہارا ہتھاں
ماں آ جائے گو۔
کالو: ایسی گل نہیں۔فی الحال ہم نے لعل الدین کا وارا ماں کُجھ سوچنو ہے۔
جمعہ: چل ٹھیک ہے۔اگر لعل الدین نے کوئی اُلٹو قدم، چالیو فر دیکھ لیانگا۔
دوئے جمعہ کا کوٹھا کے نیڑے پہنچ جائیں۔تے اتوں دوآں کا راہ کنی کنی ہیں۔
بچکار دوئے کھل جائیں۔
کالو: جمعہ رات توں گل سوچ کے رکھیے ءتھانے بند کرا چھوڑیو تے فر۔
جمعہ: تھانے کس واسطے بند کرائے گو۔کیا ہم نے کوئی چوری کی ہے۔
کالو: اگر اُس نے سلامیاں کے خلاف تھانہ ماں رپورٹ دتی۔
جمعہ: دے گو کس طرح کیا اُس نا اپنی عزت پیاری نہیں۔
کالو: بالکل صحیح ہے۔اگر تھانے گیو بھی شہادت دے گو کون۔
دوئے ٹھاٹھا کر کے ہسیں تے ایکن دوجا تیں بدھیا ہو کے اپنا اپنا گھراں در مُڑ جائیں۔

۳ تیجو سین

لعل الدین کو تیرے منزلہ مکان ہے۔ سامنے باڈی ہے۔ باڈی کی کندنال ایک ریچھ جیو کتو بدھیودو ہے جس کا گل ماں ایک موٹی سنگل ہے گھر ماں دو چار نوکر ہیں۔ چنگو مالدار ہے۔ بھاروں خاصا سارا ہیں۔ گاں مھیس بھی کافی ہیں۔ زمین بھی کافی ہے۔ دو چار ہالی بھی ہیں۔ مگر قدرت نے اس کے گھر ایک ہی لڑکی دتی ہے۔ ساری عمر لڑ کا واسطے پیراں تیں گھڑ تعویز لیتو رہیو۔ درگاہاں تے خانقاہاں پر سنڈ و پیچا تو رہیو۔ مگر اس کی جھولی سکھنا ہی رہی صبح کو وقت ہے لعل الدین اپنا کمراماں منجا پر دراز ہو یودوٗ ہے۔ کہ اچانک کُتا نے بھونکنو شروع کیو۔ لعل الدین کو نوکر باڈی بچوں باہر نکلئے تے جمعہ تے کالو نالے کے دروازہ تک آجائے۔ اُن نا اُتے انتظار واسطے کہے۔ تے خود لعل الدین کا کمرا در جائے۔

نوکر: باہر حضرت جمعہ تے کالو آپ ہیں۔ کہیں تم نا ملنو ہے۔

لعل الدین منجا تیں اُٹھ بیے۔ تے نوکر نا کہے

جارے لے آندر کمبختاں نا۔

نوکر واپس آئے۔ تے کالو تے جمعہ کے سنگ لعل الدین کمرا تک جائے۔ نوکر واپس ہو جائے جمعہ تے کالو چھتر لاہ کے کمرا کے انداخل ہو جائیں۔ اسلام علیکم۔

لعل الدین: وعلیکم سلام۔ کیوں رے خیر ہے تم ددئے ایہاں کس طرح کتے اُگ مت لا آیا۔

جمعہ: آگ لان واسطے ہم ہی دورہ گیا ہاں۔

لعل الدین: نہ رے تم تے نہیں لاتا عمر ہو گئی۔ مناں تم نا سمجھا تاں اُو ینک بختو کوئی چنگو کم کار کرد۔

کالو: حضرت ہم کے مندو کراں محنت مزدوی کر کے اپنو نفس پالاں

جمعہ: دبچوں ہی بول اُٹھے، تمھارے نال کُجھ صلاح باڑی کرنی تھی۔

لعل الدین: حُکم کرو بھائیا۔

کالو: نہ جی ہم نے کے حکم کرنو، ایک نکی جیئی عرض ہے۔ بھائی نورا کی دھی جوان ہوگئی ہے۔

لعل الدین: ہاں ہاں کے گل ہے اُس نا کے ہوڈُو۔

جمعہ: ہودوئے کُجھ نہیں۔ ہم اُس کا رشتہ کا واراماں صلاح کرن آیا تھا۔

لعل الدین: صلاح جا کے اُس کا باپ نال کرو مناں کے۔

کالو: حضرت نوروز یادہ تھاری منے گھر چنگو ہے۔ کھاتا پیتا لوک ہیں۔ ہم تے اپنے دروں گل پکی کرآیا ہوں۔

لعل الدین: (حیران جیو ہوجائے) کت تم اُس کو بیاہ کرار ہیا ہیں۔

جمعہ: وہ سلاالدین ہے نا۔

لعل الدین: ہاں ہاں بشیر کو باپ۔ جہڑو شہر ماں پڑھے۔

کالو: خاک پڑھے اپنا پچھلاں ناروئے۔

لعل الدین: کیوں رے سلامیو کہے تھو کالج ماں اُس کو پوت اول آیو ہے۔ ہن یونیورسٹی ماں پڑھن گیو ہے۔

جمعہ: اپنا کرتوت پر پردہ گھلن واسطے ہور کہے گو کے۔

کالو: (بچوں ہی بول پے) بھائی سلامیاں نے مہارے اگے ساری کہانی بیان کی۔ تے ہم نے صلاح کی کہ اُس کو بیاہ کیو جائے۔ سلامیو بچارو آرام کرے گو۔ یوہ کم بڑا ثواب کو ہے۔

لعل الدین: بچھا کوئی گل نہیں۔ ہوں نورا نا سد کے اُس نال گل کرونگو فر تم نا جواب دیونگو۔ اواز دے او نکا دانہہ ایہاں چاہ لےآ۔ تے ایک نوکر کمراماں داخل ہوئے حضرت تم ناں اندر سدیں، لعل الدین کھلو ہوکے کمراتیں باہر آتاں آتاں کہے۔ تم دوئے

پیو۔ہوں دیکھ آؤں کے گل ہے تے کمراتیں باہر نکل جائے۔کالو تے جمعو آپس
ماں گوشو کریں۔

کالو: ارے تنا اپنی گل کو دھیان ہی نہ رہیو۔

جمعہ: منا پورو دھیان ہے۔توں ذری آرام نال بیس۔چاہ پیاں اُس کے بعد دیکھاں۔

کالو: میرو دل دھڑک رہیو ہے خدا خیر ہی کرے۔

جمعہ: رب خیر ہی کرے گو۔توں نہ گھبرا دل ڈاہڈ و رکھ۔

(لعل الدین کمرہ کے اندر داخل ہو جائے۔تے اُس کا کناں ماں دل کی آواز جائے۔)

لعل الدین: کیوں رے کے ہوؤ واس کا دل نا۔

جمعہ: کُجھ نہیں جی۔دل نہیں سر چکرا رہیو ہے۔

لعل الدین: بیس جائے تے چھتاں ماں ہتھ گھلے۔
صبر کر ہوں گولی دیوں۔

کالو: نا حضرت گوئی کی لوڑ نہیں ہے عزت کو سوال ہے۔

لعل الدین: گل کے ہے صاف صاف دس نا۔

کالو: گل ایسی ہے کہ ہوں دس نہیں سکتو۔جمعہ بھائی توں ہی دس۔
جمعہ کُجھ سوچ ماں پے جائے۔تے رُک کے گل شروع کرے۔
اُگ میرا منہُ پر۔۔۔۔۔گل۔۔۔۔۔یاہ ہے۔
لعل الدین ناعضو آجائے۔تے دوآں در مخاطب ہو جائے۔
گل کے ہے تم صاف صاف دستا کیوں نہیں۔
جمعو فر رُک رُک کے بولنو شروع کرے۔یاہ۔۔۔تھاری نکی ہے نا۔

لعل الدین: ہاں ہاں رضیہ کے گل ہے۔

جمعہ: جی ہاں رضیہ۔

لعل الدین کو غصو بدھ جائے اُس کی اکھ غضب ناک بن جائیں۔
بک ناکے کہنو چاہے۔
جمعو جلدی نال بول چھوڑے۔
واہ بشیر نال پرلا بن ماں۔۔۔۔۔ہوں فرا کھ ہیچ کے اُتوں نس گیو۔
لعل الدین غصہ نال لال ہوجائے۔جمعو سنبھل جائے۔تے کالو در منہ کر کے
بولے۔اگر یقین نہیں آتو تاں کالو بھائی تیں بھی پچھ لیو۔
کالو بھی سنبھل جائے تے آہستہ آہستہ بولے۔یاہ گل بالکل صحیح ہے۔ہم دواں
کے بغیر کسے تیجا نا اس گل کو کوئی پتو نہیں۔
لعل الدین جھٹر و غصہ نال لال ہوگیو ہوئے کھلو ہوجائے۔جمعو تے کالو بھی کھل جائیں۔
ہوں بشیر کی رت چوسوں گو۔
دوئے لعل الدین نا باہنوں پکڑ کے مُڑ بسالیں۔
کالو: تھاری عزت ہم نا اپنی جان تیں پیاری ہے تم فکر نہ کرو۔تھاری عزت کو بدلو
اُس تیں ہم لیاں گا۔
لعل الدین: ہوں تھانہ ماں جا کے رپوٹ دیوں۔
جمعو فورا بول پے۔نا نا ایسی گل نہ کرو۔بدناں ہوجائے گو یوہ حکم تم مہارا پر
چھوڑ دیو۔ساری عمر تھارا گھر کو نمک کھاتا رہیا۔ہم نا بھی موقعو دیو۔
لعل الدین اپنی واسکٹ کا چنتا ماں ہتھ گھلے تے اُس کا ہتھ ماں کجھ نوٹ ہویں۔
تے اُن بچوں کُجھ گن کے ہتھ کالو در بدھائے۔
یہ لیو فی الحال تم بے فکر رہو۔تم نا رب کو واسطو مت کسے کا کناں ماں یاہ گل پہچے۔
جمعہ: حضرت انکی کائے لوڑ نہیں۔
کالو لین تیں انکار کرے۔تے ہتھ پچھا در چھک لے۔

لعل الدین: تم یہ رکھ لیو کتے ضرورت پے گی۔

جمعو ہتھ بدھائے تے نوٹ لعل الدین کا ہتھ بچوں لے کے اپنی پیرنی کا چتنا ماں گھلے۔ تے کالو بول پے۔

باقی تم کسے اگے گل نہ کریو۔ اس طرح تھاری بدنامی کو ڈر ہے۔ پولس آ گئی تے سارا گراں ماں گل کھنڈ جائے گی۔

جمعہ: ہُن ہم نا اجازت دیو۔ کم پر جانو ہے۔ چڑ ہور ہیو ہے۔

لعل الدین ان دوآں نا کمرہ ماں ہی بدھیا کرے۔ تے دوے دروازہ پر آ کے سلام کر کے مُڑ جائیں۔

چوتھو سین

پیشی کو وقت ہے۔ کالو کا کوٹھا پر حسب معمول جمعو بھی حاضر ہے۔ چلم بھکھ رہی ہے دھوں آسمان در چلے لگو۔ نسورا کا تھک نال جا بھی مندی ہو گئی ہے۔ تے دوئے آپس صلاح باڑی ماں لگا وا ہیں۔ جمعو چلم کا کش لان ماں لگو ورے۔ کالو مُنہ بچوں اک بڑو سارو تھک کو لیو تُھکے۔

کالو: ہُن بھائی لعل الدین بھی مہارا ہتھاں ماں آ گیو

جمعہ: چلم کو ادھو ہی کش لے کے۔ فی الحال مہارو دانو پانی چل رہیو ہے۔

کالو: بڑو وباتو رہے تھو ہم نا۔

جمعہ: چلم نا ایکن پاسے دھر کے۔ ہُن کے دبائے گو۔ بلکہ مہاری عزت تے قدر کرے گو۔ سچ کے تے کوڑ کے کس نا پتو ہے۔

دوئے ٹھاٹھا کر کے ہیں۔ تے جمعو چلم نا فرا پنے اگے لیائے۔ تے اُس ماں تما کو گھل کے آگ رکھن در لگ جائے۔ کالو نے نسوار کی انگلی دندان پر پھیری، تے فوراً تھکیو وہ درویش بھی آ گیو۔ جمعہ کی آگ ہتھ ماں ہی رہ جائے نظر افراں در کر کے دیکھن لگ پوئے اس نا کے کم ہے۔

کالو: بے خبر نہ ہو۔ چلم پر آگ دھر۔ اس کے ذمے ایک بہت بڑو کم لانو ہے۔ اچر درویش ان کے نزدیک پہنچ کے سلام کرے۔

جمعہ: وعلیکم سلام

کالو: آ درویشا چھک چلم

درویش: نہ چودھری صاحب اہم چلم نہیں پیتا۔

جمعہ: لے فرمار نسوار کی چُنڈی ایک

درویش: ہاں حضرت یاہ دوا ہے۔

کاغذ پروں نسوار اُٹھا کے درویش اپنا دنداں پر انگلی نال ملے تے کالو منہ بچوں تھک کے پاسو درویش در پرتے تناں میں اس واسطے سد یو ہے کہ توں گدا گر نہیں۔ درویش ہے۔ مناں ہر گل کو پورو پورو پتو ہے۔

درویش حیران جیو ہو جائے۔ تُھک نکل جائے تے فورا بول پے حضرت اس غریب کا ماریاوا کیسا درویش۔

جمعہ: درویش کی کنڈ پر ہتھ رکھ کے کہے۔

چودھری صاحب کے کہے غور نال سُن تے اُس پر عمل کر فر دیکھ رب کیسو سبب کرے گو۔ مگر ہم نابسر نہ جائے۔

کالو: ہتھ کی انگلی نال اشارو کرے۔

وہ کھوڑی کے سامنے جہڑو مکان ہے نا۔

درویش بھی اُراں دیکھے تے کالو اس ناراز دارانہ انداز ماں کہے۔

اُت جا۔ گھر ماں۔ ایک لڑکو بیمار ہے۔ اس گھر کا مالک کو ناں عبداللہ ہے۔ اُس کی بیوی کو ناں جان ہے۔ ان کا ترے پوت ہیں۔ نوریو قلمیو تے بیمار غریزو۔ نورا کی بیوی کو ناں کھتیجاں ہے۔ دو سال ہو گیا بیاہ نا۔ گھر ماں اضان کوئی جا تک نہیں ہودو۔

جمعو درویش درمنہ کر کے بولےاوعرویشا گورنال سن

کالونے اپنی کہانی جاری رکھی ہے۔

قلمیاتے عزیز اپرختیجاں نے جادو کیو ہے۔تا کہ ساری جائیدادواہ ہضم کر سکے۔واہ بچ مندی ہے۔اگر گھر ماں رہی کوئی آدمی جیتو نہیں رہ سے جادو کڈھ کے وسیے۔کڈھ کے گھر ماں دوبہڑا۔ترے داند، پنج مھیس ترے لائری گاں، تے خاصا سارا بھاروں ہیں۔کجھ دن ہوا اُس نے ایک داندست سوروپیاں تے بہڑو ترے سوروپیاں ماں بیچیا ہیں۔

جمعہ: بچوں ہی بول پے۔اُودردیشا۔کن دھر کےسن تے چودھری صاحب نامن پیر۔

کالو: مگراس گل کوخیال رکھیئے مت اُوہاں تیں ہی کھسک جائے۔تاں تیری خیر نہیں ہوسے۔

درویش: (درویش گھبراجائے) حضرت مکوبھی جان پیاری ہے۔واپسی پر حاضری دیساں،ہن ساری کہانی اسدی سمجھ دچ آ گئی،تُس بےفکر رہیو۔

جمعہ: بچوں ہی بول پے مہاروحقو پہلاں ہی کئی کر چھوڑئے

درویش: حضرت جودس حاضر کرساں۔جوتسدی مرضی مکوبھی جادیو۔

کالو: ایک گل ہورسُن درویشا آج توں بعدتواس گراں کومنیووو،درویش ہےمت کتے گل کرتو ہوئے۔

درویش: حضرت جان کس کو پیاری نہیں۔مکو وی اپنی جان پیاری ہےنکا نکا عیال ہے۔

کالو: بکواس بند کرجااپنوکم شروع کر

(درویش کاغذ اُپروں خاصی ساری زوار لیک کےانگلی اپنادنداں پر پھیرے تے کھل کےسلام کرکے اُتوں نکل کے سدھومکان درروانہ ہوجائے جمعو چلم ماں ہورتما کوگھل کے لمالما کش کےتے کالونسوار کی انگلی اپنادنداں پر پھیرے تے ٹھکے۔

جمعہ: کالوہُن توں ختیجہ واسطے گھر تلاش کر۔

کالو: صبر تیں کم لے۔حالاں پیشی ہے، چن لگن دے۔

جمعہ: اگر عبدلوا سے طرح دولت جمع کرتو گیو تے اُسکا پوت بٹلا ہو کے رہیا ہم کس کے گھر جاں گا۔

کالو: منہ بچوں تھکتاں۔رب روزی رسان ہے۔

جمعہ: (چلم کو کش لیتاں ماں) ہن یہ کنی ہونا لوڑئے۔

کالو: صبر تیں کم لے۔کم آہستہ آہستہ ہویں تا ول نال خرابی ہوئے۔

جمعو فورا بچوں ہی بول پے۔اُوہ دیکھ عُبداللہ نے درویش نا اندر باڑ لیو۔دوے ٹھا ٹھا کر کے ہسیں۔

پنجموں سین

سلام الدین گھر تیں نکل کے شہر ماں پہنچ گیو ہے۔سڑک پر گڈیاں کو طوفان ہے۔بزارا پنا جوبن پر ہے۔دن کو وقت ہے لوگ آن جان تے خرید و فروخت ماں مصروف ہیں۔

سلام الدین نا پار ٹپن واسطے راہ نہیں ملتو۔ڈرے مت کتے گڈی ہیٹھ آ جائے۔ایک دو وار فٹ پاتھ تیں تناں آیو۔پر گڈیاں کا ہارن نے اُس نا واپس فٹ پاتھ پر چڑھن واسطے مجبور کیو۔

خدایا خدایا یوہ شہر ہے کہ قہر گڈیاں کو طوفان ۔راہ بھی نہیں ملتو۔ان لوکاں نا کے ہو گیو۔ان نا گھراں ماں کوئی کم نہیں۔سارا شہر مانہہ آ گیا۔اگر انسان ہوشیاری نال نہ چلے تاں جان کی خیر نہیں۔او بھائیا، او بھائیا، یونیورسٹی ور کتھری گڈی جائے۔

(ایک راہ گیر اُس نا جواب دے)

وہ سامنے کھڑی ہے اُس میں بیٹھ جاؤ۔

گڈی ماں پیر دھرن کی جا نہیں ہوتی۔مگر سلام الدین کجھ دھکا ٹھہلا کھا کے گڈی کے اندر داخل ہو جائے۔تے کجھ دیر کے بعد گڈی سلام الدین سمیت روانہ ہو جائے۔راہ ماں (سلام

الدین ایک ایک نا پچھ رہیو ہے۔ یونیورسٹی آئی کہ نہیں خدا خدا کر کے بس ایک جگہ کھلی ہو گئی تے کسے مسافر نے سلام الدین نا کہیو۔ وہ گڈی تیں لہہ جائے۔ کیونکہ جے یونیورسٹی آ گئی تھی بچھتاں پچھتاں سلام الدین یونیورسٹی کا گیٹ تک پہنچن ماں کامیاب ہو گیو۔ گیٹ کیپر تیں بشیر کا واراماں دریافت کرن لگو۔ کہ ایک لڑکو اس کے نیٹرے آ گیو) باباتم کسے تلاش کرتے ہو۔

سلام الدین: میرو پوت بشیرات پڑھے اُس نا ملنو ہے۔

(لڑکو سلام الدین نالے کے گیٹ تے اندر داخل ہوئے۔ لما چکر کے بعد دیہے ددئے ایک بڑی بلڈنگ ماں داخل ہویں۔ تے دو تیرے سیڑھیں چڑھن کے بعد ایک پاسہ در چلیں۔ لڑکو ایک کمرا کول آ کے کھل گیو۔ تے لگو دروازو بجانِ بشیر دروازہ کھولو تمیں کوئی ملنے آیا ہے۔

(دروازو کھلے تے بشیر باپ نا سامنے دیکھ کے حیرت ماں پے جائے)

باباا سلام علیکم۔

سلام الدین: وعلیکم۔

بشیر: باپ ناں کمرا کے اندر لے آئے۔ باباتم اہیاں کس طرح خیر ہے نا۔

سلام الدین: (کمرہ کو غور نال جائیز و لے رہیو ہے) بشیر مناں یاہ اُمید نہیں تھی (کمرہ کے اندر تیرے منجی، ترے کُرسی تے ترے چھوٹا ٹیبل ہیں۔ ترے الماری بھی ہیں۔ جن کے اندر کتاب ہیں۔

بشیر: حیرانی نال کے ہوؤ بابا میں کیو کے؟

سلام الدین: غصہ ماں۔ میری عزت نا مٹی ماں ملا کے کہے میں کے کیو۔ تناں شرم آنی چائے۔ میں اپنی زندگی تیرا پر قربان کی۔ جو کجھ تھو تیری پڑھائی پر لا یو۔

بشیر: جھیڑو کہ حیرانی کا عالم ماں ہے۔ کہ یوہ ماجرو کے ہے۔

بابا ہوں کدا انکار کروں۔ ہن تھوڑ دہی وقت رہ گیو۔ انشااللہ فر توں دیکھیئے روپیاں کو ڈھیر لاؤں گو تیرے سامنے۔

سلام الدین: (سلام الدین کو غصو برابر بدھ رہیو ہے۔ تے بشیر پریشان ہو کے باپ کا مُنہ درد یکھ رہیو ہے۔ کہ گل کے ہے)۔

ہاں ہاں توں تے ڈھیر لائے گو۔ اُس گل کو مناں پورد پتو ہے۔ دیکھ بشیر منا بہانا نہ بنا ہن تیری چالا کی میں دیکھ لئی۔

بشیر: (بے بسی کی حالت ماں پچھے) بابا تم کہنو کے چا ہیں۔ میری سمجھ ماں تھاری گل نہیں آ رہی ہیں۔ تم صاف صاف دسو آخر گل کے ہے۔

سلام الدین: میری گل تیری سمجھ ماں کت آ ئیگی۔ زیادہ چالاک بنن کی کوشش نہ کر۔ تے کن دھر کے سن ۱۰ سے وقت میرے نال گراں چل تے اپنو گھر بار سنبھال جس طرح دنیا کرتی آئی ہے۔ تناں میری عزت کو کوئی خیال نہیں میں تناا سے واسطے پالیو تھو۔

بشیر کی اکھاں ماں آ تھروں چڑھ آ ئیں۔ تے باپ اگے التجا کرے:

بابا تم صاف صاف کہتا کیوں نہیں۔ میں کہڑو گناہ کیو ہے۔ تم نا یوہ حق ہے کہ اگر میرو کوئی بھی قدم غلط ہوئے گو۔ تم منا ڈ کو جو تھاری مرضی ہے کرد۔ پر گل دسو ہو یو کے ہے۔

(سلام الدین کی آ کھ لال ہو جائیں۔ تے وہ ز ور کو ایک طماچو بشیر کا مُنہ پر مارے) ''بے شرم ہور کہے میں کہڑو گناہ کیو ہے''۔

بشیر کی اکھاں تیں اتھروں جاری ہو جائیں۔ اُس کی آواز لڑ کھڑا جائے۔ تے روتاں روتاں باپ اگے صفائی پیش کرے:۔

بابا ہوں تھارا پر ہتھ رکھ کے کہوں۔ میں کوئی گناہ نہیں کیو ہے۔ مناں احساس ہے۔ کہ تم نے میرے واسطے کے کجھ کیو تے کر رہیا ہیں۔ بابا منا تھاری عزت اپنی جان تیں پیاری ہے۔ ہوں زہر کھا کے مرنو پسند کر ونگو مگر تھاری عزت نا داغ نہیں لاسوں۔ بابا تم دسو گل کے ہوئی۔

سلام الدین: (کجھ سوچ کے پچھے) جد تیں شہر آنو تھو۔اُس تیں ایک دن پہلاں توں لعل الدین
کی دھی رضیہ نال پر لا بن ماں کے کرے تھو؟
(بشیر کی اکھاں بچوں آتھروں بگیں لگا اُس کی اکھاں اگے دُھند پے جائے۔اُس نا رضیہ یاد
آئے۔تے واہ گھڑی بھی)۔ہائے اللہ۔ کے ہووَو
کوئی اُس رکھ ہیٹھ چھپ گیو۔
ہوں جا کے دیکھ آؤں؟
نہ بشیر نہ۔اُوہاں نہ جا۔مت مہارو ما نجھی ہوئے۔توں اس پاسہ لہہ جا۔
(بشیر اسے خیال ماں غرق تھو کہ سلام الدین گرج پیو)۔
بشیر توں سوچ کے رہیو ہے۔میرا سوال کے جواب دے۔
بشیر جس طرح نیند تیں جاگے۔تے سہم جائے اس کا ہوٹھاں ماں حرکت جیسی
آئی۔اُس نے ہتھ نال اپنا آتھروں پوچھیا۔
بابا ہوں اُس کے نال گل کر رہیو تھو۔
سلام الدین کی لہراجاں مدہم نہیں ہوئی تھی کیونکہ اُسکا سوال کو اُس نا جواب نہیں مل رہیو تھو۔
کوڑ نہ مار صاف صاف دس۔اگر لعل الدین کے کنیں پئی فرتنا پتو ہے۔
دوئے باپ پوت باہر نکلن جوگا نہیں رہساں۔
بشیر ماں خود اعتمادی جیسی پیدا ہوئے،تے وہ باپ نا جواب دئے۔
ہوں قسم کھا کے کہوں بابا میں اُس کے نال کوئی گناہ نہیں کیو ہے۔اگر کسے نے میرا پر
جھوٹی تہمت لائی ہے۔اُس تیں بدلو لیوں گو۔تم منا دسو وہ کون ہے جس نے میرے
پر یوہ الزام لایو ہے۔
سلام الدین (کجھ سوچ کے کہے) یاہ کہانی منا تے کالو نے دسی۔
(بشیر کجھ بے صبرو جیو ہو جائے تے باپ نا سوال کرے)۔

کے کہیو اُنہاں نے؟

سلام الدین بشیر ناواہ ساری کہانی سُنائے۔ کہ کس طرح جمعو تے کالو اُس کول آیا۔ تے بشیر کے سر یاہ تہمت لائی۔ بشیر کی اکھ رتی ہوجائیں۔ لہر نال اُس کو دجود کمن لگ جائے تے سلام الدین اُس کی یاہ حالت دیکھ کے پریشان جیو ہوجائے۔ اُس نا اپنا پوت کی بے قصوری کو ثبوت مل جائے۔

بشیر: یوہ سب کوڑ ہے۔ اس ماں شک نہیں کہ ہوں رضیہ نال محبت کروں۔ مگر میرا اُس کے نال اس قسم کا تعلقات نہیں۔ ہوں اج ہی تیرے نال گراں چلوں ہوجائے روبکاری۔

سلام الدین بشیر نا دلاسو وے۔ نہ بشیر نہ بشیر اس کی ہن کائے لوڑ نہیں۔ توں بلاشک اپنی پڑھائی مکمل کر کے آیئے۔ ہوں سمجھ گیو۔ کہ بدمعاشاں نے مناں اپنی چالا کی ماں پھسایو۔ ساراں گراں ناں ساڑ ہے کہ توں پڑھ گیو۔ خیر اجاں میرا جنواں ماں ساہ ہے۔ اُن تیں ہوں خود ہی حساب لیونگو۔

(بشیر کا سر پر ہتھ پھیرتاں سلام الدین پچھے) ایک گل دس توں کد مڑے گو۔

بشیر: تیراں دناں بعد مہارا امتحان ہون آلا ہیں۔ اُس کے بعد کوئی مہینوں ایک گذر کے۔

بشیر باپ نالے کے اگے چلے۔ تے ایک کرسی سیدھی کر کے کہے۔ بابا تم بسیو ہوں تھارے واسطے چاہ لے آؤں۔

سلام الدین: نا اجاں مناں چاے کی طلب نہیں ہے۔ دوئے بیساں گا۔ پر ذری ایک بیس نا کجھ ہور گل بھی کرنی ہیں۔

(بشیر منجا پر بیس جائے۔ تے دوئے باپ پوت بیس کے آپس ماں کجھ صلاح باڑی کر رہیا ہیں۔ تے ہس بھی رہیا ہیں)۔

چھیووں سین

(سلام الدین اپنا کوٹھا کے اندر بیٹھو وواُن صاف کرر ہیو ہے۔اس کمرہ ماں زیادہ سامان نہیں ہے۔دیواراں پر دوترے جگہ میخ لگی ہیں۔تے اُپر کپڑا تولیا تے ایک کوٹ ٹنگیو ہے۔ایکن گُٹھ ماں لکڑی کو بڑو صندوق ہے۔تے اُس پر ایک میلو جیو ٹرنک ہے جس کے اُپر ایک لوئی رکھی دی ہے۔اس کے نال ہی ایک نووں ٹرنک بھی ہے۔لگے کہ اجاں استعمال نہیں ہووَ۔

جمعو تے کالو دروازہ پر کھل کے آواز دیں

او بھائی سلام الدین توں اتے ہے۔

سلام الدین: آوزے اندر آجاوَ۔

(دوئے کوٹھا کے اندر داخل ہویں تے سجا کا کمرہ ماں سلام الدین کوئے بیٹھو ہے جمعو پہلاں اندر داخل ہوئے تے اُس کی کاڈھوں کالو بھی)۔

السلام علیکم۔(دوئے سلام کے سامنے آگے بیں رہس تے اُن پر ہتھ ماریں)

سلام الدین: وعلیکم سلام۔دسورے تم کس طرح آیا۔

جمعہ: تیرے کول ہی آیا تھا۔بشیر آیو۔

سلام الدین: کے کرن؟

کالو: کے کہے توں۔نور د بھائی تے راضی ہو گیو۔پنج ہزار دینا کیا ہیں۔

سلام الدین: لہر ماں دفع ہو جاوَ اتوں۔دوبارہ ایہاں آن کو ناں نہ لیو تم نے چالا کی نال ہوں پھسایو۔

جمعہ: او بھائیا تیرو دماغ ٹھیک ہے۔

سلام الدین: ہاں ہاں میرو دماغ ٹھیک ہے۔تم اپنو دماغ ٹھیک کراوَ۔

کالو: بھائی جمعہ چُپ ہور ہو۔خود ہی بھگتے گو۔

سلام الدین: لہر ماں۔جاوَ جاوَ تم۔جو کرنو کرو۔ہوں کسے تیں ڈر تو نہیں۔

جمعہ: بھائی لعل الدین تم دوآں نا چھوڑ سے نہیں جیل کی سیر کرائیگو۔جیل کی۔
سلام الدین: وہ جیل کی سیر تم نا کرآئیگو۔ہم نے لعل الدین کو کے کھادو ہے۔
کالو: واہ گل تاں لعل الدین تھانہ ماں خودہی وسے گو۔
سلام الدین کی لہر بدھ جائے۔تم دوئے اتوں دفع ہوجاؤ۔ورنہ ہوں ڈنڈاں نال کڈھوں گو جمعو تے کالو اُٹھ کے دروازہ پرآجائیں تے باہر نکلتاں۔
جمعہ: بچھا دیکھ لیاں گا۔ہن توں خودہی روتو روتو مہارے کول آئے گو۔
سلام الدین: انکی کاھڈ ہی باہر آجائے۔
میری آئے گی بُتی، دفع ہوجاؤ۔ورنہ ہوں چھتر مار مار کے تھارو حُلیو بگاڑ چھوڑوں گو۔
کالو: اچھا دیکھ لیاں گا۔توں آئے گو کہ ہم۔۔۔۔
(تے دوئے اُتوں دور نکل جائیں۔سلام الدین اپنا کوٹھا کے سامنے کھل کے کجھ دیر سوچ رہیو ہے۔ اچانک اُس نال خیال آیو۔ وہ واپس کوٹھا ماں آیو۔ بوٹ لکڑی کا صندوق ہٹھیوں کڈھیو۔اُس نالا کے باہر آیو۔کوٹھا کا دروازہ پر سنگل چاڑی تے نکل گیو۔اُس نے لعل الدین کا مکان دررخ کیو تے قدم تیز تیز چان لگو۔وہ لعل الدین کا مکان کے نیڑے پہنچ گیو کہ کُتا نے بھونکنو شروع کیو۔
لعل الدین کو نوکر بانڈی بچوں باہر آیو تے سلام الدین نا سلام کی۔
سلام الدین: وعلیکم سلام کریمیا بھائی لعل الدین ہوراتے ہیں۔
کریمیو: ہاں جی اتے ہیں۔آؤ۔
سلام الدین: کُتو بدھیو دو ہے۔
کریمیوں: ہاں جی کُتو بدھیو ہے۔تم ڈرونہ
سلام الدین مکان کا صحن ماں آجائے تے کریمیا کے پچھے پچھے مکان ماں داخل ہوجائے۔
کریمیو لعل الدین کا کمرہ تک اس کے نال آیو۔سلام الدین پیراں بچوں بوٹ

لا ہوے تے کمرہ کے اندر داخل ہوجائے۔

اسلام علیکم۔

لعل الدین:لعل الدین منجا پر دراز ہوئے تھو۔اُٹھ جائے وعلیکم سلام، خیر ہے سلام الدین آت آ کے بیس۔

سلام الدین: ہاں جی خیر ہے۔تے لعل الدین نال ہی منجا پر بیس جائے تم سناوٗ تھارے در خیر ہے۔

لعل الدین: ہاں بھائیا خیر ہے۔سُنا توں کے کیو تیں۔

سلام الدین: کس گل کو؟

لعل الدین: بشیر کا بیاہ کو۔ کالو تے جمع کا کہن پر میں بھائی نورا نا بھی کہیو۔ تے بچارا نے چُپ کر کے رشتو من لیو۔ بڑو خوش ہوؤ۔ کہے تھو اُس کی دھی کا بھاگ چنگا تھا۔ پڑھیو لکھیو لڑ گو مل گیو۔

سلام الدین: اس ناہا ہو چُھٹ جائے۔اُن بدمعاشاں نے تم نا بھی اپنی چالا کی ماں پھسالیو ہے۔

لعل الدین: کے مطلب۔

سلام الدین: اُن ذلیل لوکاں نا شرم بھی نہیں آئی مگر مناں افسوس لگے کہ اُن نے تم نا بھی شاید اپنا ہتھاں ماں لے لیو ہے۔

لعل الدین: لعل الدین کا طور ہی بدل جائیں۔تے آ کڑ کے منجا پر بیسے۔ اُو بھائی سلام الدین کے کہے توں۔افسوس مناں تھارا پر آئے۔تیرا ذلیل پوٹ نے معصوم لڑکی پر حملو کیو۔

سلام الدین: (کی اکھ رتی ہوجائیں تے منجا تیں لہہ کے کھل جائے۔ اُس نالہر چڑھے۔میرا پوت کو ناں نہ لیو۔ہوں اُس تیں پُچھ آیو۔تے ساری حقیقت سن لی۔

اگر تم نا یقین نہیں آ تو تاں خود رضیہ تیں دریافت کرو۔ سچ تے کوڑ باندے ہو جائیگو۔

لعل الدین: اس نا بھی لہر چڑھ جائے۔ کے مطلب۔

سلام الدین: مطلب صاف ہے تھوڑی دیر پہلاں کالو تے جمعو میرے کول آیا تھا۔
تے مناں دھمکی دے کے گیا۔ میں بھی گھٹ نہیں تولیو۔

لعل الدین: کیا توں سچ کہہ رہیو ہے۔

سلام الدین: منجا پر واپس بیستاں۔ اللہ شاہد ہے رضیہ تے بشیر بے قصور ہیں۔ کالو تے
جمعہ نے ہم نا نادان بنا کے اپنی چالا کی ماں پھسا لیو ہے۔

لعل الدین: اگر تیرو سچ ہوؤ۔ تاں ہوں خود ہی کالو تے جمعہ تیں حساب لیوں گو۔
منجا تیں اُٹھ کے باہر نکلتاں۔ توں بیس ہوں چلیو رضیہ نا پچھن۔

سلام الدین بھی نال ہی اُٹھ جائے ہوں بھی چلوں کو ٹھولگو ہے باقی حقیقت یا ہی ہے۔

سلام الدین تے لعل الدین ایکن دو جا تیں بدھیا ہو جائیں۔ لعل الدین مکان کا دوجا پاسہ
در جائے۔ تے سلام الدین واپس اپنا کوٹھا کی طرف آ رہے۔

ستووں سین:

(حسب معمول کالو تے جمعو اپنی جائے مخصوص پر بیٹھا وا ہیں چلم بھکھ رہی ہے دھووں آسمان
نال گل کرے لگو۔ تے دُھپ کی گرمی تے لُو نال لوکاں کو بھی عجیب رنگ ہے۔ دوئے
بیس کے آپس ماں صلاح باڑی کر رہیا ہیں۔

جمعو: کالو ہن کے بنے گو سلامیاں نے بھی منہ موڑ لیو۔

کالو: منہ موڑ کے جائیگو کیاں۔ صبر تیں کم لے۔

جمعو: ہم نا لعل الدین کول جانو چاہئے۔

کالو: فی الحال اُوہاں نہیں جانو۔

جمعو: بچوں ہی بول پے لعل الدین نا بھڑکا کے سلامیاں پر پولیس کیس کراواں۔

کالو: فر کے ہوئے گو۔

جمعو: سلامیاں نا پولیس پکڑ لے جائے گی۔ اگر مہارے نال حساب چنگو رکھیو تاں شہادت نہیں دیساں۔ بلکہ مُنکر ہو جانگا۔ کہاں گا۔ ہم نا گوئی پتو نہیں ہے۔

(کالو کی نظر اچانک اُفراں ہوئی تے اُس ناں گھوڑا پر لعل الدین آتو سہی ہووَ۔ تے ایکدم بول پیو) اُو جمعہ وہ دیکھ لعل الدین گھوڑا پر ایہاں ہی آ رہیو ہے۔

جمعہ: اُٹھ اتوں نکل چلاں

کالو: نہ رے آرام نال بیس ہم ڈراں کیوں۔ عزت کو خیال اُس نے رکھنو ہے کہ ہم نے۔

جمعہ: بالکل صحیح ہے۔ اگر چوں چاں کی گل سارا گراں ماں کھنڈ جائیگی۔ ہم نا کے ہے۔ لعل الدین گھوڑا پر نزدیک پہنچ جائے تے کوٹھا کے سامنے گھوڑا اتوں لہہ کے اُن دوہاں کے نیڑے چلے۔

کالو: اسلام علیکم۔

لعل الدین: وعلیکم سلام

جمعہ: حضرت یہاں کس طرح؟

لعل الدین: لعل الدین کا تیور بدل جائیں۔ تھارے کول ہی آیو۔

کالو: حکم کرو حضرت تے لعل الدین ان کول پہنچے یہ دوَئے کھل جائیں۔

لعل الدین: تم نے چالاکی دس کے مناں بھی نادان بنایو۔

جمعو: تم کہہ کے رہیا ہیں؟

لعل الدین: لہر ماں ہوں دہی کہہ رہیو ہاں۔ جھڑو تم نے کیو۔

کالو: ہم نے کجھ نہیں کیو۔ جبڑ وا کھیں دیکھیو وہی کہیو۔

لعل الدین: بکواس نہ کروتم نے ناحق مناں سلام الدین کے خلاف بھڑ کا یو۔ میں بھائی
نورا کی گدری نال اُس کا پوت کونا طوبھی طے کرا چھوڑ یو۔

جمعہ: بچوں ہی بول پئے۔ نا طوتم نے اپنی بدنامی نا اںچان واسطے پکو کرالیو ہے۔

لعل الدین: (غصہ نال لال ہوجائے)۔
کمینوتم کیوں اُن شریف لوکاں کی کاہڑ لگ گیا ہیں۔

کالو: اگروے شریف ہیں ہم کمینا کس طرح؟

لعل الدین: اپنا کرتوتاں نال۔

جمعو: کرتوت دے ساراں کا ایک جیسا ہیں۔

کالو: بشیر کا تے تھاری گیری کا تعلقات خراب ہیں۔ تے تم نے بدنامی تیں بچن
واسطے بشیر کو رشتو پکو کر چھُوڑ یو۔

لعل الدین: بکواس نہ کروہوں چلیو تھانے۔

جمعہ: ہم ڈکنا تے نہیں پر جائیو سوچ کے

کالو: گل اگے ٹورتاں پولیس ہم نا پکڑ کے لے جائے گی۔ تے ہم نے صاف
صاف بیان دینو ہے۔ بدنامی ہوئے گی تھاری۔

لعل الدین: تھارا جیسا کمیناں کتے دُنیاماں نہیں ہوسیں بھانڈاماں کھاکے اُسے ماں ناپا کی کریں۔

جمعو: تھاری گدری ہم نے اکھیں۔ بشیر نال دیکھی تے گل تھارے کنیں پہنچائی۔

لعل الدین: (لہر ماں) کمینو بکواس نہ کرو۔

کالو: دور دیکھے کہ پولیس کا کجھ آدمی آرہیا ہیں۔
اورے پولیس آ گئی۔
تریئے اُس طرف دیکھیں۔ واقعی پولیس کا کجھ آدمی گھراں کی طرف آرہیا تھا۔

جمعو: انکے نال کوئی جنو بھی ہے۔

لعل الدین: گھبرا جائے کس پر پے گئی پولیس کا نہہ واسطے آئی۔

کالو: یہ سلامیاں کا کرتوت ہیں۔اس دھیاڑے وہ شہرا سے واسطے گیو تھو۔

لعل الدین: مناں پولیس نال بشیر سہی لگے۔

جمعو: گھبرا جائے وہی ہے۔

کالو: اس گل کو ہم سلامیا تیں ضرور بدلولیاں غا۔

جمعو: ہم اتوں نس چلاں

(لعل الدین انھاں نا پکڑن کی کوشش کرے) تم نسیں گا کیاں۔یاہ مصیبت تم نے آنی ہے

تے تم نے خود ہی بھگتنو بھی ہے۔ساری عمر ہوئی تم نا سمجھا تاں او بھائیو۔

کوئی نیک کم کرو۔بُرائی کو نتیجو یو ہی ہوئے۔

(جمعو تے کالو ذری دور نکل جائیں تے اُتوں آواز دیں)

تم انھاں نا ٹالو ہم خود سلامیا تیں اس کو بدلولیاں گا۔تے دوڑ کے اگے نکل جائیں۔

لعل الدین: تم نسیں گا کیاں ہن ہوں تم نا چھوڑسوں نہیں۔

(پولیس کا آدمی بھی انکی کا ہڈ دوڑیں۔تے آخر پولیس انھاں نا پکڑن ماں کامیاب ہو جائے۔ بشیر پولیس آلاں کے سنگ ہے۔جمعو تے کالو ایک ہی ہتھکڑی ماں بدھیا وا ہیں۔لعل الدین بھی نال نال چل رہیو ہے۔سڑک تک سارا اکٹھا چلیں۔تے سڑک پروں بشیر پولیس آلاں نا بدھیا کر کے لعل الدین نال واپس آ جائے۔

اٹھوؤں سین:

بشیر گراں بچوں ٹُر رہیو ہے۔ایکن پاسے جنگل ہے۔تے دوجی بکھی بگتو نالو۔درمیان ماں راہ ہے۔جیہڑو اس گراں کو واحد رستو ہے۔یا تے نالو ٹپ کے پار جانو پوئے۔یا راہ تے لمو چکر لا

کے سڑک پر جان ہوئے لعل الدین کی زمین بھی اسے سڑک کے نٹیرے ہے۔ وہ اپنی زمین ماں جائے تے اچانک اُس کی نظر بشیر پر پئی۔ تے آواز دے۔ اُو بشیر۔ ذری اک کھل تیرے نال میں گل کرنی تھی۔

بشیر راہ ماں کھل جائے تے لعل الدین تیز تیز قدم چاتاں بشیر کے نٹیرے آجائے۔

(بشیر سلام کرے۔ تے لعل الدین جواب کے نال ہی دعا بھی دے) بشیر تیں یوچ مندو کیو کہ انہاں ناپولیس کے حوالے کیو۔

بشیر: میں مندو نہیں کیو بلکہ ٹھیک کیو۔ ہوں اپنا گراں کی عزت کی نیلامی ان اُگڑی آکھیں دیکھ نہیں سکتو۔ یہ لوک گراں کا دشمن ہیں۔ میری پڑھائی ماں بھی اُن نے روکاوٹ پیدا کی تھی۔ تے باقی لوکاں نا بھی اس تیں ڈکتا رہیا۔ یاہی وجہ ہے کہ اس گراں کو بچو بچوان پڑھ تے جاہل ہے یہ پورا سماج تے قوم کا دشمن ہیں۔

لعل الدین: پولیس نے میرے نال بھی من کڈھیو ہے۔

بشیر: ٹھیک ہے نا۔ تھاناماں جاکے سچ سچ کہیو۔ ان کا کرتوت ایک ایک کرکے گنیو۔

لعل الدین: (اس کا لہجہ ماں نرمی تے التجا ہوئے) بشیر ہوں نہیں چاہتو کہ گراں کی بدنامی ہوئے۔

بشیر: تم کہہ کے رہیا ہیں۔ ان لوکاں نے مہارا گراں کی کٹھری عزت رکھی ہے۔ یہ لوگ گراں کی عزت کو سودو کریں۔ ایک دو جاماں کھول کرا کے اپنو فائدہ دلیں۔ معصوم گدریاں کو سودو کریں۔ کیا تم ان گلاں تیں بے خبر ہیں۔

لعل الدین: ہوں بے خبر تے نہیں پر ہوں تناں صاف صاف کہوں یہ لوک میری عزت کی نیلامی کریں گا۔ انھاں نے میری رضیہ کی تیرے نال بدنامی کی ہے۔ بشیر تناں خدا کو واسطو ہے۔ ان ناچُھڑکا، ورنہ ہوں باہر نکلن جوگو نہیں رہسوں۔ میری رضیہ نال کوئی بیاہ بھی نہیں کرسیں واہ ساری عمر اسے طرح میرا گھر ماں ہی رہے گی۔ بشیر تناں خدا کو واسطو۔

(بشیر کی آواز ماں گرج آجائے تے لعل الدین نال نظر ملاتاں)

بشیر: اس گل کی تم فکر نہ کرو تھاری رضیہ کا وار اماں کوئی ایک لفظ بھی بولیو۔ ہوں۔ اس کی زبان چھک لیونگو۔ رضیہ میری ہے۔ واہ آج تک میرو انتظار کرتی رہی مہارا دل ماں کدے چور نہیں آیو۔ ہم ایک دوجا نال محبت کراں تے چھپ چھپ کے ملتا رہیا۔ ایک دوجا کی عزت تے قدر کراں۔ مناں اس گل کو پورو احساس ہے۔ کہ ہوں ایک غریب باپ کو پوت آں۔ تے تم ہوا بڑا لوک۔ یا ہی گل میں اس دھیاڑے۔ رضیہ نا بھی کہی تھی۔ یاہ صداقت ہے اس ماں ایک ذری بھی کوڑ نہیں۔ میری پڑھائی مکمل ہوگئی تے ہوں واپس گراں آ گیو۔ تم بڑا لوک ہیں۔ تم میرو ساتھ دیو۔ ہوں اس زمین پروں جس پر مین جنم لیو ہے۔ ناپاک لوکاں کو خاتمو کر کے رہوں گو۔ ہوں اس گراں نا خوشحال بناؤنگو۔ تم سارا ہمیشہ تعلیم کی مخالفت کرتا رہیا۔ بلکہ وقت بدل گیو۔ تم بھی بدل جاؤ۔

لعل الدین: (جیہڑو بشیر کے سامنے بے حرکت کُھلو سنن رہیو تھو۔ اس کا منہ پر خوشی کا تاثرات دسن لگیں جس طرح اُس ماں نویں جان آ گئی۔ اُسکو بڈھیمو جوانی ماں تبدیل ہو گیو ہوئے)۔

بشیر ہوں تیرے تال وعدو کروں جو توں کہے گو ہوں وُ ہی کرونگو۔ مگر...... لعل الدین رُک جائے۔

بشیر: مناں پورو پتو ہے کہ تم کہنو کے چاہیں۔ رضیہ میری تھی تے میری ہے۔ اس گل کی تم فکر نہ کرو چلو میرے نال ہوں تھانے چلیو۔ تا کہ ان کمینا نا پوری پوری سزا ملے۔ تے آئیندہ گراں ماں اس طرح کی کائے حرکت نہ ہوئے۔ باقی لوکاں نا اس تیں سبق ملے گو۔ دوئے کٹھا چل پویں۔ تے دُور گراں کی سرحد تیں باہر ہو جائیں۔

☆ منیرؔ حسین چوھدری

☆تعارف: رانا فضل حسین راجوروی

''منیر حسین چودھری میرا سکا بڑا بھائی احمد مصری مرحوم کا فرزند ہیں، میری اکا ہی بیٹی ثریا جبین ہے واہ اسے کے گھر ہے۔ منیر صاحب لاہور یونیورسٹی تیں بی اے، ایل ایل بی ہیں۔ چار پنج سال میر پور مانھ وکالت کی فر پبلک سروس کمیشن کا مقابلہ کا امتحان مانھ کامیاب ہو کے ایس ڈی ایم تعینات ہوا۔ اپنی لیاقت تے دیانت داری کے سبب جلدی ڈپٹی کمشنر ہو گیا۔ اج کل بیہواں گریڈ مانھ کمشنر امور منگلہ ڈیم ہیں۔

گوجری مانھ حمد، نعت، مرثیہ، غزل، نظم تے گیت بہت ہی سوہنی سُتھری کہیں۔ گوجری ڈراموُ لہو کی خوشبوُ وکالت کے سمے لکھیو تھو جہڑو شیرازہ گوجری مانھ شائع ہووَ۔ گیت کہانی تے بچ سار افیچر وی لکھیا جہڑا اتر اڑ کھل ریڈیو تیں اکثر نشر ہوتا رہیں۔ ملازم ہون تیں بعد مصروف ہو گیا تے فر کجھ نہ لکھ سکیا۔ انکی شاعری کو مجموعوُ 'سانجھ' کے نامے طبع ہویو ہے جس ماں میرا بڑا بھائی چودھری امیر حسین شہید کا سپوت تے گوجری شاعر چوہدری شاہ محمد شاہبازؔ ہوراں کی گوجری شاعری وی شامل ہے۔''

(ریڈیائی ڈرامو)

لہو کی باس

منیر حسین چودھری

کردار:

نکا خان: گراں گو کھڑ پیچ۔ دھوکے باز

لحفو: نکا خان کو ایجنٹ

کریم: نوجوان وکیل

رحمت: کریم کی پڑھی لکھی بہن

مولا بخش: فقیر۔ اصل ماں کریم تے رحمت کو باپ

برکت بی: بھلکڑ کا لسری

(فقیر کی آواز ا پکو (EACHO) نال اچی ہوتی جائے)

بخشا: کر بھلا، ہو بھلا، بھلا کو انت بھلو، بھلا کو انت بھلو، اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ، اللہ ھو، اللہ ھو (ایاہ آواز دور ہوتی جائے)

نکا خان: یوہ ملنگ وی، پچھے ہی پے گیو ۔

لھفو: سائیں ہے بنیو دو۔

نکا: اخے یوہ متو مست وار ہے

لھفو: مناں یوہ جاسوس سہی ہوے

نکا: ایویں روٹی اگر اہتو پھرے

لھفو: کدے، کدے منکتو نہیں تکیو۔

نکا: دفعہ ہوگیو ہے پراں۔۔۔۔۔توں گل کر لھفو۔

لھفو: (طنزیہ) کے گل کروں خان......تیں وی........

نکا: میں وی کے؟

لھفو: ہس کے) میرے ہتھوں سارو گراں، چینکلی چاہڑ ھیودو ہے۔

نکا: (تکبری نال ہستاں) جوں میرولا بھ پورو نہیں ہو یو

لھفو: (افسوس کا کہجہ ماں) کد پورو ہوے گو

نکا: وقت آن پر دسوں گو

لھفو: (طنزیہ) ہوں جانوں استاد خان

نکا: کے جانے؟

لھفو: کریم پڑھیو کیوں؟ ناسیں ساہ کیوں لئے۔

نکا: گل سمجھے۔

لھفو: (طنزیہ) کیوں نہ سمجھوں خان توں گُرو، ہوں چیلو۔

نکا: چیلیا، اجوں مچ کجھ کرنو ہے

لھفو: ہوجائے گو گرو جی۔ پرتم (طنزیہ) سب کجھ آپ ڈکاریئں۔

نکا: توں اجوں، سکھاندرو ہے۔ ہوں اژدھا مالی، مالی میروحق ہے۔

لھفو: (ہس کے طنزیہ) گرو چیلو لالچی، کھیڈ یں داوَدا

نکا: (ہس کے) اجوں، دسیا ہے نہیں۔ اجاں تے، بل چھل ہی سکھلایا ہیں

لھفو: چوڑو خان۔ غرض کی گل کرو

نکا: (ہس کے) غرض،آخا،اپنی غرض اپنی

لھفو: تند لہجہ ماں میری وئی

نکا: اچھا لھفو گل سن

لھفو: جی حکم

نکا: یوہ کریم،سخت ضدی ہوتو جا رہیو ہے۔

لھفو: آپے ٹٹ جائے گی

نکا: یوہ داء ماں نہیں آ رہیو۔ باپ تے قتل کا ڈام وچ گڑ ندے سیٹیو تھو پر یوہ کرول ماں نہیں آتو۔

لھفو: پڑھ گیو ہے خان..........تاں

نکا: یوہ تے ہور گرائیاں کا جا تک وی پڑھان پر تلیو وو ہے

لھفو: ہور تے ہور۔رحمتی وی اپنا بھائی کریم تیں بدھ ہے

نکا: لھفو؟

لھفو: جی

نکا: کوئے چھند پھند سوچ

لھفو: تھارا مکر چکر وی،ان دد ہاں پر نہیں چلتا۔

نکا: (افسوس کرتاں) جتن کرتو،تھک چلیو ہاں۔کوئے نہیں چلتو

لھفو: کیوں؟

نکا: نہیں پتو

لھفو: پڑھ گیا ہیں خان،پڑھ گیا۔

نکا: (ڈانواڈول حالت ماں) سارد گراں پڑھ گیو تے فر کے ہوئے گو

لھفو: (طنزیہ) میرو تیرو،مفت میری کو دھندو۔مُک ہی جائے گو!

نکا: لھفو کجھ کر۔

لھفو: کریم تے رحمتی، کوئے مکر چکر نہیں چلن دیتا۔

نکا: گل سن لھفو۔

لھفو: کے گل؟

نکا: اس کالسری ناٹھگیو تھو؟

لھفو: کہڑی کالسری؟

نکا: برکتے!

لھفو: (بیزاری کا انداز ماں) اس ناجو پٹی پڑھاؤں، دوجے دن فرنٹ

نکا: برکت کدے زمین لکھ دیتی۔

لھفو: کنئی اک زمین ہے خان؟

نکا: (زور دیکے) اکھا گراں کی مالک ہے۔ کے سمجھے..........!

لھفو: ٹھگ ٹھور کی ہے۔ مت قابو آجائے۔

نکا: کدے، برکتے کی زمین، ہتھیائی جاسکتی تاں فرسارو گراں، اک دھیاڑے میرو ہوئے گو۔

لھفو: خان، میروناں وی شامل رکھیئے۔

نکا: حصو دیوں گو، نہ گھابر۔

لھفو: (چھیڑتے طنزیہ) خان تم بل او۔ حصو شصو کدد ینو۔ یوہی کھان پین ہے۔

نکا: (ہس کے) لھفیا، پرواہ نہ کر بھلو ہوئے گو!

لھفو: (طنزیہ) تھارے ہتھوں بھلو کس راں ہو سکتے؟

نکا: (سخت لہجو) کیوں؟

لھفو: بھلو بھلاتیں ہوئے، جس پر ہوئے اوہ وی بھلو ہوئے، ہم دوئے بھلائی

تیں مچ دور ہاں۔

نکا: (ہس کے) او میرا چیلا، کس راں کی گل کرے اج؟

لھفو: (افسوس کا انداز ماں) ہم دواں کا، سارا کروت باندے ہیں جان۔

نکا: کیوں بڑکے رے (ہس کے) تیرو چھاند نہیں لبھو۔لے کر دغارج گے کھا۔

لھفو: (ہس کے) ہُن گروہو یونا مہربان آخا..........رتارتا نوٹ غریباں کا لہو ہاروں لال سرخ!۔

نکا: لنج آلو کڈھ چھوڑنو تھو۔

لھفو: سارو ہی لنج ہے۔سیل، برکتے (آہستہ) مرآدے، بڑی عمر ہے۔اشارو کرتاں......واہ آئے کرے واہ!

نکا: (سوالیہ) آئے کرے؟

لھفو: (رازداری کا لہجہ ماں) واہ تک خان، اج یاہ خالی نہیں ہوسیں میرو حصو نہ ماریئے۔

نکا: نہیں مارسوں لھفیا۔

لھفو: زیوراج لے آتی ہوے گی۔

نکا: (رازدارانہ لہجہ) توں لک جا۔ہوں آپے بڑوں گو

لھفو: (آہستہ) میرے بارے نہ دسیو خان

نکا: اچی آواز ماں۔واہ رے، اج کدے، رب کولوں کجھ ہور منگتو!

برکت بی: (ذری دوروں ہی) کوئی ہے جی؟

نکا: اُچی آواز ماں، آجا برکتے، اج برکت سنے آیئے۔

برکت بی: کے برکت ہیں نکا خان۔

نکا: بیں چوکی پر۔

برکت بی: کے بیسوں، کوئے وی میر ودھیان نہیں کرتو۔

نکا: خصم کی کھٹی ہٹی تیں کت چھوڑی ہے

برکت بی: نکاں جا نکاں کا حصہ کی رقم بنک ماں ہے۔ میرا حصہ کی لھفو بے اایمان کھا گیو۔ اسے زمین دواؤں گو۔

نکا: (تجاہل عارفانہ) یوہ لھفو کون ہے؟

برکت بی: تم نہیں جانتا؟

نکا: خبرے کہڑو ہے

برکت بی: وہ جلمی، اسے گراں کو ہے نا۔

نکا: خبرے کون ہے۔ ہوں کد جاتوں؟

برکت بی: وہ تھاری بڑی تعریف کرے تھو۔ کہے تھو، سارا گراں ماں، انصافی جنو صرف نکو خان ہے

نکا: کوئے ہوئے گو

برکت بی: میرا پنج ہزار روپیہ کھا گیو بدبخت۔

نکا: توں کیوں آئی ہے؟

برکت بی: فریاد آئی ہاں۔ تم میری زمین مناں دواؤ

نکا: تیرے کولے زمین نہیں؟

برکت بی: ہے زمین۔ سنیو ہے جے پوری نہیں۔

نکا: ہور کسے لے، تناں زمین نہیں دوائی؟

برکت بی: کریم بابو ہے نا، اس تے پٹواری آینو۔ زمین پچھی۔ کہن لگو، ساراں کول، بروبر بروبر ہے

نکا: بروبر ہے، تے فر کے جھگڑو ہے۔

برکت بی: مناں لھفو کہہ تھو، تیرے نال، سارا چھل کر گیا۔ تناں زمین دوانی ہے۔ نکا خان نے۔ تاں ہوں آئی۔

نکا: پنج ہجار، روپیا لھفیا نے کھادا۔ کجھ پٹواری نے، کجھ کریم نے۔

برکت بی: کریم کو خدا سنیں۔ وہ ایسا نہیں۔ وہ کولوں مدد کر تو رہ، پٹواری کریم کو دوست ہے، اس نے وی کجھ نہیں لیو۔

نکا: ہوں، تیری کوئے مدد نہیں کر سکتو؟

برکت بی: ہیں جی، رب ہوتا کی، ضرور مدد کرو۔

نکا: خرچا پرچا بغیراں بھلا نری مری، رب ہوتا کی مدد، کس راں ہو سکتے؟

برکت بی: لھفیا کا کہنا پر ہوں اپنا یہ گہنا بندھا لیائی ہاں (معمولی گہنا گو چھنکار)....

نکا: بے غرضی کا لہجہ ماں، انھاں نا ہوں کے کروں؟

برکت بی: گروی رکھو۔ یتیماں نکاں کا حصا کی رقم، بنک دچوں کڈھا کے تھاروخرچو پر چومکا چھوڑوں گی۔ (چھنکار) یہ اپنا داج کا گہنا بندھا لے آئی ہاں؟

نکا: بنک وچوں، رقم کڈھان ماں کے رپھڑ ہے؟

برکت بی: بنک افسر کریم کو دوست ہے۔ وہ کہہ کے کریم کہہ تاں........

نکا: کریم نا پتو ہے توں ات آئی

برکت بی: نہیں۔

نکا: اُس نا، سروں نہ دسیئے۔ یہ بگڑیا دالوک ہیں۔ پڑھ پڑھ کے بے مذہب جیا ہو گیا۔

برکت بی: کریم بگڑیو دو نہیں۔ پچ دین دار ہے۔ میرو بڑو ہی ہمدرد ہے وہ......

نکا: ہمدردی۔ ایلانی ہے برکت بی۔

برکت بی: نہ، نہ، نہ خان، نہ اُوتے، اُچو، بچو، تے پُختو انسان ہے

نکا؛ کریم تے رحمتی نا ات آن کے بارے نہ دسیئے۔

برکت بی: نہیں دسسوں جی۔

نکا: اراں کر گہنا، بندھا۔

برکت بی: (چھنکار) یہ گہنا بندھا (اُداس لہجہ ماں) میرا بیاہ کے زمانے، دساں ہجاراں کا میرا ابا بل نے خرید یا تھا۔

نکا: تیری امانت ہے برکت بی۔ جو کجھ خرچو پر چو ہوے گودے کے لے جائیے۔

برکت بی: تم کس طرحاں زمین دواؤ گا؟

نکا: عدالت ماں دعوو کرنو ہے۔

برکت بی: دعوو (گھبرا کے، نہ، نہ، نہ خان نہ، برادری نہیں منسے، نالے کریم کد منے گو،

نکا: کجھ کروں گو، توں، کسے نا سروں نہ دسیئے۔ نہیں تے جا۔ انھاں کو توں ہی لے۔

برکت بی: نہیں دسن لگی۔ بھلو کریو میرو

نکا: (ہس کے) بھلو ہوے گو۔ جاہ تے سہی

برکت بی: (ذری فاصلہ پروں جاتاں) خان جی اپنا بال۔ بچاں کو سر صدقو میری مدد کریو، بھلو ہوے گو۔

نکا: (فاصلہ پروں اچی آواز ماں) ہو جائے گو بھلو بے فکری جاہ........(بناوٹی کھنگ) اوئے اراں باندے نہ آئیے۔

لھفو: آہستہ ذری فاصلہ پروں، اُوئے خان تکیو؟

نکا: (ہسے) چھچھڑ پاڑ لبھیا (جھنکار) یہ زیور، آخا!

لھفو: او خان تک میر وکل کو بیجیو و فصل، اج ہی تناں پھل دے گیو

نکا: (ہسے) بڑو منھو پھل، پنجاہ ہجار کا زیور چھنکار

لھفو: پنجاہ ہجار ہ، ہم چوراں کے بھاء.............دو لکھ کی گل کر

نکا: اوئے لھفو۔ ایڈی ہیرا پھیری۔ گُرو نال وی چھنت پرنت۔

لھفو: خان صاحب، کے چھنت پرنت؟

نکا: کڈھ برکت بی آلا، پنج ہجار روپیا نقد۔

لھفو: زیور بچوں حصود ین بجائے۔ہور نقد منگ رہیا او۔

نکا: لیا رقم

لھفو: کت ہے۔رقم خان جی؟

نکا؛ سخت لہجو، ررقم دینی پوئے گی۔پنج ہجار، پوری کی پوری

لھفو: (کھسیا کے) کھاپی چھوڑی خان۔جس طرحاں، مناں ادھار دتی وی تھی۔

نکا: چپ اوئے

بخشا: ذری فاصلہ پروں، کر بھلا، ہو بھلا، بھلا کو انت بھلو، اللہ ہی اللہ اللہ ہی اللہ۔
اللہ ھو، ھو، ھو

لھفو: رازدارانہ، اس ملنگ کے نال وردی آلو وی ہے خان۔(طنز) پنج ہجار نقد
دیوں فر۔

نکا: (آہستہ سمجھا تا واں) چپ کر مریا، پلس کو سپاہی اینگا ہی نہ آجائے........

لھفو: پنج ہجار نقد دواوے گونا

نکا: چپ ہو جا۔چل کھسک۔

۲

بخشا: کر بھلا، ہو بھلا۔بھلا کو انت بھلو۔انت بھلو۔اللہ ہی اللہ۔اللہ ہو، ہو، ہو

کریم: باباجی۔۔۔۔۔۔۔۔آ گیا۔

رحمت: بابا ہور خبرے

کریم: اج روٹھا وا ہیں

رحمت: بھلیائی تے چنگیت کا ہوکا دیتا آنویں ہمیش۔

کریم: تک رحمت، اج بول ہی نہیں رہیا۔

رحمت: بچیں ہی۔نھے سہی لگے۔بلاتاں واں۔

بخشا: جی جی۔۔۔۔۔۔۔۔میری دھی۔راینئے۔گجرائیے۔

رحمت: تم خفا او؟

بخشا: تیرے نالوں نہیں۔کریم نالوں رٹھوووہاں۔

کریم: رسیاوا کیوں ہیں؟

رحمت: کیوں ستایئس بابا؟

کریم: قصور دسونا؟

بخشا: برکت بی ہجار پتی، لٹے گئی تھارے کولے۔

رحمت: اوئے ربا۔

کریم: کے ہویو بابا؟

بخشا: نکا خان، تے لھفو نے لٹ لی

کریم: اج ہی۔ہن، پہلاں مناں ملی ہے۔اس نے کجھ نہیں دسیو۔

بخشا: واہ آپے ہی جاکے لٹن ہوئی ہے

کریم: باباجی؟ کس طرح!

بخشا: (رازداری نال) کسے ناپتو نہ لگے

رحمت: باباجی کے ہویو؟

کریم: کے گل ہے؟ تم دستو تے سہی

بخشا: واہ پگلی ہے۔ان کا چکر ماں آ گئی۔

کریم: باباجی، تم کدے کدے جھلا بن جائیں، کدے، نوں سہی لگیں!

تم انت ہی سیانا، بیانا۔او

بخشا: ایاناں سیاناں کی گل۔آپے پکھڑ نبڑ جائے گی۔تم برکت بی کو کجھ کرو۔

رحمت: کے کراں باباجی۔

کریم: کجھ دسو تے سہی۔

بخشا: اس کولوں لھفو تے، پنج ہجار نقد روپیا ہتھیا لیا۔

رحمت: پنج ہجار۔اف اوئے مرئیے۔

کریم: کے کہہ رہیا او؟

بخشا: سچ کہہ رہیو ہاں۔واہ، واہ جھلی، اپنا گہناں بندھاوی ہتھیں دے آئی ہے۔

کریم: تمناں کس نے دسیو۔

رحمت: ہائے موئیے؟

بخشا: ساریں گل..........آپے وقت آن پر، با بندے کروں گو

کریم: کدے کدے، ہوں سوچوں، سائیں بابا ہور جاسوس ہیں۔

رحمت: مناں، سچ ہی پیارا لگیں۔

کریم: نیک بخت ہیں۔رب سنگی۔

رحمت: ہوں تے بابل ہی سہی کروں۔نہ لبھیں، تے تڑف جاؤں۔

بخشا: (بھاری آواز ماں) رحمت جان، بابل فر کہو، بابل سنبھل جائے تیرو بابل کت ہے۔

کریم: سائیں بابا، مھاری سرت سمھالن تیں پہلاں ہی مھارو باپ آلوپ ہو گیو تھو۔نکا خان کی ٹل نال دشمنی تھی۔خبرے کدے اتھاں نے مار چھوڑیا۔

رحمت: زندو ہوے گو میرو بابل

بخشا: (گل بدلتاں) برکت بی بارے۔کجھ سوچیئے کریم

کریم: اچھا

رحمت: کے سوچنو سائیں بابا۔

بخشا: (جوش ماں) جلم چڑک ہاروں پوئے گو۔قہر کی بج (آواز دور ہوتی جائے)
کر بھلا ہو بھلا، بھلا کو انت بھلو، اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ۔ اللہ ہو۔

کریم: آپ مہاریں۔ بابا درویش نے، برکت بی بارے کتوں سنیو؟

رحمت: نو اشیں آنویں گا تے پچھوں گی۔

کریم: (سنجیدگی نال) نہ رحمت، سائیں بابا ہور کسے گمبیر سوچ تھلے دبیا وا ہیں...

رحمت: کے گمبیر تا ہے۔ کے اوچر ہے خبرے

کریم: کجھ ہے۔ (اعتماد نال ہو کے پہلی باری، ان کی زبان پر آیو ہے (اٹکا)
ساریں گل وقت آن پر، باندے کروں گو

رحمت: بھائی جان، یہ کجھ اک عرصو غائب ہو جائیں۔ فر مڑ آنویں مھارے ہی اس
بہڑے۔ آ کے پھر

کریم: مھارے پر بچ احسان ہیں اس بابا کا۔ یوہ، ہوتو، ہم پڑھ نہ سکتا،

رحمت: بھائی جان، ہم نکا بے سہارا۔ خرچ تیں نہیں تھڑن دتا۔ کدے جا کے،
واردات کر کے، روپیا تے نہیں لے آتا۔ مھارے نال ہمدردی کیوں ہے؟

کریم: تلخ لہجو، رحمتی احسان کو بدلو، یوہ دین لگی، ہر اوکھت ماں کاری آ تا رہیا

رحمت: پُر اسرار لگیں۔ ہیں تے بچ ہی نیک۔

کریم: واہ، مائی برکت بی آ رہی ہے۔

رحمت: اس نا پچھوں گی۔

کریم: مت کجھ کہتی ہوے۔ بابا نے سختی نال منع کیو ہے کوئے راز ہے۔

رحمت: روپیا تے زیور کی گل نہ پچھوں؟

کریم: نہ، نہ کجھ سمجھے کر

رحمت: سمجھ گئی

کریم: چپ سپ رہو۔

برکت بی: (فاصلہ پروں) رحمتی۔ کریم۔

کریم: (ذرا چیریں) آؤ مائی برکت.........تم بل اونا

برکت بی: بل بردم ہاں کریم۔ (تعجب) یاہ رحمتی کیوں، مسں مسہڑی ہوئی وی تکے

کریم: کے پتو۔ خیر نال اوتم۔

برکت بی: خیر ہی خیر ہیں۔ پر تم مڑ مڑ کیوں پچھیں

کریم: توں ہی

رحمت: تم حیران کیوں ہیں مائی برکتی؟

برکت بی: (ہس کے) حیران کت ہاں؟ تناں کے ہو یو رحمتی بر بر میرو منہ کیوں تکے؟

کریم: نوں ہی تکے

رحمت: اکھ تکن جو گیں دتیں ہیں رب نے

برکت بی: سوہنی اکھ ہیں تیریں..........

کریم: مائی برکتی۔ کائے نویں گل؟

برکت بی: کائے گل نہیں۔ پر تم دوئے اوپری اوپری نظراں نال، آج کیوں تکیں؟

کریم: میں سینو، تھارا پنج ہزار روپیا تے گہنا بندھا کھڑائے گیا۔

برکت بی: (پریشان ہو کے) نہیں نہیں۔ روپیا گہنا، تم نا کس نے دسیو۔

کریم: تھارو چہرو دس رہیو ہے۔

برکت بی: (جھنجلا کے) تم نے کہڑی میری زمین چھڑائی۔

کریم: کوڑ کے پیر ہوتا سمجھی۔

رحمت؛ ہم ناویہ دس گیا۔جھڑانا سب کجھ دے آئی توں

برکت بی: وِیہ تے مِنا ٹھاکیں تھا۔

کریم: پُچھ لیتی کدے۔

برکت بی: (روتاں واں) ہائے ہوں مرگئی۔میرو سب کُجھ لٹ لیو۔

کریم: تیں آپے جاکے دِتو

برکت بی: واہ ٹھیک ہے(رونی آواز کرتاں۔۔۔۔۔۔۔۔بنک وچوں روپیا کڈھان کودی کہہ رہیا تھا۔

رحمت: کڈھادے رقم بھولیئے۔کُھری پچھے مت۔ایویں تے نہیں کہتا۔

برکت بی: (رون کا تاثُر ماں) ہائے غرق پے گئی۔

کریم: صبر کر مائی برکتی۔آپ راجی نہیں، ہوں وکیل ہاں ج آپے مقدمولڑوں گو

برکت: کریم بچا، کُجھ کر، تیرو باپ، مولابخش دی(بیکساں) غریباں یتیماں، تے بیواں کی مدد کرے ہوے۔

رحمت: حوصلہ نال رہو۔جو ربّ کرے۔

کریم: ربّ کے سُپردکرومائیے۔اخاں، یاہ گل اجوں کسے نانہیں دسنی

برکت بی: نہیں دسن لگی ہائے میں ہتھیں گور کُھٹن چھوڑی۔

کریم: رحمت ہوں کوئے چارو کروں گو

رحمت: ربّ راکھو۔۔۔۔۔۔

۳

رحمت: بھائی جان، تم کِسے ڈُنگی سوچ ماں، کُجھ پریشان ہیں۔

کریم: اخاں رحمت۔

رحمت: کے ہو یو موسی برکت بی کو؟

کریم: چھاپو،لگ چکو ہے۔زیور برآمد، چوری ڈاکا سمگلنگ کو بڑو مال پکڑن ہویو ہے۔

رحمت: بڑا بدمعاش تھا۔

کریم: لھفو تے ،نکو خان گرفتار ہو گیا۔اک گل سمجھ ماں نہیں آئی

رحمت: کہڑی

کریم: یوہ چھاپو۔لگوایو کس نے؟ کوئے پکو جاسوس تھو؟

رحمت: وہ کس کولہو؟

کریم: پلس کا خیال ماں کوئی آدمی اج ہی قتل کیوں ہے۔

رحمت: ہائے ربّا۔لاش

کریم: لاش نہیں لبھی ۔خدا خیر کرے،اُت،اُت۔

رحمت: بھائی جان،تم پریشان۔۔۔۔۔۔۔۔

کریم: اُت لہو ماں،لفوتھن ہوئی وی ٹوپی ،بابا بخشا کی تھی

رحمت: ہائے ہوں مرگئی۔میریا نصیبا۔وِیہ سائیں لوک مار چھوڑیا۔

کریم: ایویں شک ہے۔خبرے کسے ہور کی ہوئے گی؟

رحمت: ٹوپی لے آ تا۔

کریم: پلس نے سب کچھ اپنے قبضے کر لیّو ،لنج ہے نا......دروازہ پر ڈ پھ ہوئے۔رحمت تے کریم دوڑ کے جائیں؟

رحمت: (گبھرہٹ) میریا ربّا لہو بھوڑ۔

کریم: بابا جی۔تم ،تم کس نے زخمی کیا؟

بخشا: اللہ ہی اللہ۔(کراہتاں ماں) اللہ ہی اللہ

رحمت: بابا جی

کریم: یوہ کے ہو یو بابا؟

بخشا: نہ فکر کر(کہتاں واں) میری اکھاں کی لو۔اَخ تم دو۔

رحمت: بابا جی۔

کریم: تھاری(آپ مھاریں گل)واہ ٹوپی تھاری ہی تھی، سمجھ آئی۔

رحمت: اُن ظالماں نے ماریا او

کریم: ہوں بدلو کروں گو۔

بخشا: (ہس کے اعتماد نال) بدلو، بدلو مولا بخش نے لے لیو۔

کریم: کون مولا بخش؟

رحمت: بھائی جان دوڑ وڈاکٹر لیاؤ۔

بخشا: نہیں۔کریم۔رحمت۔(تھوڑ وتھوڑ ورد کرتے چھڑ کنی)

رحمت: جی جی بابا۔

بخشا: ہوں،،، بل ہاں،نویں فکر نہ کرو۔ڈاکٹر کی کوئے لوڑ نہیں۔

کریم: تم نا ہسپتال لے چلوں

بخشا: نہیں ہنّ۔ساہ پورا ہیں۔ہوں، ہوں اج، بہت خوش ہاں بہت خوش۔جُلم اَج ہار گیو۔

رحمت: بابا جی۔علاج

کریم: آخو،ڈاکٹر لیاؤں

بخشا: وقت کم ہے کریم۔رحمت، اِت اُراں ہوئے۔تھارو باپ کت ہے؟

کریم: سُنیو تھو۔قتل کو کیس بن گیو تھو۔نس گیا۔کدے جا کے خود کشی کر لی۔

بخشا: ڈام تھو کریم۔(کراہتا واں) نکا خان نے،آپ قتل کر کے ڈام لایا

رحمت: ڈام

کریم: فِر نِسیا کیوں۔(گُرتو رہ)

بخشا: گُرتو رہ، حالات ہی ایسا تھا۔

رحمت: میرو بابل، نسیو کیوں ہم نا چھوڑ کے

کریم: تم نا کس راں پتو ہے؟

بخشا: دسوّ ہاں، ہائے خائے۔ وہ نسیوٗ نہیں رحمت، بھیس بدل کے، فقیر بن کے،
تھارے نال نال رہیو سایا یار۔ نال نال۔

کریم: بابا جی، کے راز ہے؟

رحمت: فِرکت گیو؟ میرو بابل

بخشا: (گُرتاں واں) یوہ میرو خون ہے نالال لال

رحمت: آخر بابا۔۔

بخشا: تم دوئے، سونگھو، اِس، اِس لہو کی باس، ہوں، ہوں ہی مولا بخش تھارو باپ
(کریم ہور رحمت بابا۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔ کہتاں) بابا جی، بابل جی!

رانا غلام سرور صحرائی

پیدائش:3 فروری 1956ء پروڑی گُجراں راجوری

سروؔر صحرائی نا پردیس کو احساس، پیر پنجال کی ہُڈک تے شاعری وراثت مانھ لبھی ہے۔ وہ یہ گوجری ادب کا پیر پنجال رانا فضل حسین راجوروی کا سپُوت ہیں۔ جھاں نے مُلکی تقسیم کے دوران، ہجر کا درداں کی پنڈ وکلی قدروں باہری بنھ لئی تھی تے وہ یہ سنگیاں ساتھیاں تے وطنیاں کو حِصو اج توڑی شاعری کی زبان مانھ چُکا ویں لگاوا۔ سرور صحرائی نے وی اس بجوں اپنا حِصہ کی بنڈ چُن کے لئی ہے۔ وہ یہ ۱۹۶۵ء مانھ راجوری تیں ہجرت کر کے میرپُور جا بسیا تھا تے تعلیم مکمل کر کے اجکل ادب کے نال نال تدریس کو فرض وی نبھاویں لگاوا۔

گوجری ادب مانھ غلام سرور صحرائی کی طبیعت شاعری آلے پاسے چلی تے تے رانا فضل ہوراں کی رہنمائی نال اس مانھ ایسو نکھار آتو گیو جے اج گوجری ادب مانھ سرور صحرائی کو اک اپنو اسلوب، مقام تے پچھان ہے۔ اُنھاں نے ہر صِنف مانھ شاعری کرن کی کوشش کی ہے پر انھاں نے روائتی شاعری کا بنیا بنایا اصولاں تیں ہٹ کے گوجری مانھ نواں تجرباوی کیا ہیں۔ جھڑی گوجری لکھاڑیاں تے پارکھاں نے مُچ پسند کیا ہیں۔ ان کو گوجری کلام ریاستی کلچرل اکیڈمی نے پہلاں ''سجری سویل'' تے فِر ''رُت نروئی'' کی صورت مانھ شائع کیو ہے جس نال انھاں نا پڑھن تے سمجھن آلاں کی تعدا مانھ مُچ اضافو ہوئے گو۔ چھوٹی بحر مانھ باراں مانہ لِکھ کے انھاں نے مولانا افضلؔ پانی پتی کی یاد تازہ کر چھوڑی ہے۔

صحرائی بنیادی طور نظم کا شاعر سئی لگیں تے یوں انھاں کی تخلیق کُجھ خوب صورت نظماں تے ماہیا کی طرز پر لِکھیا واباراں مانہ تے گیتاں کے نال نال غزل مانھ وی نظم آلو رنگ یوں ڈُل آیو ہے جے ان کی اکثر غزل مسلسل غزل کہی جاسکیں۔شاعری مانھ چن، وطن تے عید جئی اصطلاح رانا فضل توں مستعار محسوس و ہیں۔شاید اس گلوں وی جے پڑھن سُنن آلاں نا یہ لفظ رانا فضل ہوراں کی زبانی سُنن کی عادت جئی ہوگئی وی ہے۔بہر حال سرور صحرائی کا کُجھ نواں تجربا دِل ناچُج چُج پر چاویں تے امید ہے جے نواں لکھن آلا انھاں تیں ضرور رہنمائی حاصل کریں گا۔

اپنا شعری سفر کے نال نال رانا سرور ہوراں نے بے شمار ریڈیائی ڈرامہ وی لِکھیا تے نشر کروایا ہیں۔ تے تحقیق کے مطابق و یہہ اے کے سہراب تیں بعد دوجا گوجری لکھاڑی ہیں جنھاں نے اپنا ڈراما کتابی شکل ماں شائع کیا ہیں۔حالانکہ یہ کتاب اجھاں دستیاب نہیں ہوسکی پر انھاں کا نظراں تیں گزرن آلا اک دو ڈراماں تیں یقین آوے جے انھاں نے شاعری ہاروں ڈراماں ماں وی اپنو نمیکلو رنگ تے فنی پکیئیت قائم رکھیو ہے۔

اِن سب تخلیقی کوششاں تیں علاوہ رانا غلام سرورؔ ہوراں نے حاجی رانا فضل حسین ہوراں کی سربراہی ماں ’گوجری ادبی سنگت‘ میرپُور قائم کرکے اس کے تحت تحقیقی تے اشاعتی سلسلو شروع کیو وو ہے تے ہُن تک کئی کتاب چھاپے چاڑھی ہیں۔اللہ پاک انھاں کا جوش جذبہ نا قائم رکھے تے اپنی ماں بولی کی مزید خدمت کرن کی توفیق دئے! (امین)

ڈرامو:

لاج

غلام سرور صحرآئی

(بانسری پر مدھم لے ماں پہاڑی دھن جاری ہے)

سلیمہ: رے میر یئے سونیئے پیار یئے موسئے، اج خورے حیران کیوں ہے؟ کے ڈنگی سوچ ہے موسی؟

جیونی: (رک کے) ہیں رے ماں کجھ کہے تھی سلیمہ؟

سلیمہ: تھارے ہی نال گلی کتھی کروں تھی مگر.............

جیونی: چپ کیوں ہوگئی؟

سلیمہ: رے ونجلی کی آواز ماں ڈب کے، کد بھلا کسے کی گلاں ور دھیان ویں۔

جیونی: دیکھ سلیمہ اج میرو لال رس دور، ڈنی پر جا بیٹھو ہے۔ کیڈ ہو گیو۔ اِنگا نہیں آتو۔

سلیمہ: کیوں رے موسی۔ اج اشرف، پڑھن واسطے نہیں گیو۔

جیونی: کے دسوں نکئے۔ اشرف نا، باپ نے شہر جان تیں ٹھاک چھوڑیو ہے۔ ہن پڑھائی کی بس۔

سلیمہ: (حیران ہو گے) کیوں رہی موسی؟

جیونی: او دھیئے اِک مائی بچڑ د ہے۔ باپ کو دل ہے۔ نہیں جان دیتو۔

سلیمہ: (افسوس کرتاں) رے موسی، اشرف تے کہتو رہے تھو۔ ہوں اعلیٰ تعلیم پڑھوں گو۔

جیونی: (گلے مندی) اشرف تے چاہوے، مگر اس کا بابا نا کون سمجھا دے۔

سلیمہ: تم سمجھاؤنا رے موسی۔

جیونی: ہوں تے کہہ رہی ہاں۔ پر میری کون سنے؟

سلیمہ: (اپنا آپ نال) اوخود نجتا، رے اشرف کا دل ماں وی کتنا ارمان تھا پڑھن کا۔ کہے تھو، مُج پڑھ کے، قوم کی خدمت کروں گو۔

جیونی: نکئیے پڑھ لکھ کے ہی چنگی عزت بنے نا۔

سلیمہ: بابا جی ہور اشرف نا اپنی مرضی نال کیوں نہیں پڑھن دیتا رے؟

جیونی: ہوں کے دس سکوں سلیمہ، ہوں کہوں اشرف پڑھے، اس کا باپ نے بس انکار بنھ لی ہے۔

سلیمہ: موسی! اشرف نے اج نہاری وی نہیں کھادی رے۔

جیونی: (اُداس لہجہ ماں) میرو لال بھکھو بھالو ہے۔ ہوں مرگئی رہا۔

سلیمہ: موسی! تم آپے ٹھگ ٹھور کے آنو نا رے۔

جیونی: ہائے رے ہوں کس طرح بچوں، ماندی جان ہے، آپے باپ لیاوے گو،

سلیمہ: رے خبر ے بابا جی ہور کد ہی مڑیں گا؟

جیونی: ہُن آنویں دھئے۔ واں مُناں پالی دے بچی۔

سلیمہ: موسی رے، ہوں سجرو پانی نہ لے آؤں؟

جیونی: بہلی آیئے، کھان پکان وی کجھ کرے گی نا،

سلیمہ: ہلا رے ہلا، ہوں اے آئی۔

(جا تاں پیراں کی کیڑ)

(وقفو)

اشرف: سلیمہ توں ات؟

سلیمہ: (طنزیہ لہجو) اخاں رے ہوں، شکر ہے پچھان لی رے۔

اشرف: پچھان لی کے مطبل؟

سلیمہ: (لہر ماں) مطبل صاف سدھو ہے رے، پچھن کی لوڑ نہیں۔

اشرف: رے پچھن کی اجازت نہیں؟

سلیمہ: رے سروں نہیں۔

اشرف: (غصہ نال) توں ات آئی کانہناں؟

سلیمہ: (گلے مندی نال) رے ہوں اِت آئی کانہناں؟ میرو اِت ہے ہی کے اشرف؟

اشرف: تیرو سب کجھ ہے سلیمہ، سب کجھ ....

سلیمہ: رہن دے رے گلاں نا، کوئے کسے کو نہیں ہوتو، تناں اتنو خیال وی نہ آیو، جے ماں کا دل پر کے گذرتی ہوئے گی رے۔ کدے پڑھیا لکھیا لوک وی ان پڑھاں ہاروں ضدی تے بے مروتا ہوگیا۔ تے فر علم کی قدر ہی کے رہنی ہے؟

اشرف: میں کے ضد کی ہے سلیمہ؟

سلیمہ: (سختی نال) رے فر گھر کیوں نہ آیو؟

اشرف: (مٹھی جئی جھڑک) میری اپنی مرضی، توں کون ہودے۔

سلیمہ: (روتاں) رے ہوں کون (ہڈ کتاں) اشرف! ہوں کائے وی نہیں (ہڈ کتاں) کائے دی نہیں!

اشرف: (دلاسو دتیاں) سلیمہ سچیں ہی توں رو رہی ہے؟

سلیمہ: (روتاں) رے ہوں کون ہوتی رون آی۔ آخو نا!

اشرف: تناں کے ہو یو سلیمہ! میں تناں کجھ نہیں کہیو،

سلیمہ: رے بابو، تیں کجھ نہیں کہیو، میرا نصیبا آپے ہی ماڑا ہیں۔

اشرف: (نرم لہجہ ماں) چپ کر، ایویں ہی، تم کڑیاں کی عادت ہے۔ رسی کو سپ بنا چھوڑیں۔

سلیمہ: (دُکھ نال) اشرف! خبرے ہوں تناں سپ کیوں لگن لگ پئی رے؟

اشرف: سلیمہ! میں تناں تے چپ نہیں کہیو۔

سلیمہ: (ہڈکتاں) میری عادت جے تناں مندی لگے رے، تے ہوں چلی۔

اشرف: ٹھُرجا سلیمہ! کِت چلی

سلیمہ: (اُداس ہوکے) ڈنگی قبر ماں چلی، تناں ہن نہ لبھ سکوں رے اشرف، یوہ بوجھ وی ہن ہولو سمجھ رے۔

اشرف: اوں خوں، ایڈ غصے، ہلافر صلاح ہوگئی۔

سلیمہ: رے ہُن کے غصو، روجی باری نہ میں ہونو، تے، نہ تم نے کجھ کہنو۔ بس............

اشرف: (دِلاسو دتیاں) نہ بدشگنی آلا بول مونہوں کڈھ، ہن صلاح ہوگئی نا؟ ہوں ہاسی کروں تھو تے............

سلیمہ: بابو رے یاہ صلاح ہن میری قبر ماں ہونی ہے۔

اشرف: توبہ، توبہ، توں ایڈ ٹھے، اڑی، ہن چھوڑ پراں غصو تھک۔

سلیمہ: رے بابو، میرو تے تیرو کے ناطو ہے۔ ہوں اک یتیم گدری، توں پنڈ کا بڈیرا چودھری کو پوت۔

اشرف: سلیمہ! توں جو کہنے گی منوں گو، پر یوہ روسو چھوڑ..........

سلیمہ: روسو تاں چھوڑوں گی۔ جے، تم گھر چلو، نہیں تے ڈب مروں گی رے۔

اشرف: توں کیوں ڈبے، تناں رب جیتاں رکھے۔ توں حدو خوش رہے۔

سلیمہ: رے میری خوشی یا ہی ہے۔ جے توں گھر چل، موسی بیمار ہے نا۔ تاں توں چل، موسی ہوراں نا دل کو دورو دِپے لگو وَو۔

اشرف: (حیران ہوکے) دل کو دورو؟ میری ماں، ماں۔

سلیمہ: رے اشرف، تیرا رسن نے، موسی، کو دل دکھایو ہے۔

اشرف: (دُکھی ہوکے) سلیمہ! میری غلطی نہیں، توں ہی سوچ، ابا جی نے پڑھن تے ڈک لیو ہے مناں، ہوں، کیڈا اں صدماں کو شکار ہاں..........

سلیمہ: سب بھلیں ہویں گیں، گھر چل رے بابو۔

(وقفو)

جیونی: شکر ہے توں آ گیو بچیا، میرا لال، رس گیو تھو۔

اشرف: نہیں اماں ایویں ہی...........

جیونی: ایویں ہی نہیں پوت، ہوں جانوں آں، تناں پڑھن تیں ٹھاک کے تیرا ابا بل نے چنگو نہیں کیو ور، باپ اگے اُچو ساہ نہیں لینو۔

اشرف: (رونہا کی آواز) ہوں جانوں امی، ور میری۔

جیونی: توں روئے اشرف، تیرا باپ نا سمجھاؤں گی، اشرف!

اشرف: میری ساری محنت ضائع ہوگئی مائے، میں تے تعلیم مکمل کرنی تھی۔

جیونی: بچیا، توں ٹھیک ہی کہے، خورے تیرو باپ کیوں اڑک گیو۔

اشرف: کدے مناں پڑھن نہ دتو۔ تے ہوں ات نہیں رہن لگو۔

جیونی: (کمتی آواز ماں) اشرف، (ہڑکی) پانی..... پانی.......(ہڑکی)

اشرف: (لاعذر وہوکے) اماں، اماں، ہلے سلیمہ پانی لیا۔

سلیمہ: (چیخ) موسی رے (ہدکتاں) میری موسی، ہوں کت جاؤں گی۔

اشرف: (بین) اماں، مناں ایکو چھوڑ کے ٹرگئی مائے.......

سلیمہ: (بین) رے ماں بن کے پالاں کرن آ ی ماسی (بدکتاں) مناں کس کے حوالے کر چلی، تیرے بن، میرو کون ہے رے موسی۔

زیناں: (باہروں آتاں) کے ہوگیو سلیمہ، ہائے اللہ، موسی، موسی، ہمناں چھوڑ گئی۔

اشرف: (بین) میریئے مائے......

سلیمہ: (بین) زیناں، ہم لٹ گیا، برباد ہو گیا زیناں برباد.....

اشرف: مناں چھوڑ گئی مائے......

زیناں: (حوصلو دیتاں) ہمت تے صبر کر سلیمہ، دلیری رکھو اشرف!

سلیمہ: (بین) رے، اندھیر پے گیو۔ اللہ رے۔

زیناں: صبر کر سلیمہ، تقدیر کو لکھیو کون موڑے۔

سلیمہ: رے کسراں صبر کراں۔ ہائے رے ماسی، کت جاؤں ہن۔

زیناں: سرت کر سلیمہ!

(وقفو)

نورولی: شمس اوئے شمس!

شمس: (حیران ہو کے) ہیں چودھری جی تم!

نورولی: اخاں ہوں ہاں، کے حال ہے تیرو شمس۔

شمس: بڑا ہکھیا دھیاڑا گذار چھوڑیا، چودھری جی، تھارا پنڈ ماں۔ رب کی مہربانی ہے۔ اچھو تم اج انگا گنگا؟

نوردلی: میں کہیو تمناں مل آؤں میرا۔

شمس: بڑی مہربانی تھاری۔

نوردلی: نالے اک نکو جیو کم وی تھو۔

شمس: خبرے کے کم، کدے دور نہ بیگار گھیو مقدم۔

نوردلی: نہیں شمس! بیگار نہیں، ہور کم ہے۔

شمس: حکم کرو نا، چودھری جی!

نوردلی: اج چودھری جی، حکم کرن نہیں آیو، شمس حکم سنن آیو ہے۔

شمس: توبہ،توبہ،توبہ، کسے کی یاہ مجال، کیوں مجاق کریں۔

نوردلی: مجاق نہیں رے صحیح کہوں ہاں،مناں اج، ہاں ماں جواب دیئے۔ ہاں ماں۔

شمس: کے جواب ہے خبرے، کجھ دسونا،تم

نوردلی: شمسیا! اج ہوں تیرے کولوں، کجھ خاصو سارو منگن آیو ہاں۔

شمس: میرے کولے کے ہے دین واسطے،گاں ہیں۔ بھاروں ہیں لے جاؤ سارا بھانویں۔

نوردلی: اوئے جھلیا،مناں خدا کو دتو سب کجھ ہے۔ میرو اک ہور سوال ہے۔

شمس: چودھری جی، سمجھاؤ تے سہی نا!

نوردلی: تیرے کولوں منگن آیو ہاں شمس!........تیری گدری زیناں۔

شمس: (حیران ہوکے) زیناں؟ زیناں تے تھا جی، ورہوں غریب تے تم امیر،تم زیناں کا مالک،مہاری تھاری ناطے داری، کد نبھ سکے بھلا؟

نورنی: (سبنس کے) شمیا،مناں تیرے ساک کرکے،انت خوشی ہوئے گی۔

شمس: (حیران ہوکے) کے کہہ رہیا اوتم، سچ مچ ہی میرے ساک واسطے آیا او؟

نوردلی: بالکل سچ۔

شمس: (سمجھا تاں) سوچو چودھری جی، میری گدری اُن پڑھ ہے۔اج کل، یہ پڑھیا لکھیا لوک ان پڑھ کڑی نہیں بسا تا ہوتا۔

نوردلی: اوخو، ہوں وی تے ان پڑھ ہاں کے فرق پوئے۔

شمس: تھارو جاتک تے، پڑھیوؤ وہے نا چودھری جی۔

نوردلی: (تحقیر) فیر کے ہے۔ پڑھن دے نماں ہون واسطے۔

شمس: علم پڑھ کے کون نکمو ہو سکے چودھری جی، معاف کریو، میں تمناں روٹی پانی وی نہ پچھیو۔

نوردلی: اپنو گھر ہے یرا۔کوئے گل نہیں

شمس: زیناں دھئیے !

زیناں: جی بابا آئی۔

شمس: داں اُراں آ بہلی۔

زیناں: کے ہے بابا جی۔

شمس: چودھری ہوراں واسطے کُج لے آ۔

نوردلی: زیناں بل ہے ناتوں۔

زیناں: تم بزرگاں کی دعا ہیں چودھری چاچا۔

شمس: ہلا چودھری جی! چاء پینی ہے جے دُودھ؟

نوردلی: شمس! اج تے دودھ ہی پینو ہے۔

شمس: دھئیے، مٹھو دودھ لے آ بہلی۔

زیناں: لیائی بابا۔ جاتاں پیراں کی کیڈ

شمس: چودھری جی۔ بیا قل جئی ہے میری زیناں، تھارا گھر کا ترجت نا کدنبھا سکے گی۔

فوروِلی: شمسیا! جاتی رہی ہے مہارے گھر، بڑی ہونہار ہے، سلیمہ کی پکی سہیلی ہے نا، سلیمہ تے زیناں، اشرف کولوں ہرروز پڑھتی رہیں۔ یہ تے دوئے اچھی خاصی پڑھ گئی ہیں۔

شمس: ہیں جی تاں ہی، ہوں وی کہوں یہ کتاب، تے اخبار، یاہ تھارا گھروں کیوں ٹیل آنے۔

نوردلی: ہلا فر، میرے نال گل پکی۔

شمس: زیناں تھاری ہی تے ہے، مناں کے پچھیں، ورہوں ذری، اُچا نندا کا فرق تیں ڈروں ہاں۔ ہوں غریب جنوں ہاں چودھری جی، ہوں خانے بدوش ہاں، گھر نہیں، زمین نہیں، خبرے، کس طرح محنت مزدوری کر کے، گذر بسر کروں۔

نوروِلی: زمین تناں ہوں دئیوں گو شمس! جیہڑی زمین پنڈ ماں، تناں پسند ہے رکھ لے، بس، زبٹ، ہاں کر دے۔

شمس: (جوش) چودھری جی، کے کہہ گیا تم، غریب ضرور ہاں، پر لالچی نہیں، دھی کو ساک دے کے زمین لئیوں۔ توبہ استغفار توبہ۔

نوردلی: میرو مطبل ہے۔ منے کے ہرج ہے، ہوں، خوشی کے نال جے دئیوں گو۔

شمس: حرج، افسوس چودھری، توں وی کدے، دھی کو باپ ہوتو، دھی کو ماس کھاؤں۔ دھی بیچ کے زمین لیئوں۔ اس جین تے غرق ہو جانو چنگو ہے جنیاں۔

نورولی: (پلاتو ہاسو) ہی ہی ہی، او، ایویں گل کی تھی شمس!

شمس: چودھری جی! اج میرے گھر تم، اک شگن ور آ باوا او۔ چنگا لوک دھیاں نا۔ ادھو گھر بنڈ دیئں۔ شروع نے وی باپ کی جادات ماں، دھی کو حصور کھیو ہے، ور افسوس ہے۔ میرے کولے کجھ ہے نہیں، چار بیہ بکریں ہیں۔ اک کچر، تے اک گاں ہے، یوہ سارو کجھ، میری زیناں کو ہے، اکا ہی دھی ہے نا، یو ہی مہارو پوت، یا ہی دھی۔

نوردلی: زیناں میری ہوگئی۔

شمس: تھارا گھر تیں چنگو، ہور کون ہے۔ تم وی فر سوچ لیو، ہوں وی، زیناں کا ماماں نال، صلاح باڑی کر لیوں، وے یہ بڑا امر فع حال ہیں، اُنہاں نے تے، اپنی بھانجی گہناں بندھا آں ماں ڈبو چھوڑنی ہے۔ داج دکھن دیناں ہیں نا!

نوردلی: زبان، مناں دے چھوڑ شمس، یوہ دُدھ کو کٹورو، شگن کو ہے، تاں پیئوں جے ہاں ہو جائے تے۔

شمس: ہاں ہی ہاں ہے۔ چودھری۔ ہم وی اپناں آپ نا، سوچ سمجھ لیاں تم وی سوچو سمجھو۔

نوردلی: او میں تے، سوچ سمجھ کے اس بہڑے قدم رکھیو ہے۔

شمس: اچھا یوہ دودھ تے پیئو نا، بسم اللہ کرو۔

نوردلی: (دودھ پین کو وقفو) ہاں زیناں۔ یوہ دودُھ توں پی لے۔

زیناں: ہوں نہیں پیتی، تم پیئو چاچا۔

شمس: لے کے پی نازیناں۔

زیناں: بابا، مت ہوں دُودھ پیتی ہی نہیں ہوتی۔

شمس: ہلا چھنو تے پکڑ، جا روٹی ٹوڑو تیار کر۔

نوردلی: نہ نہ نہ، روٹی ہوں نہیں کھان لگو۔ میں جانو ہے۔تم میرا آن کی لاج رکھیو۔

شمس: چودھری جی، اپنا جاتک نال، صلاح کر لیوفر۔

نوردلی: اوکو گدراں نا کون پُچھے، چھوڑ بیرا اُس نا پڑھن ہی کو چاہ ہے

شمس: چودھری جی! پڑھ لکھ کے انسان سدھر جائے، تم بڑا خوش نصیب او، تھارا پوت کی پورا علاقہ ماں ہر کوئے سرابنا کرے۔

نوردلی: اچھا تے میں سب کجھ تیار کیو وَ ہے۔ ہوں جلدی شادی کرنی چاہوں ہاں تناں کدے کائے کمی رکاوٹ ہے، تے مناں دس، جتنا روپیہ توں کہے پیچا چھوڑوں گو۔

شمس: روپیاں کو نال میرے باندے نہ لے جنیاں یاہ دولت مایا ہتھاں کی میل ہے
چودھری، اصل تے شریف لوک دھیاں کو مل نہیں لیتا ہوتا۔ اولا د آلا، بچے فروش
ہوگیا۔ تے فرانسانیت ہی کے رہنی ہے۔ ہیں جی۔ مناں بچے فروش سمجھیں تم؟

نوردلی: (پلاتو ہاسو) نہیں رے نو نہی کہوں تھو، ہاسی ہوگئی۔

شمس: جنیاں، چیتے، چیتے، دوجی واری ایسی ہاسی بھُل کے وی کرتو ہوے۔

نوردلی: ہلا میری توبہ، اچھو ہوں، جمعہ جمعہ اُٹھ دن ماں بیاہ کو سر بندھ کرنو چاہو۔

شمس: دیکھی جائے گی جنیاں، جو اللہ کرے، لکھت کی گل ہے۔

نوردلی: ہوں چلیو، تے میرو چیتو رکھیئے، شمس!

شمس: سارا کاج رب نا سونپ نیک بختا۔

(وقفو)

شمس: لالی دھیئے !

زیناں: جی بابلا۔

شمس: توں جانے نا، ہوں تیری، ماں وی ہاں تے باپ وی۔

زیناں: اخاں بابا، یاہ حقی گل ہے۔

شمس: توں مہری جیونی کے گھر جائے ہوئے نا۔

زیناں: اخاں جاتی رہی ہاں۔

شمس: واہ بڑی نیک بخت مہری ہوے تھی۔

زیناں: موسی مہریاں کی موت کوڈاہڈ وصدمو ہے، بابا نور دلی ہور ہمیشہ ہلے حیران رہیں۔

شمس: ہوں

زیناں: بھاگاں آلی تھی۔

شمس: جیونی بڑی نیک تھی۔ او کھے بیلےلسا ماڑا کی پکھ پرتیت رکھے ہوئے۔ میرو ہتھ وی کئی واری تنگ ہویو، تے واہ ہی نیک بخت پگری۔

زیناں: اِکو مہینو ہو یو ہے۔ موسی جیونی کی وفات نا، اشرف ہوراں کے گھروں خیر برکت وی ٹرگئی ہے بابا۔

شمس: (افسوس کرتاں) دھیئے، تیری ماں وی تے جد جیئے تھی نا، مہارے وی مایا کیں درچھلیں ہویں تھیں۔ خدا کی واہ رب نا پیاری ہوئی ہے، سکھ کو ساہ نہیں لیو۔

زیناں: موسی جیونی، میرے نال سچ ہی پیار کرے ہوئے بابا۔

شمس: تک نا، واہ یتیم کڑی سلیمہ اس نے اپنی سکی دھی ہارون پالی۔

زیناں: سلیمہ وی تے ماں ہی سمجھے تھی، اس بچاری کو تے رورو کے بردحال ہو گیو ہے۔

شمس: زیناں دھیئے، ماں بن کے، اک گل پچھوں۔

زیناں: کے گل بابا؟

شمس: تیری مناں انت ہی چنتیا رہے دھیئے۔

زیناں: کیوں بابا؟.....مناں بوجھ سمجھیں؟

شمس: نہ نہ نہ، میری بچی توں نہیں سمجھی۔

زیناں: سمجھوں بابا، تاں ہی تے کہوں تھی، کدے میرے بجائے تمناں رب پوت دے چھوڑتو۔

شمس: توں ہی میرو پوت ہے زیناں، تناں پتو نہیں، دھی رحمت آلی ہوے نا۔

زیناں: خورے رحمت ہی ہوتی ہو یگی۔

شمس: تیرے نال اک مشورو کرنو چاہوں پوت۔

زیناں: کے مشورو بابا؟

شمس: ہوں، اشرف واسطے تیرو ساک چودھری نورولی نادے چکو ہاں شرع کو کوئے شرم نہیں، دھیئے کدے تناں، یوہ رشتو منظور نہ ہویو، تے اپنی سہیلڑی سلیمہ نا، ہاں، یا نہ کو جواب دے چھوڑیئے۔ وہ مناں دس چھوڑے گی۔

(جھنجھلا کر) بابا (روتے ہوئے) میر یا بابلا۔

شمس: توں رو رہی ہے زیناں؟

زیناں: بابا..............

شمس: زیناں، کیوں میری لاڈلی، زیناں

زیناں: شدت جذبات نال روتاں میر یا بابلا، موسی جیونی نے تے سلیمہ نال، اشرف کی منگنی کی وی تھی۔

شمسا: ہیں، منگنی؟

زیناں: ہدکتاں بابا، اک دھی کو باپ ہو کے ذری سوچ۔ اس بے سہارا سلیمہ پر تے بج ٹٹ پوئے گی۔ واہ تے، مرجائے گی، بابلا، ہوں اپنی سہیلی واسطے، ہر قربانی دیوں گی،

یوہ ناطونہیں ہوسکتو بابا۔

شمس: (حیران ہوکے) اشرفؔ تے سلیمہؔ کو ساک پہلاں ہی طے ہے؟

زیناں: بابا، میریا بھاگاں آلیا بابلا۔

شمس: زیناںؔ دھی! ہوں نور ولی نا کدے سلیمہ کو حق کھان کی اجازت نہیں دین لگو۔ میری لاش پروں لنگ کے، فر کسے ہور گھر اشرف کی جنج جا سکے گی۔

زیناں: میریا بابلا، یتیم سلیمہ کی پکھ پرتیت وی، اپنی زیناں ہاروں رکھیو، کدے چودھری پوناں پرنہ بھل جائیں۔

شمس: پرواہ نہیں دھیئے، میرا رب نے، موقعے سرے باقفی کرا چھوڑی حیران ہوکے پر یاہ گل تے، گھر گھر کھنڈ گئی ہے جے میں اشرف واسطے ناطو دے دتو ہے، میری تے بدنامی ہوگئی۔

زیناں: بابلا، حق تے اصول واسطے ہی ناموری لبھے۔ بدنامی نے بداں واسطے ہوئے۔ نیکاں واسطے نہیں۔

شمس: سچ کہے زیناںؔ سچ، پرواہ نہ کر، نور ولی نا اپناں پوت اشرفؔ کو بیاہ سلیمہ نال ہی کرنو پوے گو۔

زیناں: سلیمہ بچ ہی چنگی ہے،

شمس: گل بدلتاں، اچھا تے میں بھارواں کو پتو وی لانو ہے۔

زیناں: رُستم کہے تھو، بھارواں کی چنتا نہ کریو

شمس: انت ہی نیک جاتک ہے، رب جتیاں رکھے، ہوں وی پتو کروں نا۔

(وقفو)

اشرف: رُستم،توں کیوں مُنہ لڑکایو،بیٹھووَوہے؟

رستم: اشرف! دوستی کوسوگ منارہیوہاں۔

اشرف: کس کی دوستی؟

رستم: اپنی دوستی کو،ہور کسےکو!

اشرف: کےڈنگی ٹیڈھیں گل مارے پرا۔کُج سمجھاتے سہی۔

رستم: طنزاً ہس کےگل تے کوئے نہیں اشرف،ایویں تناں چھیڑن واسطے،دکھیا چہرو بنا کے بیٹھووَوتھو،توں ہلا کے کرے۔

اشرف: نہیں رستم، بناوٹ نہیں، اصل ماں تناں کے اج کوئے ڈاہڈو ہی رنج پہنچیو ہے، تیں یوہ کے حال بنایووہے۔ٹھنڈلمکا یووَو،شیشوتک لے بھانویں۔

رستم: تیری قسمیں،ایویں ہی،گل بدلا کے ہلا گل نہ پٹلا ردس جج کدچڑھے گی تیری۔

اشرف: جج؟

رستم: آہو،ہن چھپان نارہن دے جالماں۔

اشرف: کےمطبل؟

رستم: رہن وی دے اوَہلانا،سارا گراں ناپتو ہے۔

اشرف: ورکس گل کو پتو؟

رستم: تیرا بیاہ کو،

اشرف: ہوش کی دوا کر رستم،ٹھٹھا کرن کی عادت نہ گئی تیری۔

رستم: ہس کےمجاق نہ کریرا۔

رستم: (جذبات) پراجی یوہ اک ساجی کم کیو ہے تیں، خانے بدوش غریب کی لڑکی نال، شادی رچائی۔کدے کسے بڈیرے گھرناطوہوتو، تے ہوں دوستی کی پرواہ نہ کرتو تیری بوٹی بوٹی کرچھوڑتو۔

اشرف: اورے، کے بکے رستم۔

رستم: انجان نہ بن اشرف، تیں سلیمہ نمانی بارے نہ سوچیو۔ افسوس ہے تیر اور، خیر، زیناں وی چن پری ہے، کد کس تیں گھٹ ہے۔

اشرف: خداواسطے، نہ اوازار کر رستم، زیناں تیری پسند ہے مت مجاق کرتاں کجھ تے شروئی کر۔

رستم: اورے خدا کی قسمیں سچ کہوں ہاں، سارا گراں ماں یاہ گل کھنڈی وی ہے۔

اشرف: ہیں، گراں ماں، ور، یوہ چکر کے ہے رستم؟

رستم: ٹوہ لاتاں، چکر نہیں، تیرو بیاہ سچیں زیناں نال نہیں ہورہیو؟

اشرف: خدا رسولؐ کی قسم ہیں تے یاہ گپ، تیرے کولوں سنی ہے۔ بھولیا ہوں تے اجوں پڑھوں گو، جد شادی کی تے سلیمہ نال ہوے گی۔ ہوں اپنی ماں کو کیوؤ ونا طو، کس طرحاں توڑ سکوں۔

رستم: اشرفؔ، یوہ چکر کے ہے رے؟.........

اشرف: کوئے چکر نہیں رستمؔ، میرا دوست، زیناں کو باپ غریب ضرور ہے۔ ورا وہ، اس قابل ہے، اس کے ناطو کرن آنو، کوئے خوش نصیب ہوے گو۔

رستم: تاں ہی تے کر لیو ہے نا۔

اشرف: میں تے، اک ناطو کر لیو ہے رستم، جہڑو، میری امڑی کی پسند تھی۔ سلیمہ جیسی لڑکی کد لبھ سکے ہوں زیناںؔ کے نال، تیرو ناطو کرا کے رہوں گو، زیناں میری بہن ہے نا۔

رستم: (شدت جذبات نال) بہن؟ اشرف، اشرف توں سچ کہے

اشرف: ہوں نے سچ کہوں، ور توں یاہ کے گپ پک رہیو تھورے؟

رستم: اشرف، تیرا اباپ نے جا کے، شمس کولوں ناطو لیو ہے۔

اشرف: (حیرانگی) ہیں۔ ابا ہور تے ہُن سُن شمس کے ڈیرے گیا ہیں۔

(وقفو)

نوردلی: کے حال ہے شمس؟

شمس: (بے رخی نال) چنگو بھلو ہاں جی۔

نوردلی: زیناں بل ہے نا۔

زیناں: واہ زیناں مرگئی ہے چودھری، جس نا تم بہو بنانی چاہویں تھا۔ تھاری بہو سلیمہ ہی بنے گی۔

نوردلی: کے کہہ رہیو ہے زیناں، میری بہو؟

شمس: اخاں رے چودھری، تیری بہو

نوردلی: (متکبرانہ قہقہو) اوے شمسیا، ہوں تے اجوں اشرف کی شادی، ہور کچھ سال نہیں کراتو، مناں تے جھلیا، اس کی ماترے لوڑ یئے۔

شمس: کے مطبل، فر میرے کانھ نا آیو تھو۔

نوردلی: (ہس کے) اپنے واسطے جھکھ ماروں ہاں نا۔

شمس:- اپنے واسطے؟

نوروَلی: ہور کے، اپنے واسطے ہی تے، تناں پچھیو تھو۔

شمس: لہر ماں اوئے چوہدریا، اوئے مرفع حالی کا نشہ ماں توں انسانیت تیں وی گیو گذر یو۔

نورولی: (دھکو دیتیاں) اوئے شمس، توں زبان دے کے، اج پھر تو لیھے۔

شمس: (غصو) اوئے نوردلی، شروئی کر، اشرف واسطے رشتو منکتاں منگتاں آپے آ گیو رے کم بختا، اجوں تے مہری جیونی مری نا مہینو وی نہیں ہو یو، جلمیاں، اس کو پڑدو کھپھن وی میلو نہیں ہو یو۔

نورولی: (فیصلو دیتاں) میں تے، اپنو رشتو کیو ہے تیرے، اپنا پوت اشرف کو نہیں، زیناں میری منگیتر ہے۔

شمس: زبان سمھال رے چودھریا، ہوش ماں آجا، کیوں غریب کی غیرت نا للکارے،

اوے کمبختا۔ زیناں تے تیری دھی برو بر ہے ہوں تے، تیرا پوت اشرف نا دی رشتو نہیں دیتو۔

نورولی: غصو رشتو میرو موڑن آلو، کوئے اجوں اس دھرتی در جمیو ہی نہیں۔ ہوں تے ہن، زیناں نالے کے جاؤں گو۔

شمس: (غصو) خبردار اوئے، نورولیا، تیری جبھ چھک کے کڈھ پھینکوں گو۔ مت بڑو چودھری بنیو ؤو ہے۔

نورولی: (گھنڈ) شمس، ہوں ات کو نمبر وار ہاں۔ میرے کونے دولت ہے۔ میرو زور ہے۔

شمس: (غصو) ہوں کہڑو تیرے گھروں کھاؤں شو ہدیا، نمبر دار ہوے گو۔ تے ہو تو رہو، میرے کولے زمین نہیں۔ ور غیرت ضرور ہے۔

نورولی: آ کڑ کے اوئے شمس، تیری یاہ آ کڑ۔

شمس: حق ور ہاں، تیرے ہاروں ناحقی آ کڑ نہیں کرتو۔

نوردلی: (طنزیہ) چپ اوئے کنگالا، نہنگا، ہوں اپنو رشتو، لے کے رہوں گو۔

شمس: (غصو) اوئے کم بخت، نہ میرا صبر ناونگار، ہوں تیرا تسماں چیز کے رکھو یئوں گو، میریاں باہواں ماں، اجوں ایڈو تر نگ ہے۔ ہوں اپنی عزت کی راکھی کرنی خوب جانوں۔

نوردلی: (غصو) تناں، موت بلا رادے رہی ہے۔

شمس: تیری موت، میرے ہتھوں خورے ہون لگی۔ جے تے جان لوڑ یئے۔ تے ٹل جا۔ کھک جا اتوں۔ نہیں تے..........

نوردلی: (زیناں کی بانہہ پکڑتاں) اوئے شمس، ہوں اپنی منگیتر کی ہاتھ پکڑ لے کے چلیو۔ ہمت ہے، تے چھڑا۔

زیناں: (مزاحمت) چھوڑ و چاچا میری بانہہ۔ نہیں تے.........چھوڑو۔

نوردلی: زندہ رہتاں نہیں چھوڑتو۔

شمس: سمجھا تاں چھوڑ دے گدری کی بانھ۔

زیناں: غصہ ماں چھوڑ باوا، چھوڑ میری بانھ، چٹی داڑھی تے آٹو خراب۔

نوردلی: (قہقو) ہُن یاہ بانھ (غرورنال ہس کے) ملک الموت وی نہیں چھڑا سکتو۔

شمس: غصہ ماں چھوڑ دے اوئے، میری عزت پر ہتھ چان آلو، زندہ نہیں رہن لگو۔

زیناں: چنیاں چھوڑ..........چھوڑ..........چھوڑ بڈھیا باندرا۔

نوردلی: (ہس کے) ہن نہیں چھوڑتو۔

زیناں: چھوڑان آلو، کوئے جمیو ہی نہیں۔

شمس: کہاڑی مارے نہیں جمیو، اچھا، اُوں خوں، ہت، تیری ایسی تیسی۔

نوردلی: (ڈرولی چیخ مار کے مرجائے) آخ، مرگیو...........آخ...........آخ۔

(وقفو)

زیناں: روتاں اشرف ویرا، کے غضب ہو گیو۔ ہوں شرمندہ ہاں۔

اشرف: (دلاسو) نہ روزیناں بہن، صبر کر، شرمندہ ہون کی لوڑ نہیں۔ ہوں، نیکی بدی تے حق ناحق پچھانوں، میرا باپ نا کیا کی سزا ملی ہے۔ تیرو باپ واقعی عظمت آلو باپ ثابت ہو یو۔

زیناں: (روتاں) ویرا، تناں تے سلیمہ نا دسن جگی نہیں رہی دوئے گھر اُجڑ گیا۔

اشرف: میر یئے بہنے، تیرو کوئے قصور نہیں، تقدیر برت ہوگئی، میرو باپ اپنی ضد کو شکار ہو گیو، ورمناں افسوس ہے، تیرا باپ نا دس سال قید ہوگئی۔

زیناں: روتاں ہوں ڈب گئی ویرا

اشرف: بہنے صبر کر۔

زیناں: بہن کہے دتو ہے ویرا۔ تے مان رکھیئے، لاج رکھیئے۔

اشرف: (خوش ہوتاں) میں، بہن کہیو ہے زیناں۔انشاءاللہ بھائی ہن کے ثابت کروں گو۔توں ہن اپنا بھائی اشرف کی عزت ہے تیرو دکھ میرو دکھ ہے۔

زیناں: (جذبات) ویرا!۔

اشرف: ہن توں میرے گھر، سلیمہ کے نال رہے گی۔ہوں پڑھائی واسطے شہر جار ہیو ہاں۔ توں سب کجھ بھل جا۔تیرا باپ نے میرا باپ نا قتل کر کے اپنی عزت کی لاج رکھی ہے۔

زیناں: (دُکھی آواز) میرا ابا بل کو کے ہوئے گو ویرا۔

اشرف: ہوں جلدی وکیل بن کے آؤں گو، تیرا ابا بل ناوی بری کراؤں گو۔

زیناں: ویرا، توں وی کتنو چنگو ہے۔توں کیڈ عظیم انسان ہے۔

اشرف: زیناں بہن، چارا کھر پڑھیا ہیں، علم پڑھ کے پتو لگے، جے برا رسم رواج ملک تے قوم واسطے نقصان لیا نویں۔

زیناں: ویرا، تیں وی، بھائی چارہ کی ''لاج'' رکھ لی۔

☆☆☆

گلاب دین طاہرؔ

پیدائش: 5 فروری1961ءآورہ کپواڑہ

گوجری کا نوجوان تے باعمل لکھاڑی گلاب دین طاہرؔ ضلع کپواڑہ کا گراں آورہ کا رہن آلا ہیں۔ وبہ ۵مئی ۱۹۶۱ءنا اک کھٹانہ خاندان مانھ پیدا ہویا۔ بی اے تیں بعد محکمہ تعلیم مانھ استاد کے طور ۱۹۸۰ءتیں لیکے ۱۹۸۳ءتوڑی ذمے داری نبھائی تے اسے دوران اُردو مانھ ایم اے کی ڈگری وی حاصل کرلئی۔ ۱۹۸۳ءتوں ۱۹۸۸ءتک کا پنج سالہ عرصہ مانھ ریاستی کلچرل اکیڈمی مانھ ریسرچ اسسٹنٹ کی حیثیت نال ملازم رہیا۔ پر سیمابی طبیعت نے زیادہ دیر اِت ٹِکن نہ دِتا تے ۱۹۸۸ءتیں لے کے اج ۲۰۰۷ءتوڑی برابر دُوردرشن کا محکمہ مانھ پروڈیوسر کی حیثیت نال ذمے داری نبھاویں لگا وا۔ اس دوران جالندھر، کانپور تے سرینگر مانھ رہن تیں بعد وبہ اجکل دہلی مانھ تعینات ہیں۔

بچپن تیں گلاب دین طاہرؔ کو دھیان ڈراماں آلے پاسے تھو تے انھاں نے 'فردوس ڈرامہ کلب آورہ' بنا کے ۱۹۸۱ءمانھ پہلو گوجری ڈراموُ اندھرا مانھ لوُ جموں کانفرنس مانھ پیش کیو۔ اس توں بعد چوہدری قیصر دین قیصرؔ، غلام رسول آزادؔ تے اقبال عظیمؔ ہوراں کا کُجھ ڈراماں تیں علاوہ اپنا دس باراں ڈراماں لکھیا تے گوجری کانفرنساں مانھ پیش کر کے داد حاصل کی۔ ڈرامہ کا فن بارے جانکاری رکھن آلاں مانھ وی اُنھاں کو اُچو مقام ہے۔ انھاں کا کئی گوجری ڈراما گوجری شیرازاں مانھ شائع وی ہویا ہیں۔ تے انھاں نے ریاستی کلچرل اکیڈمی تیں بہترین ڈرامہ نگار کو ایوارڈ وی حاصل کیو ہے۔

کلچرل اکیڈمی کی ملازمت کے دوران گلاب دین طاہرؔ نے اقبال عظیم کی سربراہی

مانھ لکھی جان آلی گوجری ڈکشنری کی ترتیب تے تیاری مانھ بُنیادی تے اہم کم کیو ہے۔ اُنھاں نے گوجری زبان تیں متعلق کئی تحقیقی مقالا وی لکھیا جہڑا اکیڈمی کی مطبُوعات مانھ شائع ہوتا رہیا ہیں۔نظم،غزل تے گیت کی صورت مانھ کُجھ عرصو شاعری وی کی ہے۔گوجری کی ترقی واسطے بنن آلی غیر سکاری تنظیم ''ادبی سنگت کشمیر'' قائم کرن تے اس نا کامیاب بنان مانھ وی گلاب دین طاؔہر کی خدمات یادرکھن جوگی ہیں۔پر ادب مانھ اُن کی اصل پچھان ڈراما کا حوالہ سنگ ہے۔

گوجری تیں علاوہ انگریزی، پنجابی، ہندی، اُردو، کشمیری تے پہاڑی کی چنگی جانکاری ہون کی وجہ نال دوردرشن مانھ پروڈیوسر کی حیثیت نال ملازمت کے دوران انھاں نے ان زباناں مانھ کئی ٹیلی فلم تے دستاویزی پروگرام بنایا تے پیش کیا ہیں۔انھاں نے گوجرا ماحول کی عکاسی واسطے وی کُجھ بنیادی نوعیت کا کم کیا ہیں تے یوہ سلسلو اجھاں جاری وی ہے پر گوجری زبان بارے اُن کا جوش تے جذبہ مانھ پہلاں آلی گل اللہ جانے کیوں نہیں رہی۔

سٹیج ڈرامو:

اندھیراماں لو

گلاب الدین طاہر

کردار:

۱۔	دینو، خاندار	۳۰سال
۲۔	.ارشی، دینا کی بیوی	۳۵سال
۳۔	لالو، دنیا کو پوت	۸سال
۴۔	رشید، لالا کو دوجو روپ	۱۸سال
۵۔	جمالدین	۳۵سال
۶۔	مقدم	۴۰سال
۷۔	نیگدار	۳۸سال
۸۔	چوکیدار	۲۶سال

پس منظر

(پہلاں دواں سیناں مانہہ دینا کو ڈیرا آلو کمرو جت چلم، پیڑو، چاہو، ترو کھڑی بھانڈا تے منجی وغیرہ موجود ہیں۔ تیجا سین مانہہ اسے کمرہ مانہہ تھوڑیں چھ دس سال بعد تبدیلیں پر گھرا وہی۔ چوتھا سین مانہہ مقدم کو گھر جت امجی، چلم تے جوڑئیں وغیرہ

سین نمبر(۱)

ارشی: یاہ تقریباً پنیتری سال کی اوکھڑ جئی بیٹکی ہے......(روٹی پکاتاں تے چولہا مانہہ پھوکتاں پھوکتاں)۔اللہ بانہہ ہی سُکا وے اُس نیلیں لکڑیں آنن آلا کیں۔ نیلا شلا جاکے چالیا وے تے میرے سر ستم ایک سہیڑ چھڑے۔

لالو: ''یوہ ستاں سالاں کولڑو ہے''..................(بے تابی مانہہ آکے) اماں اماں دیکھ اداہوراں کا جا تک کے سوہنی طرح آویں، اگرتم بھی مناں سکول چلا چھڑتا۔

ارشی: (لہر مانہہ) داں رے مرن کی نہ کر کجھ ساعت آرام نال کڈھن دے۔

لالو: ہیں اماں تناں میرے پرلہر کیوں چڑھے؟

ارشی: ہونہہ ہونہہ! مہاراں پچھلاں نے سکول شکول نینہہ ڈٹھا تھا تے اُن کو وخت بھی سوہناں توں سوہنو بیھ گیو۔ہُن توں نوؤں ہی جمیوں نوئیں نوئیں کھجت نہ کڈھ ٹک کے بیس کجھ ساعت آرام نال کڈھن دے۔سچ ہی بے آرامی ناہل گیو ہے۔

''اتنا مانہہ دینو آجائے۔یوہ تقریباً ۳۰ سال کو ہے۔آپنی جاچرا کو ہے پر اشی اگے اس کی وی ایک پنہنہ چلتی۔''

دینو: (کھنگتاں مانہہ) کے کے توں یوہ کے پڑھے؟(ارشی چپ اکھ کڈھ کے اس در دیکھے)

دینو: میری گل تیرا سر مانہہ لگ جائے تیرا توں دوہری کدے ہی وی پنہنہ نکلتی۔

ارشی: یوہ لالو، ساری اتڑ یوہ ہی کرے۔

لالو: (چنہکتاں مانہہ) میں کجھ وی پنہنہ کیونونہی یاہ اماں اگلی پچھلی میرے پر کڈھے۔

دینو: ہیں رے لالا تناں اج کیاں کی ہوا لگ گئی ہے اکاہُن پنہنہ چپتو تناں۔

ارشی: ڈھلی جئی بولے) ایک ہوں آپ مروں آں لگی وی تے دوجے یوہ لالو کہہ

مناں چامدر سے لاؤ۔

دینو: ہیں رے لالا شرم رے ذری ان للوٹیاں کی مگر چٹی داڑھی لی وی ہوں فروں رے۔

لالو: (کرنجتاں واں) ہوں دھیاڑی دھیاڑی سکول جایا کرتو تے رات دِہنہنہ لیلیاں نال وی رہتو تے دھیاڑی فرتم ہی ادبی سمیت نظروں کڈھ چھڑیا کرتا۔

ارشی: ڈٹھو تیں پوت کتنوں چھالیں چڑھیووَو ہے۔ ہُن آپے دس اس کو کے بنے گو؟

دینو: ہوں.........ہوں کے دسوں دس کجھ توں جس نے یوہ سر چاڑھیو ہر وقت اس کو ترس کرتی رہے تھی۔ میرو لالو جے میرو لالو۔ ہُن سام اس نا بھی تے نالے ان لیلیاں نا بھی۔ اگر ہوں اس نا سدھو کرن پر آیو فر نہ یوہ ایاں کو رہے گو نہ اوہاں کو۔

ارشی: ہیں رے لالا! نہ میری یوہ منے نہ توں۔ تم تے دوئے اُڑت ہی تولیں۔ دوئے سیر ہی ہیں پاکوئے بھی نیہہ بٹو۔ آخر دس ہوں کیہڑی ڈُنگی مانہہ جاؤں۔

لالو: ہوں کے کروں؟ مناں فرسکول جانو ہے اگر تم پنہنہ چلاسیں تاں ہوں ادا ہوراں کا جاتکاں نال نس کے جاؤں گو آخر و یہ کجھ غیرا تے پنہنہ۔

ارشی: ہوں ہوں! نوت کو پلوت تے غیب کو بھانجو و یہ مہارا کے لگیں۔ توبہ، توبہ ہم ناتے ان کے پیریں پیر دھر نو پنہنہ شو بتو۔

دینو: پار مقدم ہوراں در دیکھ جیہڑو مہاراں سراں کی چھتری تے قوم کی ڈھال ہے کے مزاں ہے داں کے اس نے آپنو کوئے جاتک چا اس مندے راہ لایو ہووے۔ تے توں دس ہوں کس طرح برادری توں نکل کے اس نا چامدر سے لاؤں؟

ارشی: یاہ ہی تے مریو فر سوچتو پنہنہ نہ۔

دینو: بچھا مقدم ہوراں کی جھل آے لیتیری ہے تے مناں نوں وی جانو ہی ہے۔ تے بھانے بھانے یاہ گل وی سروں لاہ آؤں تا نجے اس کو گلو نہ رہے۔

ارشی: ہائے شاباش ہوں وی یاہ ہی گل کہن لگی تھی۔

دینو: ہوں چلوں مگر اوہو سکھنو اُوواں کہیڑے منہ جاؤں گو........کوئے چاہو شہلو مت ہے؟

ارشی: داں رے لالا صدقو باہروں اور پھنڈ وچلو پکڑ لیا میرا عقل پر نبی مناں پہلاں کجھ سدھ بدھ نہ آئی آخر اوہاں سکھنوں کس طرح جائے گو؟

دینو: ہائے نہیوں تیری سدھ بدھ پر۔ہوں جے ماریو تیری پہیڑی سدھ بدھ نے بہی، وخت پر تیری سدھ بدھ ہی کتنے پنہنہ ہوئی جھڑ رے اتے ہی مناں چڑ ہووے ہوں آپے اوہاں ہی دوروں پکڑ لے جاؤں گو۔ہوں چلوں فر۔

ارشی: جاہ۔اللہ فتح کرے ہیں یاراں ککوڑا ابھی بیناں ہیں تانجے مقدم صاحب ناراض نہ ہووے۔

لالو: ہیں اماں اس وارہ مانہہ مقدم صاحب کے دسے گو۔

ارشی: ہے ہے بچایو ہی تے تناں پتو پنہنہ! وہ مہاری ہر گل کو مالک ہے۔توبہ توبہ پہلاں مہارو اللہ ہے تے پچھے واہ۔

لالو: آخر اماں تم ڈلیاوا تے نیہہ یاہ کیہڑی اسی گل ہے اس نا اس گل نال لگو ہی کے؟ اس نا کے پچھنو؟

ارشی: چپ بے شرما بے مغزا اسی گل نال اس نا کجھ نہیں لگتو، اوہ مہاری سوئی اتنی گل کو وی مالک ہے۔

لالو: ہیں اماں داہوراں نے بھی اسے کولوں پچھیو ہے۔

ارشی: اداہور اللہ میرا نے بے پڑو کیا۔ان نے مکھی کا بیاہ مانہہ مقدم صاحب ناراض کیو تے دیکھ اللہ میرا نے کسی چنڈھ کڈھی جے ہروھیاڑا کو گھول تے پٹن ہی ہے۔

سین نمبر (۲)

دینو: (کھنگتاں واں) اولالا!۔اولالا!۔اوتاڑولاہ رے (لالو جاکے بوؤ کھولے)

ارشی: تیں اتنوچر کیوں لایو؟

دینو: تناں چہلہا اگے بیٹھی وی ناسکیں گل ہی ٹھہلنی ہیں۔اتنوچر کیوں لایو۔اُت سروں سوئی دھرن اتنی وارنہیں تھی۔خلقت کی تھوڑی بھیڑ ہووے۔اُت کجھ لیلاں تے بکراں سمیت،اتے کجھ نقدی بدریں لیں ویں۔آنویں تے پچھے ہوں فرتیرو شوب یوہ چلوساراں کے سامنے کیہڑے منہ کڈھتو۔

ارشی: ہے پچھےآخرتناں بھی واروآیو کہ نہ۔

دینو: خاہوں بھی تے آخراُن کونے گیوپر کےحسرت،اُساجان نا۔مقدم صاحب نہ میرے درد یکھتاں ہی لہر چڑھ گئی۔گھروٹھ بٹالی۔کھلے متھے سروں میرے نال گل بھی نہ ہی کی۔

لالو: پچھے ہیں باپ کے کہیو؟

دینو: داں رے میرومنہ کالونہ ہوتو پرتوں کراوے گو۔ہٹ مٹ اٹھ بدھر کیو مدرسو جے مدرسو،تے نوبت ات تک پہچائی جے مقدم صاحب بھی اج ناراض ہوگیو۔ تے نہ ہوں ایاں کورہیونہ اوہاں کو۔

لالو: کیوں آخر کے گل ہوئی؟

ارشی: توبہ،توبہ توں جھاہت کا نہہ نادیتورہےوے۔تیرے بھانے مقدم صاحب ناراض ہونو کجھ نئی گل ہے۔

دینو: اس ناکے ہے جان جانے میری جس کے سرئر تے۔

ارشی: آخر کے کہیو کجھ بالیو بھی کہ نہ؟

دینو: لہر نال کہن لگو جو مرضی سو کر۔

ارشی: ہے ہے میریا اللہ دیکھ اج اس لالا مریا کی وجہ توں مقدم صاحب بھی ناراض ہو گیو۔

لالو: اماں اماں خدا خدا کر مقدم صاحب کی ناراضگی نال کے ہو جائے گو۔ تم چاہے جے کرو مگر خدا کی مدد نال مناں سکول جانو ہے۔

دینو: ہاں اے یوہ تے مہارا بسن کی صورت نہیں چھوڑ سے۔ فر جان دیاں اس نا اوہاں ہی پیواڑ یور ہے تاں جا کے میرا کن بھی گھڑی ساعت کی کنگالیں توں آرام کریں گا۔

ارشی: آں فر جائے یوہ؟

دینو: جائے یوہ تے پچھے ہوں بلی بکری بیچ کے مقدم صاحب کے چنتے کجھ گھل اوں گو۔ تاں جے وہ ناراض نہ ہووے۔

لالو: نہ، نہ، نہ۔ بلی بکری بیچ کے میرے واسطے فیس تے تاباں واسطے پیسہ جمع کرو۔

ارشی: ہوں پہلاں ہی سوچوں تھی جے یوہ لالو مہارے واسطے ہر طرف کنڈ اکھنڈ یاوے گو تے ہم مسکیناں واسطے بسن کی صورت نہیں چھوڑ سے۔

دینو: اجاں کے ہوئے یوہ کجھ دھیاڑے اسکول جائے فر دیکھے یوہ کس طرح سنگ جماو۔

ارشی: نہ کر آداں توں میری گل من اس نا کجھ بھی نہ کہو، پنہنہ نتا تاں ہوں چلوں جا کے محنت مزدوری کر کے کتنے دو حرف پڑھوں گو۔

(ماں پوت نا پکڑے تے نہیں جان دیتی چتیوٹ پیدا ہو جائے، تے دینو لہر مانہہ اٹھ کے چھٹا تاں تے لالا نانسا تاں واں)۔

دینو: واں اے تم نے ات کے غوغا مچا لیو ہے۔ چھوڑاں اگھاں دفعہ ہون دے۔ ہور خلقت نہ ہور کارزار تے گھڑی ساعت کو چتیوٹ ہی رہے۔

ارشی: (میجی پر چڑھ رہ تے کہہ) تیں میرو لالو نسایو ہے ہُن دیکھئے عمر تو لتو ہی رہے گو۔

دینو: پہلا مچ لاڈ نہ کرتی نا۔

سین نمبر (۳)

جمالدین: اوہ گھر باریو! اوگھر باریو! کتاڈ کورے۔

دینو: داں اے باہر دیکھ داں کون ہے؟

ارشی: (بوہا مانہہ جاکے) اوہو جمالیواڈ د۔اسلام علیکم جمالیاڈ۔آوے آ کُتا اوہاں پرلی بلی منڈ بدھیاوی ہیں۔

جمالدین: السلام علیکم!

دینو: اوہو جمالیواڈ د، وعلیکم سلام! (دوئے مصافحو کریں) اوراں ہو کے ہیں وے اوراں۔

جمالدین: داں خدا کیو بند یو بیسوتم تے مناں بسالیں منجی پر۔

دینو: ہیں جی آ خر آیا گیا واسطے ہی ہووے نا.............. یور دسو تھارے در ہے خیر ہی ہے۔

جمالدین: خدا کو فضل جی تم سناؤ۔تھارو لالو تے واہ بیگی مناں ات ہنہنہ نظر آ تا۔کت ہیں وہ یہ۔

دینو: ہے۔ڈھٹو آپناں کو حال اج پچھے کہ لالو کت ہے؟ انہاں اپناں توں اللہ بچاوے ہیں وے کیہڑا کی گل کرے۔لالو تے ہم نا عمراں کی کافی لا گیو ہے۔ہٹ مٹ اٹھ بدھر کیو سکول جے سکول توں دس اللہ واسطے ہم نے اوہ کجھ کدھ ڈھٹو وے............اٹھ کے نس گیو کہن لگو ہوں پے جاکے کنے دو دحرف پڑھوں گو۔ بیگی بے چاری کتے گیاں چکھر ہکن لنگ گئی ہے۔

جمالدین: بل کیو تاں بھی چلے گیو۔تم نے پتو ہے مہاراں اُن گمانڈیاں کا جا تک سکول پڑھیں حلاں گھ ہیں ماں تے کجھ نہ پچھ کسا ہشیار ہو گیا ہیں مہاراں ان بے لالا اں

جیاں ناسروں راہ پنہنہ ٹرن دیتا۔شکر ہے تاں بھی تھارولالو پڑھ کے آوے گو تے سروں ہی کجھ نہ تاں وی کھوجانال تے حساب شساب تے صاف طرح کرے گو۔

دینو: ہیں وے مہارے کھوجو مچ ٹپلا پنہنہ کرتو اس گل توں اللہ میرے شرم ہی رکھیو ہے تے فر گھر مانہہ کجھ ہوؤ تے آخر بکار ہی آوے۔ تے تاں ہی کجھ بنے مار چھڑیا اس ایکلسری نے۔ پہارواں کا کجھ توڑ جیار ہیاواہ ہیں ہُن تے ان ناسروں دیکھن بھالن آلوکوئے نہیں ہوں تے یاہ بس ڈولن اگا کا ثیر ہاں۔ ہیڑاں مانہہ بھاروں پوئیں تے گھڑی ساعت کیاں پھاٹکاں نے ہن یوہ گھر بھی سروں دھو چھڑیو ہے۔تم بھی آخر اللہ نے سمجھ دار کیا ہیں یاہ بیگی آخر دھی کی ذات ہے۔ ہے ہے دوہاں دھیاڑاں کی مزمان ہے آخر لوکاں کو مال ہے اس پر کشوا ایک ظلم کراں۔ ہے ہے، اس نالڑ زتی نادیکھ کے مناں جس طرح فرشتا سٹ جائیں۔

ارشی: ہاں دایوہ لسی کو پیالوایک پی لیو۔تس لگی وی ہووے گی پتونہنہ اج کس طرح راہ بھل آیا ہیں۔

دینو: داں اے راہ بھل آیو۔تناں کے پتوتوں کل کی ہے۔ہم پہلاں توں پچھا کا ایک ہاں۔اگلیں وقتیں ہم بن آی سانجھا ہی پتر بھی کراں ہوواں تھا۔ ہیں وے جمالیا ادا کے سوہناں وقت تھارے ویہ؟

جمالدین: ہیں دنیا بھائی سلکھناں لوکاں کے سنگ سلکھنا وقت بھی تھا۔

ارشی: ہیں اداواہ لگی ادی بھی نال آنی وی ہوتی نا۔مچ مدوہو گیو ہم نہیں ملیں تے اج جس طرح واہ اکھاں اگے پھرے۔

جمالدین: ہیں لی! واہ ابل تے اج ہی آپنے دوں سکھرے تھی پر کے پچھیں لک کا درد تے گھڑی ادسر تو پکڑ لیے تے ٹر۔سکی تے چلایو ہوں۔ہُن آپے واہ بھی آرہے گی صرف تم اج میری عزت ہی رکھو۔

ارشی: کہوادا تھارو کے حکم ہے؟ توبہ توبہ تھاری گل توں مہارو باپ دادو پنہنہ نکلیو تے ہم کون ہواں نکلن آلا۔

جمالدین: ہیں لی! واہ تے مناں بھی امید ہی تھی پراج زمانو کجھ اُلٹو جئیو ہے۔

دینو: داں وے زمانو۔ یوہ تناں آپنو گھر ہے تے ات زمانا کا کے لیکھا!

جمالدین: ہوں آیو تھو جے اگر تم اس بیگی کو ناطو مامدین واسطے جا دیتا۔

ارشی: ادا، ادا تھارو سارو کجھ مہاراں سراں اکھاں پر پر تم نا اسی گل ات مہارے آ کے کرنی پنہنہ شوبتی۔

جمالدین: فر کت شوبے لی!

ارشی: اسیاں گلاں واسطے جے پار مقدم مہارو محرم ہے۔

دینو: دیکھ وے ایہاں میرے در بھی ناتے۔ یاہ ہوئی توں دس اس کی سمجھیت داں توں بھی کجھ تے سوچ نا آ کر۔

جمالدین: بچھا ہوں فر مقدم صاحب ہوراں کو لے ہی جاؤں؟

ارشی: ادا، ادا ایک گل یاد رکھیو ضرور تے ضرور...........تم مقدم صاحب ہوراں کو لے گیا تے وے مہارا تے کجھ ناراض جیبا ہیں سکھنے ہتھ اوہاں نہ جایو۔

جمالدین: ہے ہے ادیؔ توں کئی سدھی ہے۔ آخر کے مناں آپنو.....اتنو.....ہوش وی پنہنہ میں بھی تے چار دھیاڑا چنگا کڈھیا وا ہیں نا۔

دینو: داں اے لے جیائے چپ داں کیہڑا نا دسے۔ توں یوہ کھڈ کرنا گنکا پھیرن کی دُسے...........جمالیا اداس کی سدھیائیں ورنہ جائیے کے حوالے۔

جمالدین: (تھوڑ وَ دوروں مُڑ کے) ہیں لی! آپنی جا کی گل ہے تا نجے کوئے سنے نہ۔ مقدم صاحب نا کتنو ایک نہ یوں۔

ارشی: ادا ہم نا جے کجھ اختیار پنہنہ نا۔

جمالدین: بچھاوے دنیا بھائی توں ہی آخر کجھ تے دس نا۔

دینو: داں رے تیں استوں ہوں کجھ بدھ سمجھیو۔ جاتے صرف آپنی عزت کو خیال ہی رکھیئے۔

جمالدین: (ٹٹولتاواں) ات کتے کھونڈی جئی اڑائی تھی تے تھائی پنہنہ۔

دینو: داں اے تیلی ٹک کے کھونڈی لوڑ گے دئے۔

ارشی: کھلوادا کھوہوں دیوں گی۔ (کھونڈی کی آواز ٹھک ٹھک)۔

دینو: ہاں اے ہُن کے کراں مقدم صاحب مہاروسن کے پتو پنہنہ کے کہہ گو؟

ارشی: چپ چپ بڈھیایاہ ساری کارتج نمانا کی ہے پہلاں تناں گل ہی کرن کو سروں شوب پنہنہ۔

(اتناں مانہہ لالو آجائے)

لالو: السلام علیکم (ماں پوت ناگل لاوے تے بانہہ پھیر پھیر پیار دیئے۔ دینو بھی چھاشپھا دیئے۔ میرو لالو جے میرو لالو مچے)

ارشی: (بنھ بسال کے) صدقو ہوئی آیا کاں راہاں کو! توں رہیو بل ہی۔ اج تک تے کاگ اُڈاڈاتے راہ تک تک اکھ بھی کانی ہوگیں۔

لالو: اماں ہوں تے بل ہی ہوں توں دس توں بل ہی رہئی۔ مال مانہہ خیر ہی ہے نالے بہن بل ہے۔

ارشی: (جھکتاں جھکتاں) بچیا اگ لا سارا کائیں ناشکر کیو توں اللہ نے آینو۔ مناں تے اعتبارا ہی پنہنہ آتو جے میرو لالو آیو ہے۔

دینو: ہُن یہ سکار پرانہ گن تے ہاں گھمان ہویوہ کوٹ لے کے بھاری مانہہ ٹنگ آ.............سنا بچیا بل رہیو۔ دیکھ ہم ناپرمہیز کے کسی کافی لائی؟

لالو: ہیں باپ حد تم پڑھائی توں منکر ہوا تے فرمناں تم پرہیز ناہی تھا۔

دینو: بچیا کس طرح رہیوتوں اج تک؟

لالو: باپ ہوں اتوں نس کے گیو تے شہر کے نزیک ایکن دوکان دار نال رہ کے رات دہنہنہ اس کو کم کرتو رہیو تے دھیاڑی دھیاڑی سکول پڑھتو رہیو۔

دینو: بچیا تیں سبق پڑھیو۔

لالو: خاباپ میں سبق پڑھیو۔

دینو: بچیا مہارے آیو تھواوہ جمالیوا دو کہے تھو جے مہارا اگما ہنڈی سکول مانہہ تعلیم پڑھیں تے ہشیار ہو گیا ہیں۔ ہوں تے پچ ہی خوش ہوؤ تھو میں کہیو مت توں بھی تعلیم پڑھ کے آیو ہووے گو۔ مگر توں کجھ سبق سبق کرے۔

لالو: ہیں باپ سبق تے تعلیم دوئے ایک ہی ہیں۔

دینو: گویا تیں سبق بھی پڑھیو تے تعلیم بھی۔ میرا ہُن دکڑا اٹھنڈا ہو گیا۔ تے بچیا تعلیم نہ کتنو مد ولگو؟

لالو: میں باپ دس سال پڑھ کے میٹرک پاس کی۔ تم نی میرو نا رکھیو تھو لالو تے ماسڑاں نے میرو نا عبدالرشید رکھیو۔

دینو: شکر ہے اللہ تیں میرو لالو اج سبد رشید بنا کے آیو نوں۔ اٹھ بچیا باہر زری چکی مانہہ بیساں تے اُتے ہی پچھے گل وی کراں۔

سین نمبر (۴)

جمالدین: اسلام علیکم مقدم صاحب

مقدم: وعلیکم سلام رے جمالیا تناں کس طرح اج یوہ راہ بھلیو رے۔

جمالدین: ہیں جی تابعدار فرتھہارے سوا مہارو ہور ہے ہی کون؟

ہنکدار: ڈھٹو جی ان کا پھیر مارنا، لاری، اوڈ، کیتری، گوڈی تے ہیجائی کے وقت ان

کی کتے بدھن پنہنہ ہوتی۔ تے کتے حاجت ہوئی۔اوڈھ ٹٹی وی آ قربان ہونویں۔ ہوں خدا کے قہروں نہ ڈروں تے اساں کے دیہ فیروں نا............۔

مقدم: آں ہاں واہ تے مناں بھی خبر ہےتوں ایاں ہی پٹن ہوؤ ہوں پچھوں توں تھوکت؟

جمالدین: جی میں کہیو اج مچ مدتوں بعد اُوہاں سکھنے ہتھ کیہڑے منہ جاؤں گو ہاں یوہ لیلوا یک بیچ کے تھوڑی جئی چاہ لیا آیو ہاں۔

مقدم: (ہتھ لکاتاں لکاتاں) ہوں تے یوہ کجھ پنہنہ لیتو ہوتو۔

چوکیدار: واں رے جمالیا یوہ کجھ ایہاں آن کے ہم ساراں نا گناہاں مانہہ نہ ڈوبیا کرواگاں۔

ہنگدار: کے کے رے چوکیدارا۔

چوکیدار: جی جمالیو مقدم صاحب نا چاہ دیئے۔

ہنگدار: واہ رے جمالیا بھلاوے لگ گیو رے۔ ہوں عمر قدیم توں پچھےان کو واقف آں یہ تے کدے بھی یہ کجھ لیتا ہی پنہنہ ہوتا۔

جمالدین: ہیں جی ہنگدار صاحب میں کہیو میری خوشی اگر لے لیئں۔

ہنگدار: ہاں تے اس طرح مرنا بول ناتے۔ لے لیو جی ہُن اس کی خوشی واسطے۔

مقدم: بچھارے جمالیا تناں کجھ کم رے۔

جمالدین: جی فرمہاراں کماں کو تم نا پتو ہی ہے آخر۔ میں کہیو اس مامدین کو کتے کجھ کرا چھڑتا۔

چوکیدار: اگے پچھے گردنال مانہہ کلا چکیا۔ واہ اوراں پراں پھرتا رہیں مامدین بالغ ہوؤ تے یوہ بھی ہتھیں لگو۔

ہنگدار: (مشکتاں مشکتاں) میں بھی سوچیو جنوں سکھلیں لیکھیں ایہاں کوناں کدلیا۔

مقدم: (روپیا گن کے واپس منہ پر ماریا) کے؟ ناطو؟ ناطو؟ واہ رے جمالیا ناطو۔

یہ ناطا تم نا ات تک آن چھڑلیا پنہنہ تے تم گھمان ہوویں۔

جمالدین: جی یوہ سورو پیو ہور آئینو تھو کھو جا واسطے یوہ بھی تم ہی لیو اللہ نا من کے مہار یاں غلطیاں درنہ جاؤ تے کجھ کرو!

چوکیدار: داں رے کھو جو کجھ مقدم توں چڑھ کے ہے؟

ہنگدار: جمالیا۔ تیریں گل میرے اندر سٹ لا چھڑیں۔ سوچ داں نحسا اس کھو جا جیا نا تیں کتنی رقم دتیں ہوئیں گئیں؟ تے داں ثابت تے کرنا مقدم صاحب ہوراں پر ایک لال پائی...............بے شر ما فر توں گل کرے۔

مقدم: بچھارے جمالیا تنا کتے کائے گدری نظر ما نہہ ہے رے۔

جمالدین: ہیں جی تھہاراتوں کیہڑی جا چھپی وی ہے تم آپے کتے کہن کہان کرو۔

چوکیدار: جمالیا مقدم صاحب ہوراں توں تے جا کائے بھی چھپی وی پنہنہ پر تیرا پوت کا ناطا واسطے مت یہ بوئے پھریا۔

مقدم: نہ رے توں وی تے بول نا آخر تیری نظر کت ٹکے؟

جمالدین: ہیں جی پار فر دھی ہے اس دینا کی بھی تے اگے فر مرضی تھہاری۔

مقدم: کیہڑو دینو رے۔

جمالدین: اوہ جی پار لوہ جھکھڑ نکا کو دینو جی ہنگدار صاحب۔

ہنگدار: مقدم صاحب دیکھو کیہڑا نحس کی گل آن ات چھیڑی۔

مقدم: اوہ منے گورے ہنگدارا، اوہ تے مناں ساراں بچوں اکڑ وجیو دسے۔

ہنگدار: ہیں جی اٹھے پہر گھر وٹھ چا ہڑی رہے تے اوہ نحس کد منے گو؟

جمالدین: داں ہنگدار صاحب تم بھی بچ سدھا ہیں۔ آخر مقدم صاحب ہوراں کو ہی صدقو دھیاڑ و دھیاڑ و نبھاوے تے بسیو کرے تے اس گل نا بھی رہن دیوان توں سوا اس واسطے ہور کون خولے شامیر آوے گو۔ تے پچھے من سے پنہنہ تے جائے گو کیاں؟

مقدم: بچھا فر دیکھ لیاں گا۔اس کی واہ دھی کسی جئ ہے۔ ہے کائیں لایق یا نہ؟

جمالدین: ہیں جی گوہا کی مٹھی۔ پانی کوڈولوتے گوگیں لان جگی بل ہے تے پنہنہ تے ہم نااس کولوں کیہڑا اجڑ سامانا ہیں؟

مقدم: (ذری اڑکے) داں رے چوکیدار اتوں دیکھ داں اوہ پاروں کیہڑو چلے؟

چوکیدار: (دیکھ کے فر) مقدم صاحب جی اوہ ہی ہے اوہ ہی اوہ دینو۔

مقدم: بل ہو گیو اس نا کہو مقدم تناں سدے۔

چوکیدار: او دینا، اورے دینا، اسے راہ آرے۔

دینو: اُو آ گیو رے۔

مقدم: بچھا رے جمالیا جسو ہی دینوات پہنچیو تے توں کھسک جائیے ہوں آپ اس نا طریقے طریقے سمجھاؤں گو۔

جمالدین: جی او آرہیو ہوئے گو ہوں چلوں مگر اللہ واسطے میر و دھیان ہی رکھیو۔

دینو: السلام علیکم مقدم صاحب۔

مقدم: اسلام علیکم۔ سنارے دینا سدان سواتوں ہُن آ تو ہی پنہنہ کبر بھی تے اتنو کے؟

دینو: ہیں جی ہم تھارا تابعدار ہاں جی تے فر گھر کو دھندو بھی نال ہی رہے۔

ہنگدار: ہیں جی مقدم صاحب کیہڑو آن گلیں لایو؟ آپ گمان ہون کو تے سوال ہی نہیں ہُن سیں پنہنہ تھا باہروں یوہ چوکیدار گڈراں نالوں چھل دیئے تھو تاں بھی اس نا گرین پنہنہ ہولے تھی۔

چوکیدار: اسکاں کناں مانہہ جے گردن مانہہ بھی کلو ہے آیو ؤواج سروں گردن وی نہیں مڑتی۔

مقدم: سنارے نہ کتے اوڈ مانہہ نہ لادی مانہہ تے نہ توں لیتری مانہہ آیو۔

سنگدار: ذری شرم رے بے شرما یاہ کہتو لیتری مانہہ آیو تھو واہ ہی ایک دھیاڑی تیں گن گن رکھی ہے۔

مقدم: دینا.........سنا تیرا اس لالا کو کتے کجھ اتو پتو۔

دینو: جی لالو اللہ نے کل آن پہچایو تے مہارے واسطے جس طرح نووَں چن چڑھ آیو۔

مقدم: آ رہیو رے شکر ہے رے۔

ہنگدار: ہیں جی مقدم صاحب ہم بڑاں بڈھیراں کی اللہ سنی تے پنہنہ اس نحس نہ اسا جگی قسمت کت تھی۔

دینو: ہیں جی آیو کے کانہہ کوا ولالو اوہ تے رشیدؔ بن کے آیو ہے۔

ہنگدار: اوہ کس طرح رے؟

دینو: کہہ جی میں پڑھیو تے ہوں رشید بن گیو۔

ہنگدار: ہیں جی میں بھی تھاریاں اکھاں اگے اس گھڑی پکی روٹی پڑھی پر ادبی بنگدار رہیو یوہ کہہ اوہ پڑھ کے رشیدؔ بن گیو۔

دینو: بڑا جی بدعتاں کے خلاف وعظ نصیحت کرے۔

ہنگدار: ہیں کی مقدم صاحب کیہڑو آن گلیں لایو؟ آپ گھمان ہون کو تے سوال ہی پنہنہ ہُن سنیں پنہنہ تھا باہروں یوہ چوکیدار گڈران نالوں کہل دیئے تھوتاں بھی اس ناگرین پنہنہ ہولے تھی۔

چوکیدار: اسکاں کناں مانہہ جے گردن مانہہ بھی کلو ہے آیو وَواج سروں گردن وی پنہنہ مڑتی۔

مقدم: سنارے نہ کتے اوڈ مانہہ نہ لادی مانہہ تے نہ توں لیتری مانہہ آیو۔

دینو: جی فرصت ہو کے اپنے دموں نہ اللہ نے کدے وی پنہنہ کرائی۔ ہیں جی ہنگدار صاحب کے ہوں لیتری مانہہ پنہنہ آیو۔

ہنگدار: ذری شرم رے بے شرم ایاہ کہتو لیتری مانہہ آیو تھوواہ ہی ایک دھیاڑی تیں

گن گن رکھی ہے۔

مقدم: دینا.........سنا تیرا اُس لالا کو کتے کجھ اتو پتو۔

دینو: جی لالو اللہ نے کل آن پہچایو تے مہارے واسطے جس طرح نوؤں چن چڑھ آیو۔

مقدم: آرہیو رے شکر ہے رے۔

ہنگدار: ہیں جی مقدم صاحب ہم بڑاں بڈھیراں کی اللہ نے سنی تے پنہنہ اس نحس نہ اسا جگی قسمت کت تھی۔

دینو: ہیں جی آیو کے کانہہ کو اولالو اوہ تے رشیدؔ بن کے آیو ہے۔

ہنگدار: اوہ کس طرح رے؟

دینو: کہہ جی میں پڑھیو تے ہوں رشید بن گیو۔

ہنگدار: ہیں جی میں بھی تھاریاں اکھاں اگے اس گھڑی پکی راٹی پڑھی پر اوہی ہنگدار رہیو یوہ کہہ اوہ پڑھ کے رشید بن گیو۔

دینو: بڑا جی بدعتاں کے خلاف وعظ نصحیت کرے۔

ہنگدار: اوہن بل تیریاں جڑاں ناداتیں لاوے گو۔ مت اس کا وعظ سنتو ہووے۔

مقدم: تناں پتو ہے رے میں توں سدایو کیوں؟

دینو: حکم کرو جی!

مقدم: پاروں آیو وہ تھو اوہ جمالیو۔ کہہ تھو جے اگر دینؔو اس اپنی دھی بنگی کو ناطو ماین واسطے چا دیتو آ۔

دینو: ہیں ہنگدار صاحب اوادو جمالیو تھو۔

ہنگدار: خارے تے ہور کیہڑ و جمالیو۔

دینو: ہیں جی مقدم صاحب او تھارے کولوں منگے میری دھی کو ناطو تے ایں وارہ

مانہہ مناں کے پچھو تم جے آپ محرم ہیں۔

مقدم: نہ رے آخر ماں باپ تے مالک ہویں نا آخر۔

دینو: ہیں جی ہم مایاں باپاں کا لک تم تے مہارو عیال تھارے توں کجھ دور ہے۔

ہنگدار: مقدم صاحب۔ کہیں ہونویں بلا کو بلو نہ تے متھا مانہہ ہوے ہی ہے۔ اس کو باپ جنتی بڑو صلح رحم تھو یاہ ایک گل ٹھا ٹھ جیا کی اسے پر کہی اس نے بھی۔

مقدم: پچھا فر توں دس مناں بھانڈو کے مقرر کراں؟

دینو: ہیں جی جے تم مناسب سمجھیں گا۔

مقدم: راں رے ہنگدار جمالیو کتے اور وپر وتوں کوڑ ودھر کتنو ہووے گو۔ سدھ استاں ایاں۔

ہنگدار: (بھوا مانہہ جاکے) او جمالیا! جمالیا! ایہاں مر ماتے۔

جمالدین: کے جی کے کجھ گل بات ہوئی؟

ہنگدار: سر تیر وہوؤ۔ پہلاں مناں کجھ دتو نہ۔ خالی ہتھ کدے منہ در جائے بھی میرے سواتے تھارو مقدم بھی کتے ہی پنہہ لگتو (گلاں ہی گلاں مانہہ بہنی کر لیئے)

جمالدین: (اندر آتاں) السلام علیکم دینا ادا............۔

ہنگدار: اوہ سلام پٹ گیو تھارا گھر تا۔

دینو: ہیں جی اج چج مدانا ملیا۔

ہنگدار: ہا گر کی پیو۔ چپ ہُن

مقدم: پچھا رے جمالیا اس کم واسطے میں دینو سدا یو تھو۔ تے توں دس تیرا گھر مانہہ تگمت کجھ ہے؟

جمالدین: ہیں جی مہاریاں تکتاں کو فر تم نا آپ پتو ہی ہے تے فر کم آخر نبھانو ہی ہے تے کراں گا کتے کجھ قرض لرض۔

مقدم: جمالیا دینو منے پنہنہ تھو پرلحاظ مانہہ پھس گیو تے نہ پنہنہ کرسکتو۔ ہُن دس فرماں شال مقرر کراں۔

جمالدین: کرو جی۔

مقدم: بچھا دل کے کنیں سن۔ مال بھانڈو چا دے دو ہزار نقد۔ منت کرکر یوہ دینو میں اتنا پر بھی آینو ہے۔ تے میری پگڑی کی سہل ہی ہے میں عمر واہ لالچ پنہنہ کی تے ہُن اج تناں لٹ کے مناں کے لیھے گو۔

جمالدین: ہیں جی جدتم کجھ پنہنہ کرتا تاں تے یوہ کم ہی مولوں پنہنہ بنن لگو۔

مقدم: ہنگدارا ہُن اس بھیٹرا کی رضا واسطے کیہڑ و زبان مگر وہ کرے داں توں ہی کجھ کر چھڑ۔

ہنگدار: رے جمالیا لو بنو اللہ اس طرح بھی دیئے ضرورت تے کجھ بھی پنہنہ، تھی پر جد توں سروں ہی جان دین لگو ہے تاں روپیو ہزار پگڑی وی چا دیئے۔

چوکیدار: یاہ گل کہئی میرا دل کی۔

جمالدین: ہیں وے دیناادا آخر اوہ بھی تیری ہی دھی کو گھر بنے کجھ انصاف تے کرنا آخر۔

دینو: اللہ نا من دے تے ان ہوتاں تو میری گل کو اڈیکو آن ہے ہوں اساں معاملاں مانہہ اس دھی کو لگوں کے۔ شکر کر شکر تے دعا کران سلکھنا نا عمر بھر جن نے اتنا پر کجھ یوہ لو موتا موجیو کر چھڑیو پنہنہ تے تیرے بھانے رشتہ داریں بنی کجھ گل کھیڈ ہیں اج۔

چوکیدار: مناں سہی ہووے جمالیا شاید تناں پنہنہ پچتو۔

جمالدین: مقدم صاحب عرض ایک تھی اگر مال بھانڈا مانہہ نہ تاں بھی پگڑی مانہہ تھوڑو مچ فرق کرو کیوں جے غربت ہے۔

مقدم: مناں یاہ پہلاں ہی دسے تھی سروں ہی ایا نو ہوں وی نہیں جے مطلب

کڈھ کے تھاریں پٹھی انگلیں تے غرض نہ ہوویں تے ہور ہوئے کے داں رے ہنگدار میں پہلاں ہی تنا کہیو تھوتے نہ ہوں کجھ منوں تھوتیں ہی پہلان وی کجھ کیوتے ہُن بھی توں ہی کجھ پٹھی پرت اس پرا گاں۔

ہنگدار: چلورے جمالیا تیری غربت درد یکھ کے چل ہزار بچوں بھی دسموں سوتناں ہی رہیوتے سوتے ایک بکری چادے۔

چوکیدار: واہ واہ واہ دیکھ رے جمالیا کتنو رحم کیو تیرے پر، دیکھایاں ہزار بچوں برابر سوتناں ہی چھوڑیوتے ہور بھی دسموں سو۔داں توں سوچ کت ہزار تے کت سوتے ایک بکری۔انصاف بھی تے اس قدر کے؟

جمالدین: ہیں جی آخر بڑا بڈھیرا فرآخرا سے کائیں واسطے ہوویں۔

ہنگدار: ایک گل ہور بھی سینئے۔ بھادرا کو مہینو وی دوئے باپ پوت ایاں ہی رہیواس طرح لوک سوچیں گا جے مقدم ہور اس نال ہیں۔

مقدم: بچھارے جمالیا یوہ سارو کجھ آن میرے حوالے کرتے بیگی نا تو ڈتے انے پلاں مانہہ لیتو چل۔

رشید: السلام علیکم مقدم صاحب!

مقدم: وعلیکم السلام۔

ہنگدار: یوہ کون رے دینا۔

دینو: یوہ جی میر واوہ لالو۔اوہ رشید جی۔رشید

رشید: باپ مناں ذری کم ہے تھہارے توڑی۔داں جمالیا چاچا تم بھی ایاں آووَری۔

ہنگدار: مقدم صاحب ڈھٹو ان پڑھیاں واں کو حال ڈھٹو نہ گل نہ بات۔

(دو جی جاجا کے)

رشید: جمالیا چاچا تم ات کے گل کرر ہیا تھا۔

جمالدین: یوہ دینو بھائی آپ دسے گو۔

دینو: بچیا یوہ جمالیوادو مہارے بیگی کوناطو آپناپوت واسطے سگن آیوتھوتے میں تے تیری ماں نے یوہ مشورو کر کے ایاں مقدم ہوراں کے چلایوتھوتے اوہ ہی فیصلو کرر ہیا تھا۔

رشید: پچھے مقدم صاحب نے کے فیصلو کیو۔

دینو: بچیا کے دسوں تناں تے پتوہی کے مہارودم ات پٹاوے تے ان کے سبیوں پٹے یہ مچ ہی رحم دل ہیں مہاراحق مانہہ مال بھانڈ ومقرر کیوصرف دوہی ہزار تے پچھے پگڑی ایک ہی ہزار فر جمالیاادا نے عاجزی جئ لائی تے ترس کھا کے فر فیصلو ہوؤ جے ہزار بچوں ہُن توں نوسورو پیو تے ایک بکری چادے۔وے جمالیاادا یوہ ہی فیصلو ہوؤے کہ نہ کجھ ہور۔

جمالدین: بس جی بس یوہ ہی ہوؤ ہے فیصلو۔

رشید: ہے ہے خدا کیو بندیو دنیا بدل گئی ہے پرتم سدھاسادھا حالاں پرانی ہی خواب دیکھیں۔

دینو تے جمالیو دوئے بولیں: نہ وے نہ۔نہ نہ ہ نے تے ادلو بدلو پنہنہ کیو۔

رشید: خدا کیو بندیو ہوں کہوں دینو مانہہ تبدیلیں آ گیئں لوک چن پر جا پہچیا۔

دینو: داں پوت توں باہر رہیوصرف لوک چن پر چڑھ گیا مہارو کمال توں کسے مجراہی مانہہ پنہنہ لیتو۔ ہیں وے جمالیاادا تیرے سامنے دیکھ ہوں اس دھیاڑے بیسا کی چوٹی پر پنہنہ چڑھیوتھو۔

جمالدین: خاوے خا۔ہُن اس ناپتوہی کے ہے بچارانا۔

رشید: باپ ہوں تم نامختصر کہوں تم نے حالاں یہ دھی بہن بھیڈ بکریں ہیں سمجھیں ویں ذری سوچو تے سہی ناخدا کیو بندیو بہن میری تے چکامکا مقدم کے گھر یاہ کت کی اندھیری ہے۔

دینو: بچیا مالک جے مقدم صاحب ہے۔

رشید: تم چپ چاپ آپنا کرن پر صبر شکر کر کے گھر جاؤ بہن کو نا طو ہوں مادرین واسطے دواؤں گو بغیر روپیاں نال تولن توں۔ تم چلو تے ہوں مقدم صاحب نا جا کے ذری ٹھنڈو کروں۔

دینو: بچیا ہوش تے ہوش کریئے اُت مت کوئے مارے کہ۔ نالے کھو ہر واُن نال نہ بولیئے۔۔۔۔۔۔ستم پچھے عمر کو میرے واسطے رہ جائے گو۔

رشید: تم فکر نہ کروتے چلو........ہوں وی چلیو۔

رشید: مقدم صاحب تم نے یوہ کے قصایاں آلو کم مچایو ہے۔ لوکاں کین دھی بہن بھیڈ بکریں سمجھی وی ہیں بے خصمی۔

مقدم: داں رے نکا میں کے کیو؟

ہنگدار: مقدم صاحب میں پنہنہ پہلاں ہی کہیو تھو۔ پڑھیاں واں کو حال کس طرح ہووے تم چپ کرونوں ہی تے آخر رشید بن کے پنہنہ آیو اس نا ہوں سمجھاؤں گو..........بچیا کے جمالیا کولوں تیری پڑھائی واسطے تیرا باپ نا رو پیو سو لے دتو واہی غلطی کے ان پر چڑھ گئی۔

رشید: ہنگدار صاحب ہمنا اساں روپیاں کی کجھ ضرورت پنہنہ۔ مہاری بہن کو گھر بٹھوتے مہارو گھر لکھ وار بٹھو ہے نالے ہوں حلال کی کمائی بچوں وی پڑھائی اتنو کجھ کڈھ لیوں آئی۔ ہوں تم نا آپنے واسطے ہی پنہنہ کہتو بلکہ تم کسے کی دھی بہن نا نہ بیچو بٹاؤ۔

مقدم: داں رے نکا۔ بارسٹر بن کے آ گیو ہے۔ پولیس چاڑھ کے ریمانڈ کراؤں گو واہ جیہڑی کدے وی یاد کرے گو تے دینا توبہ پڑھے گی۔

رشید: مقدم صاحب ہوں سدھا راہ پر آں پولیس مناں کے کریں گی واہ ریمانڈ کرے گی تم نا۔

ہنگدار: نکا نکا منہ سام ذری ان اگے بڑا بڑا لوک اچیں پنہنہ بولتا۔ ہوش کرمت توں الٹو ہوجائے۔ ہوں وی گراں مانہہ موہرلا تے چپراسی کے نال نال ہوؤں مت کتے تناں الٹو تم چھڑوں۔

رشید: ہنگدار صاحب موہرلا کے اگے توں کتا ڈکتو چلے تے ہور رعب دسے۔ دو قدم اگے چل کے ہُن تم مختصر سنو۔ تم اس اندھیرا مانہہ ان ساراں لوکاں نا نہ لٹولٹاؤ۔ تے۔ نالے اندھیرا بچوں باہر آ کے ذری لے دیکھو ہور دینا کے کر رہی ہے۔

حسن پرواز کسانہ

پیدائش: 7 جون 1961ء درابہ کھیت پونچھ

حسن دین پرواز نا دُنیا، ریڈیو کشمیر جموں توں نشر ہون آلی صاف ستھری تے ٹھیٹھ گوجری زبان کا حوالہ سنگ جانے۔ جت ویہ پچھلا بیہہ سالاں تیں گوجری شعبہ مانھ اناؤنسر کی حیثیت نال قوم تے زبان کی خدمت کریں لگا وا۔ پونچھ کی ادب خیز دھرتی کا اس سپوت کو جنم ۱۹۶۱ء مانھ سرنکوٹ کا علاقہ درابہ مانھ حاجی جمال دین ہوراں کے گھر ہویو جہڑا بعد مانھ ہجرت کر کے راجوری کا علاقہ گراتی مانھ آباد ہو گیا وا ہیں۔

پونچھ کالج تیں بی اے کرن تیں بعد کُجھ عرصہ واسطے محکمہ تعلیم مانھ اُستاد کو فرض وی نبھایو پر جلدی ہی ریڈیو کشمیر کا گوجری شعبہ مانھ آ گیا۔ تے اتے ملازمت کے دوران اُردو مانھ ایم اے کی ڈِگری لئی۔ سانجھی دھرتی سمیت ریڈیو کشمیر جموں تیں تیار تے نشر ہون آلا کئی معیاری پروگراماں ماں اُن کی محنت تے خلوص کو اعتراف گوجری سُنن آلا اکثر کریں۔

گوجری مانھ لکھا پڑھی آلے پاسے تھوڑا چر کیرا آیا ہیں پر ویہ اُن گنیا وا خوش قسمت لکھاڑیاں وِچوں ہیں جن کے بارے 'دیر آید، دُرست آید' آلی گل سچ تے صحیح ثابت ہوئے۔ بیہہ سالاں تے گوجری کا ادب تے ادیباں سنگ پیار نال اُن کی لکھتاں مانھ فنی مہارت بڑی جلدی آ گئی ہے۔ گوجری مانھ اُنھاں نے تھوڑی مُچ شاعری وی کی ہے پر اُن کی اصل پچھان اک سنجیدہ محقق کے طور پر

ہے۔ اُنھاں نے پچھلا سالاں مانھ کئی تحقیقی مضمون گوجری ادب کے حوالے کیا ہیں۔ پونچھ کا جم پل، راجوری کی جوانی تے جموں کا ادبی ماحول کو اثر اُن کی زبان تے تحریر مانھ باندے با چھٹر نظر آوے۔ گوجری ڈراماں، لکھن تیں علاوہ انھاں نے اجکل ترجمہ کو میدان ملیو وو ہے۔ انھاں نے مولانا شبلی نعمانی کی مشہور کتاب 'الفاروق' تے مولانا عبدالمالک چوہان کی کتاب 'شاہان گوجر' کو گوجری ترجمہ کیو ہے، جنکی اشاعت کلچرل اکیڈمی نے کی ہے۔ اس توں علاوہ انھاں نے گوجری کا مشہور مزاحیہ شاعر مرحوم نذیر حسین نذیرؔ ہوراں کو سارو کلام ترتیب دے کے کلچرل اکیڈمی تے شائع کروایو ہے تے اجکل مہاتما گاندھی کی خودنوشت کا گوجری ترجمہ تیں علاوہ 'قمر راجوروی' پر تحقیق کریں لگا وا

گوجری تحقیق مانھ جے خلوص تے محنت کو سلسلو جاری رکھیو تاں حسن پرواؔز ہور مستقبل کا گوجری لکھن پڑھن تے تحقیق کرن آلاں واسطے کسے بڑا احسان کی صلاحیت رکھیں۔

ڈرامو:

ککھاں گی کلی

حسن پرواز

پہلو سین

(مھیساں کو رنگاٹ)

کالو: صوبہ بھائی السلام علیکم

صوبو: وعلیکم السلام۔ سُنا باقی اج رستو کیاں بھل گئیو ہے۔ مجبوری ورنہیں گئیو۔

کالو: ساری عمر روڑی کٹتاں تے گینتی مارتاں گزار چھوڑی اور، یوہ پیٹ ہے نا، بڑی ڈونگی کھات ہے۔ بھرن نہیں ہوتو تے فرجت اٹھ کھات ہویں اُت یاہ نمانی جندڑی کے پوری لاوے گی۔

صوبو: کالو بھائی تیں نکا پڑھا گے ساری کمائی سونو بنادتی۔ بڈیرو خرسنگ خاصو پڑھ گیو ہے۔

کالو: ہاں فرید۔ فرید ہُن شہر کسے بڑا اسکول ماں داخلو لین واسطے کہہ۔ خورے کالج شالج ماں مھاری بلا جانے خورے کہہ ہوے

صوبو: اچھا اچھا یاہ ہی لائقی ہے۔ ور بھائی کالو شہر ماں گدراں کی چال بدل جائے۔ گھر جوگا نہیں رہتا۔ پرائی مجلس اپنو گھر چھڑکا دیں۔

کالو: یرا صوبہ بھائی اپنا جوگا ہو جائیں بس اسے ماں خوشی ہے تھارو اللہ نگہبان ہے۔ بس فرید پڑھ کے ماشٹر لگ جا تو آتے میرا ان ہڈیاں ور چم مول آتو آ۔

صوبو: سارا ماں باپ یوہ ہی ارمان رکھیں۔ یرا کون نہیں چاہتو جے اُسکی اولاد سُکھیا رہ .....نہ...اسے واسطے اتنا قضیا پوٹیا ہیں۔ آپ ادھی وی ملے یا نہ ورنکاں کی تس بھکھ نہیں جھلن ہوتی یوہ کالجہ کو سیک ڈاہڈو ڈم لاوے۔ یہ سارا بھوگن بھوگناویں، صرف اک آس واسطے۔ کہ اولاد بڑی ہو کے بڈھیواں کو سہارو بنے گی۔ ور بھائی..

کالو: ہاں ہاں بھائی صوبہ ہوں تیرو درد سمجھوں آں۔ تیں مُچ قضیاں نال اپنو نکو پڑھایو تھو وراج وی مھیساں کو گھاہ پچھو نہیں چھوڑتو۔ سُکھ دیکھن واسطے دُکھ پوٹیا اور اس اولاد نے کنڈ موڑ چھوڑی۔

صوبو: کالو بھائی، شابسکاراں کو قرضو اجاں میرو پچھو نہیں چھوڑتو محنت مجتاجی کنی، لیتری لہاڑا کنی، لکڑی ڈھوڈھو کے مونڈاں دروں چم وی لہہ گیو، مال بچھو وی لادتو، وراجاں مول اُتے کو اُتے ہی ہے۔

کالو: نہ تنتے ڈھوہی نہ ٹھنڈے، نہ کروتے مقدماں تے شابسکاراں کا ہالی مانجھی۔ تے ساری عمر اپنو پھرنو ساڑنو پے۔

صوبو: ہالی مانجھی ہوتا تے کوئے او کھے ویلے کم آتو۔ پیسہ چار تے ملتا رہتا، ورہُن نہ تھن ماں تے نہ کوری ماں۔ پوت پڑھایو تھو سُکھ واسطے ور وہ دور کنی کنارے اپنی شہرن میم نالے گے سب کجھ بھل بھلا کے بیٹھو وہے۔

حاکم بی: او سلیم گا باپ مھیساں نا کھولن گئیو تھو آپے بدھے گیو کس کے نال روہڑیا کرن لگ گیو ہے۔

صوبو: تیری اکھاں کو لئو وی گھٹ گئی ہے۔ کالو بھائی نا نہیں سیان سکتی۔

حاکم بی: حلا، حلا۔ یوہ چٹ کا پڑیو کالو ہے۔ میں سوچیو شاہ نے کوئے قرض وصولن لوڑیو ہے۔

کالو: السلام علیکم بھابی۔

حاکم جی: وعلیکم السلام کے حال ہے بھائی تیرو بال بچو بل ہے گھر ماں سب خیر سُکھ ہے۔

کالو: سب اللہ کو ترس ہے۔ جہڑی گھڑی نکل جائے سو سو شکر تھوڑا مچ دُکھ تکلیف تے مھارا پرانا سنگی ہیں۔ یہ مھارو کھیڑو کد چھوڑیں۔

حاکم بی: اللہ رحم کرے۔ مچ گزر گئی تھوڑی رہ گئی یاہ وی جسر اکسر اگزر جائے گی۔ رون دھون نال کجھ وی نہیں بنتو۔ اپنو ہی اندر ساڑنو ہے۔ سلیم کا باپ نا کتنی وار کہوں آں۔ زخماں دروں کھونڈ نہ پٹیا کر۔ وریوہ تے زخماں کو وی بیری ہے۔ مولن ہی نہیں دیتو۔

کالو: نہ بھائی۔ بڑو صابر جنو ہے۔ مھیساں نال رہ رہ گے اس کو کالجو مھیس جتنو ہے۔ زندگی ماں ٹُھہلا کھا کھا کے اک ککھاں کی کلی بنائی تھی ورواہ وی پوت کی بے مروتی گا جھکڑ نے بڑھیواں ماں ڈھاہ چھوڑی۔ ہور کوئے ہوتو آ کد گو منجھو پکڑ یو ہوتو آ۔

حاکم بی: اسے واسطے کہوں اں رون دھون نال لکھ نہیں بنتو۔ اپنا اپنا نصیباں کا لیکھ پوٹنا ہیں۔

صوبو: توں کہڑی صابر ہے۔ ساری رات پاسا پرتتی رہ، ہائے میرو سلیم۔ کہڑا پوریاں نال پالیو تھو۔ وراج میرو دودھ وی یاد نہیں رہیو۔ پرائی گھر آنی اماں بیگانی ہو گئی، چھوڑ چھوٹھا سہاراں نا۔ جا اندر جا گے چاہ کی پیالی بنالیا۔ جنو کدے جائے تھو ہمنے اپناں سیاپاں کی کہانی لالی۔

حاکم: اے ہُن لیائی۔ چاہ تم اجڑ توڑی تھلا ور بیس گے گپ شپ مارو۔

صوبو: سدھی سر کھپائی ہو گئی ہے۔ بس توں بلیار کر۔ چنگی جئی چاہ تے مک گی گو گی مکھن ماں کٹ گے لے آ۔

کالو: صوبہ بھائی! اللہ نے تناں نیک بیوی دتی ہے ورنہ اس بڑھیواں ماں یوہ آپسی تھواق (اتفاق) محبت کس نا نصیب ہوئے۔

صوبو: اد بھائی یاہ میری ہمت نہ بدھاتی آ تے پتو نہیں کد گو مناں مٹی ہیٹھ لمی نیند سُتو دو ہوتو آ۔

حاکم بی: (بھانڈادھوتی) نہ کیوں سون لگو ہے۔ اجاں مساں دیہنہ لال ہووَ ہے۔

صوبو: نہ چلئے۔ ہوں اس سون کی گل نہیں کر رہیو۔ کجھ سوچ سمجھ کے گل کریا کر۔

کالو: صوبہ تھائی چھوٹیں کس کاٹھ ہیں۔ کوئے لاگ ساگ لائی وی یا نہیں۔

صوبو: ہاں بھائی۔ اس دودھ نال، ہی تے لون چاہ ٹُرے لگو دو ہے دو جھوٹیں لائیریں ہیں تے اک سون آلی ہے۔ وران گی سا ہم بڑی اوکھی ہوگئی ہے۔ ان کو گھاہ پتر، گوہ مانجھوھن دھیاڑے تیں دھیاڑے اوکھو ہوتو جار ہیو ہے۔

حاکم بی: اے لیئو چاہ۔ چوری کٹ گے آنی ہے۔

صوبو: چلو کسے گے بہانے اج ہم ناوی چوری چکھن واسطے مل گئی۔

حاکم بی: بس تم آ گیا نا اپنی حرکتاں ور، ہوں پچھلاں گے نہیں ٹور تی رہی۔

صوبو: (ہاہاہا..............ہستاں واں) تناں لہر ماں دیکھ کے میرے اندر ٹھنڈ یار پے جئے۔ میرا سچ ور تناں بڑی چڑاوے۔

کالو: اچھا بھائی صوبہ چاہ تے پی لی ھن ہوں اجازت چاہوں گو۔ مناں تھوڑ و ٹھیکیدار نال کم تھو چر ہو گیو ہے۔

صوبہ: کے کدے میٹ بنن گی شوق تے نیں آئی۔

کالو: نہ یرا۔ کجھ پیساں کی لوڑ تھی۔ نکو فرید شہر جار ہیو ہے۔ اُس کا داخلہ واسطے لوڑیں تھا۔ آپے مک جائیں گا۔ مزدوری تے ہوں کروں لگو دو۔

صوبو: اچھا اچھا۔ لمیریں لمریں قدمیں جا۔ لوڑ کے ویلے یہ لوک گھر نئیں لبھتا۔

کالو: اچھا فر خدا حافظ..................

موسیقی

دوجو سین

فرید شہر ماں داخل ہوجائے۔ ایکدن پارک ماں بیٹھووی ہوے ریڈیو ور چل رہیا اک گیت نا سُن کے غمگین ہوجائے

سلیمہ: فرید کن خیالاں ماں گم سم ہے تن تنہا ان بدلاں نا کیوں گھورتو رہ۔

فرید: نئیں سلیمہ۔ ہوں ایکلو کد ہوؤں آں۔ میرا سنگ اتنی یاد پلو پکڑ کے ٹرتیں رہیں۔ یہ بدل ہیں نا۔ یہ میرا گراں دا ہروں ہو گے آیا ہیں۔ یاہ ٹھنڈی فضا اُن ماہلیاں وروں ہو کے آوے جت میں نکاں ہوتاں مھیس چاریں ہیں۔ اُن تلاں تے شنگراں کی یاد ہمیشہ میرے سنگ آوے۔

سلیمہ: اوہو............فرد یہی مھیس، مھیس۔ات مھیس نئیں ہیں انساناں گی بستی ہے۔ ویہ ہی جیتا جاگتا انسان۔ خاباں گی دنیا وچوں باہر نکل کے اپنے چوفیری دیکھ۔ پتھراں تے کنڈاں کی یاداں تیں خلاصی پا۔

فرید: سلیمہ تیرے واسطے یہ کنڈا ہوسکیں کیوں جے توں تے شہر ماں بڑا لاڈ پیار ماں پلی ہے۔ پکھاں کی ہواماں لوری لین آلی نا سر سبز تلاں تے ماہلاں کی صاف شفاف فضا کو کے علم ہو سکے۔اب روز گڈیاں گی ٹریں ٹراں کناں گا پردہ پھاڑ چھوڑے نہ دھیاڑی گو آرام تہ نہ رات کو سکون۔

سلیمہ: فر سکون کت ہے؟

فرید: اُن اُچی ماہلاں تے نیلی سرب وادیاں ماں، جن گو قدرتی حُسن اکھاں کو ٹھنڈ یار ہوے۔شہراں گی یہ بناوٹی پارک اُن کو سپر نگ وی نئیں۔صاف شفاف تازہ تے ٹھنڈا چشمہ تعریف گا محتاج نئیں ہیں۔ ور تم کے جانیں ان گلاں نا.............

سلیمہ: ٹھیک ہے ہوں منوں آ جے یہ ساری خوبیں تیرا گراں ماں موجود ہیں، ور اٹھو

پہراں خاباں ماں غرق رہن نال کشتی کنڈ ھے نہیں لگتی۔اس گھمن گھیر وچون باہر نکل کے اپنا مقصد نا پچھان۔

فرید: ان یاداں گے سہارے تے میں اس کوفت ماں اپنا آپ نا جیتاں رکھیو دو ہے ورنہ اس نفس پرستی تے مادہ پرستی گی حوس گی دوڑ ماں کد گوا اپنا آپ نا بھل گیو ہوتو آ۔سلیمہ لعلاں گی قدر صرف جوہری ہی جان سکے تے پُھلاں کی قدر صرف بھور ہی جانیں لُدریں نہیں۔تیں دیوبلتو دیکھیوا ہے نا پتنگو کسرا اپنی جان قربان کردے کیوں جے اُس گی واہ دنیا ہےاور وہ اُسے ماں خوش رہنو چاہوے۔

سلیمہ: فرید، ہوں وی اس قدرتی حُسن کی شیدائی آں۔ہوں ان نظاراں نا نیڑے تیں دیکھنو چاہوں تے ہمیشہ ان کی جھولی ماں زندگی گزارنو چاہوں۔ور یوہ کس راہ ہو سکے گو۔

فرید: اس ماں کے مشکل ہے تیرا جیسی امیر باپ کی ایکلی دھی نا جد جی چاہوے اپنا دل کی تمنا پوری کر سکے۔

سلیمہ: ور ہوں وی ان نظاراں کی رانی بنی چاہوں آ چکور بن کے اُن جنگلاں کی خوبصورتی نا نزدیکوں دیکھنو چاہوں۔اور یوہ تدھ ہی ہو سکے جد توں میری مدد کرے گو۔توں خاباں کی دنیا وچوں باہر آ کے حقیقت ماں بستی بساوے گو۔

فرید: ہوں تیرو مطلب نہیں سمجھیو۔توں کہنو کے چاہوے سلیم

سلیمہ: اتنو بھولو نہ بن فرید۔میری مجبوری نا سمجھ،میری زندگی کی کھلی کتاب کا ورقا تیری اکھاں اگے ہیں۔انھاں نا پڑھ فرید۔

فرید: توں جھلی تے نہیں ہوگئی کہ ڈھاکا پڑھاوے تیری گل کجھ میری سمجھ ماں نہیں آوے کرتی۔

سلیمہ: فرید کئی وار میں اپنا دل کی گل کہنی چاہی ور توں ہمیشاں ٹال جاتو رہیو ہے۔ور اج ایسو نہیں ہوے گو۔اج ہوں اپنا دل وروں بھار ہوتو کروں گی میرو ودھیاڑی کو

سکون تے رات کی نیند حرام ہوگئی ہے تے اس کو ذمہ دار توں ہے۔

فرید: کے مطلب

سلیمہ: فرید کیا ہم اپنا خواباں نا حقیقت کو روپ نہیں دے سکتا

فرید: (ہاہاہا.................) ککھاں کی کلی کا بسنیک محل کو خاب نہیں دیکھتا۔ ورہاں توں دیکھ سکے تیں کدے زمین آسمان نا ملتاں دیکھیو ہے، کدے وی نہیں۔ کیوں جے ایسو ممکن ہی نہیں توں آسمان ور ہے سلیمہ تے ہوں زمین ور اک ڈونگی کھات ماں۔

سلیمہ: ٹھٹھا نہ کر فرید۔ وہم پرستی تیں باہر آ۔ جہالت کا زمانہ کی گل نہ کر۔ ہم دوئے پڑھیاں لکھیاں آں۔ چنگی نوکری مل جائے گی تے فیر یوہ سارو اندھیرو چانی راتاں ماں بدل جائے گو۔

فرید: پول لاگے مخملی فرشو نہیں ٹریو جا سکتو سلیمہ۔
پنگوڑا ماں لوری کے گے پلن آلا، پتھریلا رستاں ور نہیں ٹر سکتا۔ ہم دریا کا ویہ رو کنڈھا اں جہڑا کدے وی نہیں مل سکتا۔

سلیمہ: پتھراں ماں رہن نال انسان پتھر نہیں بن جاتو۔ توں کنڈاں کی گل کر کے میرا دل ماں چوبا نہ دے۔ شہر ماں پلن آلی یاہ سلیمہ تناں گراں کا ماحول ماں رہ کے دسے گی۔

فرید: عملی زندگی بڑی مشکل ہوے۔ کہن تے کرن ماں بچ فرق ہوئے۔ تناں میری ککھاں کی کل ماں کدے وی نیند نہیں آسے۔

سلیمہ: ہوں سب کجھ سہہ لیوں گی۔ اپنا آپ نا بدل لیوں گی۔

فرید: میرا بڈھڑ ماں باپ کی کھنگ تناں تیر ہاروں لگے گی۔ ہر چیز تناں اوپری لگے گی۔ پچھتائے گی توں۔

سلیمہ: بس کر فرید۔ ہوں موم کی گڈیا نہیں۔ انسان ہاں انسان۔ میرا سینہ ور کھو رابطہ نال مرچیں نہ پیس (روتاں واں) تیری گلاں نے پہلاں ہی ساڑی وی آ، ہور نہ ساڑ۔

فرید: اچھا اچھا ٹھیک ہے۔مناں کجھ مہلت دے۔سب ٹھیک ہو جائے گو۔ہوں اپنے گھر اپنا ایک دوست ہتھ سنیو دیوں گو۔

سلیمہ: سچ مناں اپنا کناں وریقین نئیں ہورہیو ہے۔

فرید: بالکل سچ۔

تیجو سین

کالو: فرید تیرو دوست رشید آیو تھو۔وہ کجھ کہہ رہیو تھو۔کیا یوہ سچ ہے۔

فرید: جی ادا۔وہ ٹھیک ہی کہہ تھو۔سلیمہ بے شک بڑا گھر کی ہے در تھاری خدمت گزار ہوے گی۔

نوراں: فرید بچہ او کھاں پہڑاں ورقدم سوچ سمجھ گے ہتھ نئیں آسیں

فرید: نہ اماں میں سب کجھ سوچ لیو۔تم کیوں ڈریں۔

کالو: نوراں توں کیوں ارار پار گی مارتی رہ۔کدے تے کائے عقل کی گل کریا کر۔

نوراں: ہوں ڈروں آں کہ بھائی صوبہ گا سلیم ہاروں فرید وی کدے

کالو: نہ نہ پہاڑی گل زباں ور نہ آنیئے۔مھارو فرید لکھاں ماں اک ہے۔اس نا مھارا مصیبتاں گا دھیاڑ ایاد ہیں۔ہوں بھلک ہی شہر جاؤں گو۔اپنا فرید گو گج بج گے بیاہ کراؤنگو بس اج تیں بیاہ تیاریں شروع۔

چوتھو سین

(گراں کو ماحول...............)

نوراں: (تندور روٹی لا رہی ہوے....................)

سلیمہ بچی داں چھنجی دیئے روٹیاں واسطے۔

سلیمہ: ہُنیں لیائی اماں

نوراں: بچہ گلیں لکڑیں ایں نا۔ دھواں نال اکھانی ہوگئی ہیں توں اس قضیاتیں دور رہیا کر۔ جدتوڑی ان اکھاں ماں لُو ہے ہوں آپ بناؤں گی۔ ہاں کدے بہاری روٹی پانی کرلیا کہ۔ میری مچ ساریں شریکنیں ہیں نا۔ کہیں شہروں گدری آن کے پیڑھا وربسال چھوڑی۔ کوئے کم ہی نیں آتو۔

سلیمہ: اماں یہ گوانڈن اسے راہ ٹمکی لاتیں ہیں۔ ان کی گلاں اور دھیان نہ رکھیا کرو۔ تھاری اکھاں اگے سکولوں مُڑ گے ہوں وی لگی رہوں آں۔

نوراں: ہائے بچہ ہوں کدکھوں آکے توں نکمی بھیٹی رہ۔ سویلے کنگوشیشو کیو تے سکول چلی گئی اتے فرتھکی ٹُٹی وی آگے توں کروی کے سکے۔ اب کہڑو وچ کم ہے بس بادلی وروں پانی آنو۔ مھیساں گی بانڈی وچوں مانجھو پھیرنو تے گھاہ ہوں آپے گھلوں آں۔

سلیمہ: اماں ہوں بلیس بلیس سارا کم سکھ لیوں گی۔ تاں جے جس دھیاڑے فرید شہروں آوے ہوں مانجھو پھیرتی ہووں تے۔

نوراں: نہ تے فرید کہ کسرے گو۔ توں دنیا گی پہلی بہوتھوڑی ہے جہڑی یہ کم کرے ھن اس گا کن نہ بھرن لگ جایئے۔ پوراچواں مہنیاں بعد وکالت تیں آوے گو۔ اتاں ہی رواس پٹاس شروع کردیئے۔ ہوں تے تناں سکھ مت دیوں آں ورتم شہریاں نا مھاری گل سمجھ ماں کدآنویں۔

سلیمہ: اماں تم گلاں نا ایویں پٹھو رنگ دین لگ پیئیں۔ سدھی کھووں تے اُلٹی سُنیں۔ تھاراجنگ گی کروتے ٹنڈ وروپٹن لگ جائیں۔

نوراں: ہاں، ہاں۔ ہلوں تے ڈوری آں۔ تیرا چار کن ہیں توں مناں سکھان آئی ہے۔ آن دے اج فریدنا۔ ہوں پہلاں ہی کھوؤں تھی ورمیری سُنئے کون؟

سلیمہ: کہہ کہیں تھاتم۔ میں کہڑ وڈم لا چھوڑیو۔

نوراں: اجاں فرق باقی ہے۔ پچھلا چھ مہیناں تیں ہوں تیرا نخرا سہتی آئی آں۔

فرید: (اچانک داخل ہوے) اماں، سلیمہ یاہ کے چچول پائی ہوے کے گل ہے۔

نوراں: پچھُ اپنی اس لاڈلی نا۔ کم گو کہ کہہ چھوڑیو کے ڈنگ مارن لگی سپنی کدے گی۔

سلیمہ: اماں! میں کس ناڈنگیو ہے۔ کائے بچ آلی لیانی تھی۔

نوراں: تیرا ماں باپ نے تناں کجھ نئیں سکھایو۔ پچ نئیں پیسہ گو گل ہیں مھارانیاں جسیں۔

فرید: اماں خدا کے واسطے مناں وی کجھ دسو گل کے ہے۔ ہوں یوہ کجھ دیکھن نئیں آیو۔ تمنا ہو کے گیو ہے۔

نوراں: میرو دماغ پھر گیو جھلی ہو گئی ہوں پاگل خانے داخل کراؤ مناں۔ اج فیصلو ہو کے رہ گو۔

کالو: کے فیصلو کر رہی نوراں اج، کے گل ھے۔ تم سب کیوں بسو نگر گے کھلا ہیں۔

نوراں: مناں پاگل خانے لے جار ہیا ہیں۔ ہوں ماں نئیں دشمن آں ان گی۔

کالو: فیرید گل کے ہے مناں وی تے کجھ دسو۔

فرید: ادھا ہوں وی مساں پجُیو آں۔ ورات کوئے دسے تے پتو چلے۔

نوراں: آہا۔ جس راہ تناں کجھ پتو ہی نہیں سب کجھ چٹھی ماں لکھ سُناتی ہوے گی۔ پتو نیئں کے کے اُلٹ پٹنگ لکھتی رہی ہوے گی۔ یاہ ڈین اے ڈین۔ مھارا گھر نا اُجاڑن آئی ہے۔

کالو: غصہ ماں چپ کر کم بختے ہمیشہ چچول کرتی رہ، سلیمہ توں دس کے گل ہے۔

سلیمہ: ادا کجھ وی تے نئیں۔ بس میں اتنی گل کہی تھی جے ہوں مانجھو بہاری سب کجھ سکھ جاؤں گی تے فر فرید نا دسوں گی جے ہوں یوہ سب کجھ کر سکوں آں۔

نوراں: آہاہا۔ بڑی معصوم ہے توں۔ گڑلمی زبان ہے تیری کا گاں ماں کوئل۔ پچ نخرا سہہ لیا۔ میرا جنوں اجاں ٹٹا نئیں۔ مناں اپنی قسمت سہی تھی۔

سلیمہ: (روتاں واں...............) اچھا اچھا میرو قصور ہے ہوں ہی مُنہ کالی تھارا اور نحس

آئی آں۔ میں اکھیں دیکھ کے زہر موہر دکھالیو ہے۔

فرید: اماں سلیمہ ایسی لڑکی نئیں ہے ضرور تمناں کائے غلطی لگی ہے۔ سب کجھ ٹھیک ہو جائے گو۔ بھلک ہم دوئے شہر جاں گا۔ دیکھ نا چھ مہیناں ہو گیا اس نے ماں باپ کو منہ نئیں دیکھیو۔ شریک لوکاں کی گلاں ور کن نہ دھریا کرو۔

نوراں: ہاں، ہاں قصور تے میرو۔ لے جا شہر بسال کے کے محلاں ماں۔ میر انفس کو میرو دشمن ہوں تے پہلاں پٹوں تھی۔ کُوی بہتاں بیابتاں گدراتوں وی جاں گا۔ پرائی ماں کی کدسکی ہوئی ہیں۔

فرید: اماں خدا کے واسطے اسو نہ سوچیا کرو۔

نوراں: بس بس بچہ۔ اس نااللہ موڑ کے نہ آنے۔ تیرو دل کیو تے آجائے ور۔

فرید: اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ تم آرام کرو۔

پنجمو سین

مھیساں کا ڈھاراماں دوئے بڈھیڑ بیٹھا واپار گلی درد یکھتا رہیں.................)

کالو: آہا یہ دھیاڑ اوی دیکھنا تھا۔ اج پورا دس مہیناں ہو گیا۔ میرو فرید نئیں آیو۔

نوراں: ہُن ایاں کاں نا آوے گو۔ صوبہ بھائی کو سلیمہ کہہ تھو جے سلیمہ کو تبادلو شہر ماں ہو گیو ہے تے اُتے ہی انھاں نے اپنو مکان بنالیو ہے ھن ات اُن کو دل کد لگے گو۔

کالو: ور اس کی زمہ داروی تے توں ہی ہے۔ تیری پوند نے یہ دھیاڑ ادسیا ہیں۔

نوراں: ہاں۔ ہوں تے ہوؤں بُری آں
تیری عقل اُسو یلے کت سُتی وی تھی جس ویلے شملو رکھ کے شہر بیاہ جوڑن چلیو تھو۔ تیں صوبہ بھائی کی وی نئیں سُنی تھی۔

کالو: کے نئیں سُنی تھی تیرا صوبہ بھائی کی۔

نوراں: یاہ ہی جے میں تے اپنو پوت کھڑا یو ہے توں ہوش کرے

کالو: میں کہڑو گناہ کیو۔سوچیو تھو پوت کی خوشی ماں مھاری خوشی ہے۔اُس گو دل نہ ٹُٹ جائے تے فر مھارو فرید ایسو تھو وی تے نئیں۔

نوراں: تے ھن کاں نا جھورے۔ہتھاں کی بدھی وی ھن دندیں وی نئیں کھلتیں۔سیا تاں کہیں۔ٹکر بروبر گا نال لانی چاہیئے پہاڑاں نال ٹکر لا کے اپنو سر ٹٹے۔ور ہم تے سروں ادھ مواہ ہو گیا آں۔

کالو: توں اپنی کالی جیبھ دنداں ہیٹھ رکھ لیتی آ۔اج دوئے پوت تے بہوا کھاں اگے ہوتا آ۔

نوراں: نہ جاناں۔جا گے موڑ کیوں نئیں کے آ تو۔مرے سر کاں نا دوش لاوے۔حاکم بی کی بہوناوی میں کڈھیو ہوے گو یہ شہراں گی گدریں ان کچا ڈھاراں ماں نئیں رہ سکتیں

کالو: آہ۔توں وی ٹھیک ہی کہہ۔اپنو گھوڑ وسدھا راہ ور ہوے وہ لاوی نئیں دوڑ تو کے سوچیو تھو کہہ ہو گیو۔پتو نئیں کہڑی کتبری اگے آ گئی ہے۔سُکھ کا خاب لیا تھا، دُکھاں نے مونہہ گاڑ لیو.....

صوبو: (اچانک صوبو آ جائے۔) اسلام علیکم۔

نوراں تے کالو: وعلیکم السلام۔آ بھائی صوبہ بیں۔

صوبو: اللہ۔بھائی کیوں منہ سجایا وا ہیں۔کدے فرید کی یاد تے نئیں آ گئی۔

کالو: صوبہ بھائی توں ٹھیک کہہ تھو۔جعفر پور یا ہم جھلاں پر اولاد کسے گی ہو جائے۔ماں باپ آخری وقت ماں اپنی اولاد ماں اکھ بند کرنو چاہویں پر مھارا نصیب سڑ گیا ہیں۔پتو نئیں کت رُلاں گا۔

صوبو: نہ بھائی۔اتنو دل کمزور نئیں کر۔اللہ سب کو نگہبان ہے اپنا اپنا نصیب ہیں۔نیلی چھت آلو سب کو سہارو ہے۔فیر مھارا در نئیں دیکھتو۔ہم وی تے اسے جندر ماں پسا جار ہیا آں۔

کالو: پرااس توں نہ ہوتا تاتے اکھاں گوساڑونہ ہوتو آسوٹھوکرلیتا۔

صوبہ: نہ بھائی کالو..................ماں باپ ہمیشہ اولادواسطے دعاگوہویں۔چلوجت وی ہویں سُکھی ویں،خوش رہیں،پھلیں پُھلیں میرااتنودل ماں سوٹھوتے ہے ناجے اللہ گےنزدیک ہمنےاپنوفرض نبھایوہے۔یاہ تے کوئی کہہ گونا.................. یہ فلاناگاپوت ہیں۔آندھی جھکھڑدیکھ کے بھائی کالولوک اپنی وکلیاں ناپہلاں ہی نہیں پٹ لیتا۔آہتھ کھلاکرگے دعامنگاں جےرب العزت اُن کورُتبواچوکرے تے ماں باپ کی قدرکرن گی توفیق دے۔بُھلاوارستہ ورآجائیں۔

کالو،نوراں: آمین،آمین۔

☆ڈاکٹر رفیق انجم

پیدائش: جنوری 1962ء کلائی پونچھ

ڈاکٹر انجم ناریاست کو بچو بچو جانے، شائد اسواسطے وی جے وہ بچاں کا ماہر نباض تے معالج ہیں۔ پر اُن کی اصل پچھان گوجری ادب ہے۔ ڈاکٹر رفیق انجم گوجری کا نامور شاعر، ادیب، کہانی کار، محقق، نقاد تے تاریخ دان ہیں۔ وہ جنوری ۱۹۶۲ء مانھ پونچھ کا کلائی گراں مانھ میاں عبدالکریم آوان کے گھر پیدا ہویا تے دسمی توڑی کی تعلیم اتے حاصل کی۔ لوہکی عُمر مانھ ہی ماں کی ٹھنڈی چھاں تے باپ کی شفقت تیں محروم ہو گیا تھا۔ بڑا دوئے بھائی ملازمت کا سلسلہ مانھ پہلاں توں ہی کنی کنی تھا۔ اس طرح کچی عمر مانھ ہی وقت نے گھر تے پڑھائی کو جہڑو دوگڑ بھار اُنکا مونڈھاں پر آن سٹیو تھو وہ اُنھاں نے بڑی خُوبی نال نبھایو۔

میڈیکل کالج جموں تیں ۱۹۸۵ء مانھ ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی تے ۱۹۸۸ء مانھ ریاستی محکمہ صحت مانھ میڈیکل آفیسر کے طور ملازمت شروع کی۔ پونچھ مانھ چار پنج سال کی خدمت تیں بعد ڈاکٹریٹ واسطے چُنے گیا تے کشمیر یُونیورسٹی (میڈیکل کالج سرینگر) تیں شعبہ اطفال مانھ ایم ڈی کرن تیں بعد ۱۹۹۷ء توں ۲۰۰۴ء تک راجوری مانھ نِکا جاتکاں کا ماہر معالج کے طور کم کیو۔ تے اجکل فر میڈیکل کالج کے تحت چلڈرن ہسپتال سرینگر مانھ رجسٹرار کی حیثیت نال ذمہ داری نبھاویں لگا وا۔

ڈاکٹر انجم ہوراں نے ذہین تے حساس ہون کی وجہ تیں تعلیمی دور مانھ ہی اُردو ادب کو چنگو خاصو مطالعو کر لیو تھو تے اُردو مانھ غزل وی لکھنی شروع کر لئی تھیں جہڑی ۱۹۹۳ء مانھ ''خواب جزیرے'' کا ناں نال چھاپی جس نا دیکھ کے اُردو ادب آلاں نے اُنھاں نال

کافی امید رکھ لئی تھیں پر اُنھاں ناریاست کا نامور ادیب تے کلچرل اکیڈمی کا سیکریٹری خواجہ محمد یُوسف ٹینگ ہوراں کو گوجری لِکھن کو مشورو مہندی ہاروں لگو تے یاہ ساعت گوجری زبان تے ادب واسطے بڑی مُبارک ثابت ہوئی۔

گوجری مانھ ڈرامہ فنکار کے طور ۱۹۸۰ء مانھ داخل ہویا۔ ادبی سفر کے دوران ۱۹۸۳ء مانھ نسیم پونچھی نے کہانی دار حوصلہ افزائی کی، فیض کسانہ نے ریڈیو واسطے انشائیہ لکھایا، اے کے سُہراب نے گیت لِکھن کی جاچ دسی پر ڈاکٹر انجم بلیں جے کِھسک کے اقبال عظیم آلی لین مانھ جا کھلیا تے نوں غزل لکھنی شروع کیں جے گوجری غزل مانھ انھاں نے اک اپنو اسلوب تے ناں پیدا کر لیو ہے۔ نِکی بحر مانھ ویہ خوب صورت غزل لکھیں تے اج کئی نواں لکھاڑی اُن کی پیروی کرتا سئی لگیں۔ بھاویں ویہ پونچھ کی جم پل ہیں پر تحریر کا حوالہ نال ان کو تعلق پُوری ریاست نال سئی لگے۔

۱۹۹۴ء مانھ ڈاکٹر انجم ہوراں نے گوجری غزلاں کی پہلی کتاب ''دِل دریا'' چھاپی جس ناریاستی کلچرل اکیڈمی نے بڑا مان نال ۱۹۹۵ء کو بہترین کتاب کو ایوارڈ دِتو تھو۔ اُن کی کہانیاں کی کتاب 'کورا کاغذ' ۱۹۹۶ء مانھ شائع ہوئی جہڑی گوجری مانھ کہانیاں کی پہلی کتاب ہے۔ اُن کی جدید گوجری شاعری ''سوچ سمندر'' تے چنام گوجری غزلاں کی تالیف ''غزل سلونی'' گوجری ریسرچ انسٹی چیوٹ جموں نے ۱۹۹۵ء تے ۱۹۹۶ء مانھ چھاپی تھیں۔ ان کو کلام اکیڈمی کی کتاباں مانھ شائع ہون تیں علاوہ ریڈیو کشمیر تیں وی گیتاں تے غزلاں کی صورت اکثر نشر ہوتو رہے۔

ڈاکٹر انجم تحقیق پر وی گُوڑھی نظر رکھیں تے نسیم پونچھی کا کہن موجب ویہ پُورا ملبہ بِچوں گُلی بڑی اٹھکل نال کڈھ لیا ویں۔ ویہہ گوجری تحقیق مانھ سائینسی نظریو داخل کرن آلا پہلا لکھاڑی ہیں۔ اس کو ثبوت انھاں نے ۱۹۹۶ء مانھ ''گوجری ادب کی سنہری تاریخ'' لکھ کے دِتو تھو۔ دس جِلداں مانھ شائع ہون آلی یاہ اس موضوع پر پہلی گوجری کتاب ہے۔

شاعری کی دو کتاباں ''سوغات (گوجری)'' تے کاش! (اُردو) تیں علاوہ ڈاکٹر انجم نے پہلی ''گوجری انگلش ڈکشنری''، ''گوجری گرائمر'' پچھلے سال شائع کروائی ہیں۔ جد کہ ''گوجری کہاوت کوش'' تے گوجری شاعراں تے ادیباں کا تذکرہ آلی کتاب ''لعلاں کا بنجارا'' اسے سال شائع ہوئی ہیں تے ''گوجری اردو ڈکشنری'' اشاعتی مرحلہ ماں داخل ہوگئی ہے۔ یہ ساریں کتاب گوجری ادب مانھ اپنا اپنا موضوع پر پہل ہیں۔

گوجری زبان تے ادب کی ترقی واسطے انھاں نے ۲۰۰۰ء مانھ غیر سرکاری تنظیم ''انجمن ترقی گوجری ادب'' قائم کی جسکا وہ پہلا سکریٹری جنرل وی ہیں تے اسے تنظیم کے تحت انھاں نے تقریباً دس، بارہ کتاب شائع کی ہیں۔ ڈاکٹر انجم کو تحقیق تے تصنیف کو یوہ سلسلو جاری ہے تے اجکل مختصر گوجری ڈکشنری، گوجری کشمیری تے گوجری ہندی ڈکشنری ترتیب دین تیں علاوہ دیسی طریقہ علاج پر اک کتاب تے بچاں کی عام بیماریاں بارے کتاب کی تیاری مانھ رُجھیا وا ہیں۔ ☆(تحریر: امین قمر۔ کے ڈی مینی)

تخلیقات: ا۔ خواب جزیرے (اُردو شاعری) ۲۔ دِل دریا (گوجری شاعری)

۳۔ غزل سلونی (منتخب گوجری غزلیں) ۴۔ سوچ سمندر (جدید گوجری شاعری)

۵۔ کورا کاغذ (گوجری افسانے) ۶۔ گوجری ادب کی سنہری تاریخ

۷۔ گوجری انگریزی ڈِکشنری ۸۔ سوغات (گوجری)

۹۔ گوجری کہاوت کوش ۱۰۔ گوجری گرائمر

۱۱۔ کاش! (اُردو) ۱۲۔ لعلاں کا بنجارا ۱۳۔ گوجری اُردو ڈکشنری

۱۴......۲۴: گوجری ادب کی سنہری تاریخ (دس جِلد)

۲۵۔ انجم شناسی۔ ۲۶۔ سندیشے (پنجابی ہندی شاعری)

۲۷۔ مختصر گوجری ڈکشنری ۲۸ گوجری کشمیری اردو ڈکشنری

۲۹۔ گوجری ہندی ڈکشنری ۳۰۔ دیسی طریقہ علاج

تمثیلی کہانی (ڈرامو)

جھلیا لوک

کردار	تعارف
ستاریو	(اک غریب آدمی، عمر ۵۰ سال)
خدابخش	(ستاریا کو بھائی، عمر ۶۰ سال)
بگی	(ستاریا کی بیوی)
عبدالغنی	(خدا بخش کو دوست)
شمس الدین	(ستاریا کو لڑکو عمر ۱۸ سال)
سلیم	(فارسٹر خدا بخش کو لڑکو عمر ۲۵ سال)
رضیہ	(ستاریا کی بہو)
چودھری میر محمد	گراں کو کھڑ پنچ)

پہلو سین

(ستاریا کو گھر)

خدابخش : (ایک منجی ورلموں پیوؤو) ہائے...... ہائے...... ہائے.....

ستاریو : (حقو چھکتاں ماں) بھائی کجھ زیادہ تکلیف ہوگئی ہے تم نا؟

خدابخش : تکلیف میری قسمت ماں لکھی وِی ہے۔ دو سال ہو گیا ہیں منجی پر ہی دُھڑ کوں لگو وَو۔

ستاریو	:	بھائی اس طرح کی گل کیوں کرتار ہیں ہویں۔
خدابخش	:	کے کروں۔اک وہ عبدالغنی وے تھو، کدے روڑھیا کرتا رہاں واں مدت ہوئی وہ بھی نہیں آیو، سہنیو وِی دِتو تھو۔خبرے....خدا دروں خیر وے سہی۔
ستاریو	:	بگی تاں دیکھ کائے دودھ کی گھوٹ ہے نہیں، بھائی نا دودھا تو بنا کے دیتا۔
بگی	:	رات مھیس کھلی نہیں تھی۔نکی لوجہڑی چھٹا کی کڈھی تھی چودھری کی لیتری واسطے دوا گھل چھوڑی ہے۔
عبدالغنی	:	(اندر آتاں ماں) السلام علیکم
بگی	:	آؤ بھائی بیسو (غنی خدابخش کے کوٹے جا کے بیس جائے)۔
خدابخش	:	(غنی کو ہتھ چم کے) گھمائیو آیا وروں، تناہی یاد کروں تھو آ گیو ہے......تاں منا افراں کرو۔
عبدالغنی	:	(سرہانے بیس کے خدابخش کو سر جھولی ماں دھرے)۔
خدابخش	:	بھائی ستار یا کت ہیں تھارا نکا۔
ستاریو	:	بھائی نے ویہہ شہر چھوڑیا وا ہیں پڑھن واسطے...کدے یتیم خانہ ماں خبرے۔
خدابخش	:	(غنی ناں) مناہُنا رآوے۔میرو ہُن وقت نیڑے ہی ہے تے توں ہن پھر جے کجھ ہوسکیو تے کریئے۔ میر اسلم نا پڑھایئے۔ لکھایئے۔مدے خدا اُس کا دھیاڑا سبلا کرے۔اُس کو خیال رکھیئے۔ میرا......میرا......میرا اسلم کو......خیال رکھیئے۔
عبدالغنی	:	تم گھبراؤ نہ اللہ بہتر کرے گو۔

خدابخش : تاں میرو کلمو صحیح کریو......لا الہ الله محمد رسول الله

ستاریو تے عبدالغنی: انا لله وانا الیہ راجعون۔

بگی : (روتاں ماں) ہائے میرا پر پے گئی۔

عبدالغنی : (ادی بگی سرود نہ کریو۔ یو ہیلّو صبر کو ہے۔

(عبدالغنی تے ستاریو خدابخش نا سدھو کریں) (پردو گر جائے)

دوجو سین

(ستاریا کو گھر خدابخش نا دفنان تو بعد)

ستاریو : خدا جنت نصیب کرے بھائی نا چنگی نبھا گیو۔ بھانویں سال دو منجی پر ہی رہیو۔ پر اتنو اِک بھلا و و تے تھوہنٗ پتو نہیں کے ہوے گو۔ چودھری کا راہ وچوں تے باڑ ہٹ گئی ہے۔

عبدالغنی : گھبراؤ نہ دیکھو خدا کا کماں دار۔

ستاریو : گھبراؤں نہ تے کروں وی کے۔ بھائی منّا کہتو رہ تھو چودھری کو نے نہ پھسیئے جس طرح بھکھاں ننگاں وقت نبھانو پیو۔ نبھالیاں گا......داں بگی حقو اُراں کر، ہنٗ یو ہی میرا غماں کو پیہالٗ ہے۔ سارا لوک چلا گیا تے بھائی غنی تم مھارے بندے لگا واہیں۔

عبدالغنی :

تیرو بھائی تھو نا۔ میرو اک ہی دوست تھو، منّا تیرے تیں زیادہ دُکھ ہے۔ پر کے کراں موت اگے کسے کو بس نہیں چلتو ......تھارو اپنو وقت مشکل نالٗ نبھے ہوں ہنٗ جاؤنگو تے شہروں سلیم نالے جاؤں گو۔ منا یاہ تے آخری وصیت تھی۔ اچھا الله کے حوالے۔

ستاریو : اچھااللہ کے حوالے (عبدالغنی باہر نکل جائے)۔
(خاموشی تیں بعد) بگی چپ کیوں ہے۔ کجھ گل کتھ کرن جے دِل...... ہوٹھے ہوٹھے وے۔ اندرسٹریووی کھانؔ نا آوے۔

بگی : کے گل کروں تراںؔ ہی نہیں رہیا۔ دُکھ تکلیف وی عمر دھیاڑا ناںؔ سہنؔ وے بھائی تے گیو واہ اک نشانی تھی۔ اُس کی جے مھارے کوئے۔ مھاری غریبی نے واہ بھی نہ رہنؔ دتی۔

چودھری : (اندرآ تاں ماں، السلام علیکم بھائی ستاریا۔

ستاریو : (اُٹھ کے منجی پرلوئی ڈاہتاں ماں) علیکم والسلام! آؤ چودھری صاحب، بیسو۔

چودھری : چُپ کیوں ہیں۔

بگی : ہائے ہائے! مھارے پرا ئشان ٹٹ کے پے گیونا!

چودھری : اُف بھائی ستاریا میری تے بھائی بخشیا کی ملاقات بھی نہ ہوسکی آخری وقت ماں۔ دنیا کا دھندا اِک دوجا کی تنگی تکلیف ماں وِی نہیں شریک ہونؔ دتیا ہوں انگاں کچہری ور گیوؤ تھو تے بھائی بخشیا پر مٹی کی لپ وِی نہ سٹ سکیو۔

ستاریو : چودھری صاحب، جائے ؤ ہی ہے جہڑو دنیا کی ٹھنڈی ہواتیں جائے۔ گیوؤ نہیں مُڑتو بھانویں ہم کتنو ہی سوگ کراں۔ اللہ تھارا ساہ کی بحالکی رکھے جہڑا ہم نا کدے او کھے بیلے۔ پچھریں پتو نیوؤں لاتار ہیں۔ ہم نا تے ہنؔ گھنا روڑھیا کرنا ہیں...... چلو جو اللہ کرے گو!۔

چودھری : اللہ کی کرنی اَگے کون ہتھ دھر سکے تے اُس نا ایذا وی کتنو تھو۔ کتنی مدت ہوئی منجی ور تھو۔ ہوں جس طرح پہلاں تیرے نالؔ تھو اُسی طرح

اَجاں وِی تنا کدے ہوٹھے نہیں جان دیسوں۔ تیرو میرو مدتاں کو حساب ہے۔

بگی : (چودھری نا اُٹھتاں دیکھ کے) کنگا بوٹ لانڑ لگ گیا ہیں۔قہواہ کی پیالی پی جاتا، دودھ تے واہ دھکا جوگی کھلتی نہیں۔ ٹیموں ہل گئی ہے۔کجھ کھڑاک کرے۔

چودھری : (اگر یڑے تیں مُڑ کے) چاہ کی تے لوڑ نہیں۔مٹا کم اک نہیں تھو یاد رہیو! ستاریا تنا گوہ سٹن گو کہو تھو۔تم انگا الجھیار رہیا ہیں ہنڑ نکی لو خواہ مخواہ آئیو۔

ستاریو : (چودھری کا جاں توں بعد) بگی سن گل چودھری مھارے کوئے بیسن نہیں تھو آیو۔اُس نے حکم کرنو تھو۔

بگی : بھائی نا اللہ بخشے اینویں تے نہیں تھو کہہ اِنہاں لوکاں نا کسے مجبوری دِتی، نکی لو جانو پوئے۔ (پردو گر جائے)

''تیجو سین''

(چودھری کو گھر)

ستاریو : السلام علیکم چودھری صاحب۔

چودھری : چنگی سبیل ہے۔کت جے مورو بجھایو ہے۔تیری ہنڑ اَکھ کھلی ہیں۔لوک چھٹو کڑ ولا رہیا ہیں۔

ستاریو : میر حالت تم دیکھ ہی کے آیا تھا۔کوئے آجائے تے چھٹ گھڑی بیسو ہی پے جاتے۔

چودھری : کمتالی کی یاہ حالت تے تنا لوکاں کی ٹہل ٹنڈھوالی نہیں پوری

ہوتی اس طرح مھاری نہ نبھی کم کرنو ہے تے سدھی طرح نہیں تاں حساب مکانڑ آلی گل کر۔ کپڑا چیڑا تے دانہ پھکا کی لوڑ پیاں ماں توں سدھو میرے کولے پہنچے۔ اُس ویلے دیر نہیں ہوتی۔

ستاریو : او جی تم ناپتو ہی ہے۔ حساب مکانڑ جوؤ میرے کولے ہے کے ہے۔ کم کان یہ ساہ نال لگاوا ہیں۔ سبیل تے کدے کیبلیں اتنی ٹٹی وی کیوں دیں۔ جناں کو چھٹ وی واہ واہ وے۔ اجاں تے دھیڑی پچھاں ہیں۔ حساب کتاب تے تھارو میرو ساہ نال ہے۔ ہوتو مکتورہ گو۔

چودھری : جیدے گھانی نہ پیڑ تے جاا گاں کم ورستاریو چلیو جائے۔

(پردو گر جائے)

چوتھو سین

(ستاریا کو گھر)

ستاریو : (چار دن بعد گھر واپس آوے تے بھت ٹھڑکا کے بگی نا جگاوے۔ بگی... بگی.... اوہ بگی جاگے جے سوگئی ہے۔ اُٹھ تاں ہوڑ ولاہ۔

بگی : (اکھ ملہو تاں ماں) او کونڑ ہے اس ویلے کیبلے۔

ستاریو : ہوں ہاں نا ہوں...... بھت کھول۔

بگی : ہوں کونڑ ہوے، ناں لے نا۔ اس ویلے کنگا ڈھنڈورا دئے۔

ستاریو : ہوں ہاں ستاریو خصم تیرو۔ ہور اس ویلے کونڑ آوے گو رات تیرے کولے۔ (بگی بھت کھولے) کوک، کوک کے میرا سر گی ٹھکری ہوگئی۔ اتنی آرام طلبی۔

بگی : آرام طلبی تے جور ہے۔ اٹھویں دھیاڑے گھر مڑیں فروی نہورا

کرتا۔اَج توڑی کنگا رہیا ہیں۔کدے بیلاؔ ناںؔ آتا جے آنؔوتھو۔

ستاریو : بگی ٹرٹر نہ کر۔تنا بیلاؔ ہی کو پتو ہے۔اگلاں کی ڈھا میری جان چڑھی وی تھی۔ ویہہ اپنو حاصل لین تیں بغیر نہیں جاں چھوڑتا۔ایک دن واسطے سدیو تھونا۔اَج چوتھے دھیاڑے چھوڑیو ہاں خدا غریب وِی کسے نا نہ کرے۔

بگی : جیدنے ہنؔ لچکر نہ کروتے چڑھ گے سور ہیو۔

ستاریو : بگی جے بھکھاں نیند آتی تاں دے ستاہی رہتا فرتنا کجیا کرن کی کے لوڑتھی تیں کوئے دوٹکی سٹی وی ویں گی تاں چڑھ کے سونؔ کو روح آوے۔متاّ اسو یلے بیسنؔ کا آنکس وِی نہیں لگتا۔

بگی : آٹا کی چونڈھی نہیں نکی لو گاں ہوں وِی بھکھی ہاں۔اس ویلے میرے تیں ککھ نہیں ہوتو،سور ہو ہنؔ ۔

ستاریو : اچھا ہوں تے سوچوں اکبار چوہدری کولوں جان چھٹ جاتی۔ بھکھ ننگ برداشت کر لیتا۔ (پردو گر جائے)

''پنجو سینؔ''

(چوہدری کو گھر)

چودھری : ستاریا کے کے کیو ہے دھیاڑی۔کتنا اِک جناں تھا۔زمین بن گئی نہیں۔نکی لو واسطے کسے نا کہتا۔لنگ پھسا چھوڑتا کسے ہور کی لیتری نہ وہے بھلک۔

ستاریو : نکی لو کو فکر نہ کرو جی۔ جیویں (زمین) بنتاں لگ جائیں گا۔ دوترے دھیاڑا اچرتوڑی لوک وی بہلا ہو جائیں گا۔

چودھری : اَج دھیاڑی تیں لکھ نہیں کیو؟

ستاریو : میں کد کہیو جے لکھ نہیں ہوں کر کر کے ٹٹ گیو ہاں۔ پر زمین بنان واسطے دانداں کی ضرورت ہے۔ داند کسے کا لبھا نہیں۔ لوک اپنٙے اپنٙے لگاوا ہیں میرے توں اکلاں ہور کجھ ہوے نہیں تھو۔ بتھل کڈے کے رکھ چھوڑی ہے۔ داند اپنا ہوتا تے کم جلدی ہو جاتو۔

چودھری : ہوں داند رکھوں جے لوکاں کا مر گیا ہویں کہڑو نہیں داند دیتوتوں جاء ناں نکی لومنگ لیا داند عطیا کا۔

ستاریو : او جی جے سچی گل پچھیں تاں ہوں رجیو وہاں عمر ساری تھاری نوکری کر کر کے فروی گھر واہ ایک بڈ ھیڑی ہے۔ اُس نا پھا کا لگیں لگاوا۔ نکو گھروں باہر سٹیو وہ ہے۔ میری نوکری کو انہاں نا کے فائدو ہے۔

چودھری : ہوں کے کروں بڈھی نا تے نکانا؟

ستاریو : تم ہٙن میرو حساب ہی کروتے پتو لگے۔ جس سال بھائی فوت ہویو ہے تم کہیں تھا اجاں چار سال ہیں۔ ہٙن یوہ پنجمو سال جاے لگو وؤ۔

چودھری : حساب تے تیرو ہٙن پورو وہی وے گو...... ور... تیرو وہ نکو کتنو اک ہے رے۔

ستاریو : تھاری اُس بڈ یری گیری کے ناٙل کو ہے۔ ہن ۱۷/۱۸ سالاں کو وے گو۔

چودھری : وہ پڑھے وِی ہے نا کتنی ماں ہے اس سال۔

ستاریو : ۹/۱۰ سال ہو گیا ہیں پڑھتاں۔

چودھری : ستاریا توں ہݨ بڈھووی ہوگیو ہے۔ موت کووی پتو نہیں ہوتو کس ویلے آ جائے تیں اس نکا کو بیاہ کرانو تھونا۔ جیتاں جیتاں خوشی دیکھ لیتو۔

ستاریو : خوشی تے جور دیکھی ہݨ اُس نا تے پڑھݨ دیوں۔ مدے اُس کا دھیاڑا اسبلا مڑیں۔

چودھری : توں نہ ہویو تے اُس کا سبلا دھیاڑا تیری کس کاری۔ اک بار تے خوشی دیکھ لے۔

ستاریو : چودھری صاحب پیسہ کت ہیں بیاہ واسطے۔

چودھری : پیساں کو کے ہے ہوں جیو ں تے تنا کے پرواہ ہے۔ میں اگے کدسیانف کی تیرے نالؔ۔

ستاریو : واہ گل تے ہے یا رقم مکانی وی پوئے گی۔ نا فر کے کروں گو۔

چودھری : ستاریا ہوں کہڑ واَج ہی تیرے کولوں منگن لگو۔ پیئو کم کاج کر کے مکا چھڑیئے۔

ستاریو : کم کاج تیں ہݨ دِکی آ گئی ہے جان کی یاہ حالت ہوئی وِی ہے۔

چودھری : نہ تے منا کوئے لالچ تے نہیں۔ ہوں کہوں تھوتوں نکا کی خوشی دیکھ لے آ۔

ستاریو : چوہدری صاحب دوایک گل ہور وِی ہیں نا اِک تے گدرا کی پڑھائی چھٹ جائے گی دوجے رشتو وی کوݨ دیئے ہم نا؟

چودھری : اوجھلیا لوکا بیان نالؔ پڑھائی ماں کے فرق پوئے۔ سگوں گھر کا کم کاج ماں ساہنی ہوجائے گی تے گیر و بےفکر و پڑھے گو رہی گل رشتہ کی تے ہے کون جہڑ و میری مرضی توں بغیر رشتو لے دے سکے۔ ہوں جس

کو چاہوں گھر بساؤں جس کو چاہوں اجاڑ چھوڑوں۔ واہ جمالیہ کی گیری ہے نا۔ چنگی نک منہ آلی ہے۔ اُس کو وارث وِی کون ہے۔ ہوں گل کروں گو۔

ستاریو : اچھا ہوں گھر صلاح کروں گو۔

چودھری : ہوں شہر چلیو ہاں تے تیرا نکا ناوی گھر آن کو سہنیو دے چھوڑوں گو۔

چھیمو سین

(ستاریو کو گھر)

ستاریو : تاں بگی حقہ پر اگ دھر دے۔

بگی : حقو تے پچھاں وِی اِتے ہی ہے۔ اَج کتنا دھیاڑا توں پچھے یوہ نکو آیو ہے۔ اس ناں گل بات کرتا تاں۔

ستاریو : نکا ہی ناں گل کروں گو ورتوں حقو اُراں کر! (ستاریو بگی کولوں حقو لیکے چھکے)

شمس الدین: بابا ہوں تے بھلکیں نیوں وی آن ورتھو۔ تم نے آج سنہیو کیوں دتو تھو۔ میں سوچیو پتو نہیں کے گل ہے۔ اماں تے کہہ ہم نے نہیں سنہیو دتو۔

ستاریو : اُس نا اندر بیٹھاں بیٹھاں باہر کا کماں کو پتو ہی کے ہے۔ اس نا پکاں کھاں کو ہی کم ہے۔

بگی : اخاں ہور تے منا کوئے کم ہی نہیں۔ مھیساں کو گھاہ پانی کر کر کے تم تھکا دا ویں گا...

ستاریو : اچھا چھوڑ انہاں گلاں نا ہن ہم بڈھا وِی ہو گیا ہاں۔ میر و روح تھو۔ اس نکا کی خوشی دیکھ لیتا۔

بگی : یوہ روح تے میر ووی کہہ تھو۔ ور پیساں کو کے کراں گا۔

ستاریو : اُس گل کی تے چودھری نے حامی بھری ہے۔ کہہ تھو پیا بلّیں بلّیں مکا تا رہیو۔

شمس : بابا منا پڑھنڑ دیو۔ جس ویلّے پیسا ہو یا آپ بیاہ وی ہو جائے گو۔

ستاریو : بچہ ہونڑ نے سارو کجھ ہو جائے گو۔ میری اکھ نہیں دیکھسیں۔ سوچوں تھو جیتاں جیتاں تیر ووی ڈھوڈو تھپے جائے آ ہم وی خوشی دیکھ لیتا۔

بگی : نہ تے کراویں گا کت......ہم نادے گو کونڑ؟

ستاریو : دیسیں کیوں نہیں۔ مھارو لال جیسو بچو ہے۔ پڑھے وِی ہے۔ چودھری کہہ تھو واہ جمالیہ کی گیری ہے نا یتیم، خبرے پنجمی پڑھے۔ اُس نالڑ کرا چھوڑاں گا۔ تے واہ گل جے نہ ہو سکی۔ چودھری کہہ تھو کسے ہور کو کاغذ کرا کے بیاہ کرا چھوڑاں گا تیرا نکا کو......

شمس الدین: میرے جوگی ہنڑ چھٹڑ ہی رہی؟۔

بگی : نہیں بچہ اس طرح کو بیاہ نہیں کراساں۔ سرویں تے ٹوپیاں کا کالڑ نہیں۔ جمالیہ کی گیری ہے چنگی ہے۔

ستاریو : وہی گل کجھ میری نظر ماں وِی آوے۔ (پردو گر جائے)

ستمو سین

(چودھری کو گھر)

چودھری : ستاریا! یہ دوترے دھیاڑا کنگا رہیو ہے۔

ستاریو : آٹو وی موکلیو ؤ تھو تے اپنا سانگاں ماں چریٹ مارنی تھی، داند منگ کے۔

چودھری : وُہ اُس گل کو کے کیو ہے؟

ستاریو : نکو کہہ تھو پڑھائی نہ چھٹ جائے۔ نکی تے من ہی گئی تھی۔

چودھری : ہوں فر انہاں نال گل بات طے کروں گو۔ توں پنج ست دھیاڑا اتے رہیے۔

ستاریو : میرو کے ہے۔ جی عمر اتے گذار چھوڑی۔ ہفتا ست دِن منا نیس اکن کا لگیں، پتو نہیں و یہ منّے گا کہ نہیں۔ ٹوم کتنی اک منگین گا۔

چودھری : چھوڑ توں نہ منن آلا کون ہیں۔ میر و فیصلو اٹل وے۔ ٹوم وِی اک اَدھ بنوادیوں گو۔ باقی کسے کولوں ایک دھیاڑا ور منگ کے کم ٹپالیاں گا۔

ستاریو : اچھا ٹھیک ہے۔ نا پر پیساں کو کجھ کروں۔ فر کوئی لیر کپڑا کو کراں۔ دانہ پھکا آلی گل وِی اسی طرح ہے۔

چودھری : توں گھبرا نہ یوہ لے روپیو ہزار۔ جا کے خرچ کپڑا کو کجھ کریئے۔ تانجے اگلا اتار توڑی ہم رشتو نمیڑلیاں۔ ٹوم اِک ادھ وِی بنوالے تے اُس نکا نا وِی بلا لئے شہروں۔

ستاریو : او جی اُس نا تے جے چھٹی ہوئی آ جائے گو۔ اچھا اللہ کے حوالے۔

پردو گر جائے

اَٹھمو سین

(ستاریا کو گھر)

ستاریو : نکی اَج بار ہے۔ وہ شمس الدین وِی آتو وے گو نا۔

نکی : وُہ تے آتو وے گو۔ چودھری اتنا دھیاڑا کے کرا تو رہیو ہے۔ ہن تم بھی ستویں دھیاڑے آنویں دفتروں۔

ستاریو : اَجاں تے بیاہ کی گل ہی کے ہے تے ہسیر لگ گئیں۔ بیاہ ہوگیو فر تے عمر اُتے لگ جائے گی۔

بگی : تم خوشی بچ اس طرح کی گل نہ کریا کرو۔ دسو نہ چودھری نے سر جھنیو ہے۔

ستاریو : ہاں چودھری نے تے سرنا خاصی چھنڈی ماری تھی ہوں دیکھوں تھو۔ وہ نکو آجاتو تے اک ہی بار گل کرنی پیتی۔ میرے تے گھڑی گھڑی نہیں مغز کھپائی ہوتی۔

شمس الدین: اندر آوے، ستاریو، آرے بچیا۔

بگی : گھمائی نہ تیرے وروں۔ آہمن تناں ہی یاد کران تھا۔

ستاریو : شمس توں پڑھے کتنی ہے۔ لوگ پُچھتا رہیں تے ہوں کجھ بیروئے نہیں دس سکتو۔

شمس : بابا ہوں تے ہمن اٹھویں وچوں فسٹ آیو ہاں۔ ماسٹر کہہ تھو سائنس پڑھیئے۔ تناڈاکٹر بناواں گا۔

ستاریو : جو کجھ قسمت ماں ہو یولیھ جائے گو بچہ تکبری نہ کریئے۔

شمس : بابا سلیم کو پتو نہیں کے حال ہے۔ آتو کیوں نہیں۔

ستاریو : بچہ وہ دُور ہے نا۔ غنی اُس نا بل پڑھاوے گو۔ ہم اُس نال کروی کے سکاں تھا۔

بگی : ہوں کے کہوں تھی واہ بیاہ کی گل کرتا نا۔

ستاریو : اَخاں واہی گل لگو ہاں کرن۔ چودھری نے روپیو ہزار دِتو ہے جے جا کے خرچ کو کجھ کرو تے اِک اَدھ ٹوم وی۔ بنوالیو۔ باقی منگ تنگ کے گذارو کرلیاں گا۔

نکی : تم باپ، دادا تیں منگ تنگ ہی کے بیاہ کرتا رہیا ہیں۔ میری باری وی تم نے ککھ نہیں دِتو۔ تم نابٹکا کی وصیت تے نہیں؟

ستاریو : نکی جیدے گل نہ کر تیرے واسطے میں جان گاں چھوڑی۔ تیری اکھاں اگے ککھ نہیں آتو۔ یہ لے پیسہ اندر رکھ چھوڑ ہوں کدے جلدی شہر جاؤں گو...... کپڑا ان واسطے......

نکی : کہڑی سترنج ور دھروں؟

ستاریو : اَڑیا کتے دھر چھوڑ نایاہ گل وی میرے کولوں پچھے۔ چودھری اُنہاں کے گیو وہے۔ رشتہ واسطے وہ کیہو تحفو لیکے مڑے گو مھارے دروں ہی نہ ڈھل ہو جائے۔ اچھا جو اللہ کرے۔

(پردو گر جائے)

نوموسین

(ستاریا کو گھر شادی توں سال بعد)

نکی : (بہوناں) ڈیڑھ سال ہو گیو ہے تیرا بیاہ نا تے تنا اجاں نہیں عقل آئی۔ ککھ بھن کے دو نہیں کرتی۔ پڑھ گئی دو جماعت جے۔ لعنت اُس گھڑی نا جس ویلے تیرو لٹھیاہ ہو یو تھو۔ انہاں نا وی ہورنہ لبھی کائے تیرے بغیر۔

رضیہ : مناں تے سال ہی ہو یو ہے۔ تمنا نے عمر ساری نہ عقل آئی۔ چودھری نا اللہ دفعہ کرے جہڑو بے کساں نا اس طرح کھجل کرے۔ مچ شونق بیاہ کی تے اپنی گیری دے چھوڑتو نا۔

ستاریو : (شمس کے ناں اندر آتاں ماں) داں نکی اُٹھ کائے چلم دھر دے حقہ پر تھک گیو ہاں۔

بگی	:	تھکی وِی تے ہوں تھارے تیں وِی زیادہ ہاں۔ اتنو مال میرے تیں نہیں سامن ہوتو۔
ستاریو	:	شکر کراُجاں یہی ہیں۔ چودھری کہہ تھو میرا یہ پھرڑا چوکھر وی لے جا۔ گھر بگی تے واہ نکی آپ سا میں گیں۔
رضیہ	:	میرے تیں نہیں دھکا ور لگتا۔ چودھری کی اشکات۔
ستاریو	:	بکھی ماں ہتھ دھر کے ہائے ہائے۔
شمس	:	کے ہویو بابا؟
ستاریو	:	اے بکھی بچوں اُڑک نکلے اپنی کرنیاں اگے لگو ہاں جان کی یاہ حالت ہے۔ کم کاج وی نہیں ہوتو۔ چودھری وِی لہر لپو کرتو رہے۔ (شمس ستار یا نا منجا پر لمو گھل چھوڑے)۔
شمس	:	اُس نالؔ کتنا سال لانا ہیں۔ دو سال تے ہونؔ لگا ہیں۔
ستاریو	:	حساب نالؔ تے ہمنؔ اک ہی سال ہے خبرے کجھ ہور نہ کرے۔ اَج کہہ تھو گیرا نا سکولوں موڑ لے تے اتے اپنے نال رکھ جس ویلے فرتوں کم نہ کر سکیو۔ اُس نا اکلاں چھوڑ دیئے۔ ہے تے نکو ہے پر دو کے بدلے چار سال لا چھوڑے گو۔
شمس	:	فر ہوں پڑھوں گو کس طرح؟
ستاریو	:	پڑھے گو تے سہی۔ ور میری یاہ حالت ہے تے سوچ لے نا۔
شمس	:	نہیں بابا! ہوں تھاری یاہ حالت نہیں دیکھ سکتو۔ تم کم کر سکتا تے ہوں اُپے جاؤں گو؟
ستاریو	:	نہیں بچہ اچر میرے تیں ہو سکیو تناں اکلاں نہیں چھوڑ سوں۔ نکی لو فر دوئے چلاں گا۔ (پردو گر جائے)

دسموں سین

(چودھری کو گھر)

چودھری : کتنی اک مک گڈی ہے رے؟

ستاریو : وہ بڑوڈو گومکلا چھوڑیو ہے۔

چودھری : تھارالنگاں نا ازارتھو۔ صرف اک ڈوگو گڈیو ہے؟

شمس : جہڑو ہو سکے تھو کیو ہے۔ ہتھاں ناں اتنو ہی کم ہو سکے مھارے کونے کائے مشین تے ہے نہیں۔

چودھری : توں اجاں نکو ہے جیدے گل نہ کریا کر۔

ستاریو : شمس تیں دھیڑی وی روٹی نہیں کھابدی جانا اندر کوئے چپو کھالے۔

چودھری : آ تاں ستاریا پنی گھٹ (ستاریو گھٹن لگ جائے) اورے شمسیا اَجاں نہیں جیوتاں۔ باہر آ جلدی۔ (شمس الدین آ کے پنی گھٹے تے ستاریا نا اُٹھال چھوڑے)۔

شمس : اَج ہم گھر جاں گا۔

چودھری : خاصا ہسیرے گیا ہیں کم ہوتو نہیں تے مڑ مڑ کے گھر دوڑیں۔

ستاریو : او جی نکی لو آرہاں گانا۔

چودھری : اچھا سبیلے آیو تیرے تیں کم نہیں ہوتو اسے گیرانا چلایئے ناپیو سال کھنڈ جیدے لا چھوڑے گو۔

(پردو گر جائے)

یارھمو سین

(ستارکوگھر)

ستاریو : (منجی ورلمو پیوۓو) ہائے...... ہائے......تاں نکی پانی گھوٹ اک دے تاں۔بگی پتونہیں کنگا گئی ہے۔

رضیہ : واہ بانڈی ماں ہے چوکھراں درگئی وی ہے۔(اُٹھ کے پانی دے)

ستاریو : (پانی پی کے) شمس دین نہیں آیوا تنا دھیاڑا ہو گیا ہیں۔

سلیم : ہوں ہاں چاچا سلیم۔

ستاریو : آنا گھما تیرے دروں۔تاں کنی بگی تا بلا۔رضیہ بلا کے لیاوے۔ (بگی تال)) بگی یوہ پچھانیوں ہے۔کون ہے یوہ سلیم ہے۔(سلیم نالؔ) یاہ تیری چاچی ہے۔تے یاہ تیری بھرجائی۔

بگی : اے دیکھونا اَج نکی لوآٹا نے چھینڈ کے ماری تھی تے کاگ وی بولے تھو۔

سلیم : چاچا تم کیوں لماں پیاوا ہیں تھارو کجھ دُکھے۔

ستاریو : ہنؔ کے نہیں دُکھتو سارو وجود دُکھے۔بکھی وچوں اڑک وی نکلتی رہیں۔

سلیم : ہوں بھلکیں تم نادوا آنؔ دیوں گو بل ہو جائیں گا انشاءاللہ۔تے وہ شمس الدین کت ہے۔

ستاریو : وُہ انگا چوہدری نالؔ لگو وہے۔

سلیم : کون چودھری؟ کس نالؔ؟ پڑھتو نہیں وہ۔

ستاریو : ہائے یہی وے نا قسمت کی گل ہوں غریب تھو تے کدے چودھری کولوں پیسا لیکے آٹو دانو کرتو رہیو۔اُس نے سود لالا کے ہوں عمر ساری پھسا رکھیو۔فر جس ویلے وے پیسہ نیٹڑے لگا تے کہنؔ لگو نکا کو بیاہ کرالے خوشی دیکھ لے۔روپیو ہزار ردئیوں گو۔دوئے لگا رہیا ہاں۔

تے ہنڑ میری یاہ حالت ہوگئی ہنڑ وُہ ایکلو ہی رِہ انگا۔

سلیم : کتنا سال ہوگیا ہیں۔

ستاریو : ۶،۵ سال ہوگیا ہیں۔سلیم ہزار روپیہ ماں چھ سال۔ستاریواخاں۔

سلیم : چاچا کے ہوگیو ہے تم نا۔ کیوں انہاں لو کاں کو لے پھسیں ویں۔اپنی جان کی یاہ حالت کی۔شمس الدین پڑھتو پڑھتو موڑ کے بیاہ کرا چھوڑیو۔اک دن کی خوشی واسطے ساری عمر تباہ کر چھڑی۔ہنڑ دیکھیں لگاواخوشی۔

ستاریو : یاہ گل تے تیرو باپ وی (اللہ جنت نصیب کرے) کرتو رِہ وے تھوور کے کراں۔

سلیم : چاچا میرے تیں یوہ کجھ نہیں برداشت ہوتو متّاں کجھ کرنو پوئے گو۔ہوں شمس الدین نالیاؤں گو۔

ستاریو : اُس نا کیوں چوہدری آنڑ دے گو۔اُس نا بڑی چال آنویں۔

سلیم : اتنو کجھ ہم وِی جانا۔ہنڑ بچہ تے نہیں۔

ستاریو : اچھا جے کجھ ہو سکے تے کرونا۔اللہ تم نا ہمت دے۔

سلیم : اچھا چاچا ہوں چلیو ہاں۔

بارھموں سین

(سلیم چودھری کے گھر)

سلیم : چودھری صاحب السلام علیکم۔

چودھری : آؤ جی بیسو میں تم پچھانیاں نہیں۔

سلیم : میروناں فاروق ہے، ہوں چودھری فیروزالدین کولڑکوہاں۔

چودھری : اچھاوہ تے میرودوست ہےوَرتم میں دیکھیانہیں تھا۔

سلیم : ہوں پڑھنڑ واسطے گیوتھوتے ہنڑ ہوں فارسٹرلگوہاں۔

چودھری : اچھاتے اج کس طرح خیال آ گیوانگا آنڑ کو؟

سلیم : اِنگا اُفراں تھوگیووتے سوچیومڑتاں ماں چودھری صاحب ناں ملاقات کرجاؤں لالہ ہورگل کریں ہویں تھاری۔

چودھری : بڑوچنگوکیوجی تم نے...(شمس دین دھیاڑی کم کر کے مڑے)

چودھری : کتنواک کم ہو یورے ہورکوئے وی لبھوتھوکہ نہیں۔

شمس الدین: ہوں اکلوہی تھوتے وہ رکھ کوساروگھاہ بدھ چھڑیو ہے۔

چودھری : تیں دھیاڑی روٹی تے نہیں کھاہدی وراچرتوڑی روٹی پکتی آنا پنی گھٹ (وہ آجائے تھوڑی دیر بعد) ہنڑ مزماناں آنے پاسے مڑنا۔

سلیم : نہیں مناعادت ہی نہیں پنی گھٹان کی (شمس الدین اندر چلیو جائے) تمنابڑا نیک دِل ہالی لبھا واہیں۔ ہم وِی جورکجھ کرتا رہاں ور پتونہیں کیوں نہیں رہتا۔

چودھری : کے دیں ہویں تم؟

سلیم : سال کودس بارہ سوروپیو۔ تے روٹی وی جہڑی ہم کھاں واہی دیاں۔

چودھری : (ہس کے) یہی تے تم غلطی کریں۔ انہاں نے تانجے ادھی روٹی نہ کھاہدی وہے تے بلالینا کم واسطے... چ ساروکم کر کے آنویں تاں وی ڈانٹ چھڑنا تاں یہ لوک کم کریں۔

سلیم : اچھا...... تے تم پیسہ کتنااک دیں وہیں۔

چودھری : پیسہ تھا...... پہلاں وھے تھواس کوباپ ستاریو۔ اُس نارو پیوسو

		کھڈ دتو فر دونی چونی کر کے ہور سال پھسا رکھیو۔ اِجر توڑی ہور کجھ ضرورت پے گئی۔ کم چلتو رہ تھو۔ فر جس ویلے ویہہ پیسہ مُکن پر آیا۔ اُس نا کہیو نکا کو بیاہ کراتے خوشی دیکھ لے تے روپیو ہزار دتو اُسے ماں ۵،۶ سال تیں یوہ پھسایو دوہے۔
سلیم	:	تے اس گل کے خلاف تھارے نال گراں کو کوئے نہیں بولتو۔
چودھری	:	یہ جھلیا لوک ہیں انہاں نا مویا انہاں گلاں کو پتو لگے تے میرے نال کجھ کرن آلو جمیو وی کون۔ ہوں گراں کو سردار ہاں۔ لوکاں کا رشتہ ناطہ سب میرے ہتھوں طے وھیں۔ میر و فیصلو اٹل وہے۔ اک وہ ستاریا کو بھائی وے تھو خدا بخش میرے پچھے پیو رہے وے تھو تے اللہ نے لے ہی لیو۔
سلیم	:	چودھری صاحب تم کے سوچیں انھاں گلاں کو خدا اگے کے جواب دیں گا آخرت ماں۔
چودھری	:	واہ گل اگے دیکھ لیناں گا۔
سلیم	:	خیر اتنی دور تھاری نظر کئی جائے پر اک گل دسوں تھاری یاہ اس طرح جمع کی وی ساری دولت تھارے کم آ سکے۔ تم آرام نال زندگی گذاریں گا پر تھارا بچہ کھجل وہیں گا تے ہو سکے۔ خدا اس طرح کا داھیاڑا لیاوے اِنہاں ناوِی کوئی اسی طرح نوکر رکھے۔
چودھری	:	چھوڑ پراں توں اَجاں نکو ہے...... (شمس الدین باہر آوے)
سلیم	:	اِنہاں گلاں ماں ہوں نکو نہیں۔ یہ گل کئی بار دیکھ رہیو ہاں۔ تم سوچتا رہیو تے پھر کدے ملاقات ہوئی تفصیل نال گل کراں گا۔ اس بار ہوں ذرا جلدی ماں ہاں۔

چودھری : بیسو چاء روٹی کر کے جائیو۔

سلیم : چاہ کی لوڑ نہیں تے یوہ لیورو پیوسو۔ ہوں شمس دین نا نال لیجاؤں گو۔

چودھری : کہیو سورو پیو تے شمس دین نا کنگا لے جائیں گا؟۔

سلیم : تم کہیں تھانا اس دار سودلا لا کے اَجاں سورو پیو بچے لگو وَو۔ تے یوہ لیو... چودھری صاحب حیران کیوں ہو گیا۔ ہوں پچھانیوں نہیں۔ میرو ناں سلیم ہے۔ ہوں خدا بخش کو لڑکو ہاں۔ جہڑو بچپن ماں ہی چاچا غنی ناں پڑھن واسطے گیو تھو تے یوہ میرو بھائی ہے جہڑو تم نے نوکر لا یو وَو ہے۔

(چودھری حیران ہو کے تعجب نال دیکھے)۔

سلیم : (جاری) نہ چودھری صاحب گھبران کی لوڑ نہیں، چاچا ستار یا کی واہ حالت تے اس کی وِی زندگی خراب، یہ جہڑی تیں دو زندگی تباہ کی ہیں۔ انہاں کو حساب اللہ آپ لئے گو۔ خبرے ہور کتنا ظلم کیا ہویں گا غریباں پر۔

(چودھری کا ہتھ بچوں سورو پیو ڈھ جائے)

سلیم شمس الدین نا گل لا لئے .... تے پردو گر جائے۔

اقبال ظفر

پیدایش:۱۳جون ۱۹۶۹ء پہاڑی بیلہ شوپیاں کشمیر

گوجری کا نوجوان ڈراما نگار، اقبال ظفر ہور پہاڑی بیلہ شوپیاں ماں مولوی محمد الیاس ہوراں کے گھر ۱۹۶۹ء ماں پیدا ہویا۔ بنیادی تعلیم اتے شوپیاں ماں حاصل کی تے فر بی اے تیں بعد محکمہ تعلیم ماں مدرس کے طور ذمے داری سنبھالی چت ویہہ اج تک خدمت ماں مصروف ہیں۔

کلچرل اکیڈمی نال رابطہ کی وجہ تیں لکھا پڑھی کی شوق جا گی۔ ڈرامہ فنکار کے طور ادبی میدان ماں قدم رکھیو تے فر اس ماں اسا ڑ جھیا کہ ڈرامہ نگاری وی شروع کر لئی۔ متا سارا ڈراما لِکھیا تے کئی ادبی مجلساں تے کانفرنساں ماں سٹیج کروایا۔ انھاں نا کلچرل اکیڈمی تیں بہترین ڈرامہ نگار کو ایوارڈ وی حاصل ہے۔

اجکل انھاں نے اک اپنو ڈراما کلب ''اقبال ڈرامہ کلب'' شوپیاں بنایو وو ہے جس کے تحت ویہہ اکثر ڈراما بناویں تے پیش کریں۔ اللہ انکا ادبی ذوق نا قائم رکھے!

ڈرامو:

مجبوری

محمد اقبال ظفرؔ

عمر	کردار	ناں
۶۵سال	گھر کو مالک	نورو
۴۵سال	نورا کی گھر آنی	ناجر
۲۲سال	نورا کو نوکر	رشید
۶۰سال	مُقدم	تاجو
۲۵سال(کالجیٹ)	رشید کو دوست	حمید
۳۵سال	مقدم کو نوکر	میریو۔
۱۶سال	رشید کی ہون آنی بیوی	کاکی
۳۰سال	ڈاکیو	ڈاکیو
۲۵سال	نورا کو علاج کرن آلو	ڈاکٹر

سین:

(نورودوکان پر ہوئے تے اس کا گھر آلی ناجر گھر ماں روٹی پکائے اس کولڑکو رشید کالج ماں ہوئے)

ناجر: (روٹی پکاتاں کہہ) میرو رشید خیر نال آیو لوڑئے، پچھلے اتار بھی نہیں آیو۔
خیر ہوں اچر تک گیت ایک گاؤں

'نیلا نیلا تلاتے ٹھنڈو ٹھنڈو پانی'

نورو: (دوکان پروں واپس آجائے) اونا جر سُنتی نہیں ہوں دوکان پر گیو تھو۔ وہ کجھ حساب دیکھن تے بعد کہن لگو۔ اُت تھو تا جو مقدم، دیکھ نا کہیں ان پڑھاں بچوں ہوں ایک سیانوں رہیوہاں۔ تا جو مُقدم تے ہے بھی سچ اُس نے مناں ایک نصیحت کی گل دسی۔

ناجر: اسی کے نصیحت نا جانے کی۔ وہ اج تناں سیانو لگو۔

نورو: کے دسوں! تا جانے اج میر وگدرو رشید کل کتے لاری ماں ایکن گدری نال فارسی مار تو ڈ ٹھو ہے۔ تا جو کہہ تھو 'گدری مناں بازاری سہی ہوئی ہے۔ واہ بھی رشید نال ٹی، ٹو مارے تھی۔ شاید اُس کا کالج کی کائے ہوئے۔ ہوں دیکھ کے بڑو حیران ہو یو کہہ تھو 'توں اگر اُس نالائق نا سکول نہ چلا تو تے مھارو مُنہ کالو نہ ہو تو توُں اُس نا گھر بسال تے اُس کو بیاہ کرا چُھڑ نہیں تے اج بھلک ماں تھارو نک کپے گو۔ تھاری بھی بھی سہل، پر مھارو بھی یوہ حال کرے گو' تا جو کہہ تھو 'توں اجاں اتے ہے، جا کتے ناجر نا سمجھا اج اُس نالائق کو کوئی نہ کوئی چارو کرؤ۔

ناجر: تائیں تناں تا جو سیانو لگو وہ اگر اپنا گھر در دیکھتو تاں کہتا سیانو ہے میر ارشید کو اُس نا کے فکر، میرو رشید کدے او جئی گل نہیں کر کرسیں۔ کر بھی گیو مھارا گھر ماں گذارو ہے۔ ہم پیتر لیاں گا۔

نورو: گدرا آئی ہوگئی ہے تائیں پُراناں نے صحیح کہیو ہے 'سنہی کو ایک تے گدڑی کا دسس۔ آ چھوڑ ہم جیتاں جیتاں اُس کو دھوؤں دُھکھا لیاں'

(اتناماں باہروں آواز آئے)

تا جو مقدم: او بھائی نوریا۔ او نوریا۔۔۔

نورو: ناجر داں دیکھ کون ہے۔رشید ہی مت آیو۔

ناجر: تنا کم بیلے ہی رشید یاد آجائے۔اگے پچھے نہیں یاد رہتو،

تاجومقدم: او بھائی نوریا۔

(نورو جلدی جلدی اُٹھے) آوَجی کُتا ہم نا نہیں۔تم نا اپنو گھر ہے۔جس ویلے مرضی آیا کرو۔ہم بھی تھاری گل کراں تھا۔اگر تھارا جیا لوک بھی دُنیا پر نہ ہوئیں اتے میرا اللہ ان مھارا جیاں لوکاں کو کے ہوئے گو،

ناجر: کے ہوئے گو۔غریب دُنیا پر پھکھار ہیں گا۔

نورو: او ناجر جس ویلے کوئے گھر ماں آوے توں پھر زیادہ ہی مُنہ کھولے۔تنا میں کہیو تھو: ان لوکاں نا تھوڑی جہی گل بھی مندی لگ جائے ہوئے۔

تاجو: آخر گل کے ہے مناں بھی دسو تم کیوں دو ہے فضول بحث کریں،

نورو: شُکر خُدا کو تم بھی آ گیا، ہوں دسوں ناجی۔

ناجر: تُوں کے دسے گو ہوں دسوں گی۔

نورو: او ناجر آخر گھر کو مالک ہوں ہاں، بڑو ہاں مناں گل تے کرن دے۔

ناجر: او بھائی تاجا یوہ۔۔۔میرا گدرار شید کی مگر لگو وہ ہے۔

نورو: تناں میں کہیو چُپ ہو جا، ہوں آپ گل کروں گو،سُن بھائی تاجا تم نے دُکان پر کائے گل دسی تھی۔

تاجومقدم: ہاں واہ گل۔واہ گل تے میں تھاری ہمدردی کی کہی تھی اس ماں مناں اپنو تے کوئے فائدو تے نہیں تھارو ہی فائیدو ہے۔

نورو: بھائی تاجا میں رشید بڑی شوق نال پڑھائیو تھو۔

ناجر: ہوں لگی رشید پروں کہہ تھو ہوں اجاں پڑھوں گو،

تاجومقدم: چپ ناجر پڑھ کے بھی کے کرے گو؟ شہرماں بڑاں بڑاں لوکاں کا جاتک پڑھ لکھ کے دربدر پھریں کوئ دوکا نداری کر کے کوئ ریڈیو کو کم کرے ملازمت کسے نا نہیں لبھتی، تھارے کولے کت ہیں پیسہ دوکان سٹیں گا پھر تھارو رشید دُکان چلاوے گو۔۔

نورو: سچ ہے ہوں مرگیو، ہوں تے غلط ہوگیو۔ گدرانا پڑھا گیو

تاجو: دیکھ ہم لوکاں نا پتو ہوئے تاں جا کے دوجاں نا مشورو دیئیاں۔ صحیح رستو دساں، پڑھ کے وَہ تھارے نہیں رہسیں۔ ہے بھی بیرو۔

ناجر: مُقدم صاحب سچ ہے۔ تم سچ کہیں ہے بھی ایکو۔

تاجومقدم: دیکھو نیک مشورہ ماں دیر نہیں کرنی۔ لہذا فوراً اُس نا گھر بساں کے اُس کو بیاہ کرا چھوڑو۔ اچھا ہوں چلوں، بیسو خدا کے حوالے۔

(مقدم تاجو تھوڑو چلے تے پھر واپس آوے)

تاجومقدم: دیکھو پڑھ کے ملازمت نہیں لھسے۔ وہ زمینداری تے بھی چلے جائے گو تیرا اس مال نا کون چارے گو۔ اگر وہ اُس گدری شکیلہ نال بیاہ کر گیو تاں تے تم سروں ہی مارے گیا۔ واہ پڑھی لکھی وی گدری ہے۔ تھارا گدرانا تھارا جگو نہیں چھوڑسیں۔

نورو: او ناجر کوئ نیک دھیاڑو تھو، بھائی تاجو مھارے گھر آ گیو، دیکھ اسی گل کون دسے گو۔

تاجو: 'میری گلاں نا تعویز کر کے رکھیئے۔ ہون، ہوں چلوں، مناں فکر تھو تم خراب نہ ہو جائیں بیسو خُدا کے حوالے۔

نورو: مقدم صاحب تم نے چا بھی نہیں پی بیسو زری۔ ادہ ناجر چاء کی۔۔۔ ایک مٹھی پیالی بنا کے دے۔

ناجر: تم کدے نہیں مھارے آیا۔ اج پتو نہیں کس طرح راہ بُھل گیو، بیسو چاء دئیو بنا کے۔

تاجو مقدم: اومیری نہیں تیری یاہی چاء ہے تم رشید ناسکول تے فورا بسال لیو، ویسے
میرا تے باہر اس گھر ماں کوئے نہیں۔ مناں اُمید ہے کہ تم بھی نہیں ہوسیں۔

ناجز: مقدم صاحب تم کس طرح کی گل کریں۔ ہم اج ہی رشید ناسکول تے بسال چھڑاں گا تم فکر نہ کرو۔

تاجو: اچھا پھر چلوں

نورو: خُدا کے حوالے

تاجو: دروازہ پروں پہُچھے تے اگاتے رشید آجائے دو ہے ایک دو جاور انکھ ٹکرائیں۔ تاجو حقارت نال رشید در دیکھے۔

رشید: اسلام علیکم۔ انا یوہ کہڑ وتھو۔

نورو: تناں کیوں نہیں سہی۔ یوہ مت تاجو مُقدم تھو۔ اس گراں گو ایک بڑو بھارو کھڑ پینچ تے مقدم۔

رشید: ات کس طرح آئیو تھو۔

نورو: بستاں گھراں ماں ہر کوئے آوئے۔

رشید: یہ لوگ غریباں کے کسے خاص مقصد واسطے اویں۔ اس نا کے کم تھو!

ناجز: تیری ہی گل کرے تھو۔

نورو: نہیں رے نوں آ گیو تھو۔ یاہ پی مارے لگی وی۔

رشید: ابا یہ لوگ ایک دوجا نا آپس ماں ٹکراویں۔ لڑائی، جھگڑا تے مقدمہ باری کراویں۔ اپنا آپ نا بڑو کہوائیں۔ اپنا چنا گرم کریں۔ ہوران کو کوئی کار بار تجارت نہیں ہوتی۔ ان لوکاں تے ہمیشہ بچو لوڑیئے۔

نورو: رشید توں اجاں نکو ہے تناں کے پتو ہے۔ مھاراماں باپ یہ ہی ہیں۔ بڑا

ہیں۔ مھاری ہر مُصیبت دُکھ سُکھ ماں شریک ہون آلا ہیں۔

رشید: دیکھا ابا اگر ہوں تم نا سمجھاؤں تاں تے میری ساری عمر تم لوکاں نا سمجھان پر ہی لگ جائے گی پھر بھی تم نا سمجھ ہی رہ جائیں گا۔ خیر مناں اس وقت کالج جانو ہے۔

ناجر: توں اج ہی آئیو تے اج ہی واپس ہو چلیو۔

رشید: دیکھ اماں میرو اج ہی تے امتحان شروع ہے۔ ہوں آئیو تھو، میریں کجھ کتاب تھیں ویہی لے جان واسطے۔ اچھا مناں دیر ہوئے، داں اماں میری وہ یہ کتاب دیئے۔

ناجر: ہاں لے یہ کتاب جا خدا کے حوالے

(رشید چلے جائے)

نورو: داں ناجر اس نا اینگا کہیو!

(ناجر، دوڑتی جائے) اور رشید۔۔۔اور رشید۔ (دروازہ اپروں)

رشید: کے ہے اماں؟

ناجر: بڈھو بُلاوے

رشید: کے ہے ابا

نورو: رشید توں کد واپس آوے گو۔ ہم نا کجھ مشور کرنو تھو۔

رشید: ہوں پھر اج ہی امتحان تے بعد واپس آجاؤں گو۔

نورو: ہم نا اپنو کوئی مقصد نہیں تیرو ہی کم ہے۔

رشید: میرو کے کم میرو کم امتحان توں بعد نویں جماعت کی فیس رکھنی ہے اس ماں مشورہ آنی کہڑی گل ہے۔

ناجر: (ماں) بچہ ہم تیری خوشی دیکھنو چاہواں۔ ناجر رشید نا بیاہ کو اشارو دیئے تھی۔ مگر رشید نا کائے سمجھ نہیں آئے تھی۔

رشید: اماں کائے فکر نہیں ہوں انشاءاللہ امتحان ماں پاس ہو جاؤں گو اچھا مناں چڑ ہو گیو ہے چلوں۔

نورو: اونا جر جان دے آ خراتے آوے گو۔ آ ہم بیساں مناں فکر ہے آ خراس کو کے ہوئے گو۔

ناجر: کے ہوئے گو خدا خیر ہی کرے گو۔ فکر کس گل گو ہے۔

نورو: فکر ہے مھاراتے پچھے لوکاں کی روڑیاں پر نہ پھرے، تاجامقدم کی گل برابر نہ ہو جائے۔ اس تے بہتر ہے ہم جیتاں جیتاں اس کو بیاہ کرا چھڑاں۔ توں کالیا کی گدری دیکھ تے ہم یوہ بیاہ کرا چھڑاں۔

ناجر: مگر ہم کائے گدری نہیں دیکھ سکتا۔

نورو: کیوں؟

ناجر: ایک دھیاڑے ہم دو ہے ماں پوت بیٹھا واگل کراں تھاتے ہیں رشید نا بیاہ کو کہیو ہے۔ اُس نے کہیو! اماں جس ویلے ہوں آ نہ چار کمان کے قابل ہو یو پھر بیاہ کروں گو سو ہنو بھی لگوں کو۔

نورو: تیر دلائق آ نہ چار کمائے گو پھر بیاہ کرے گو۔ اچڑ تک ہم پیا چٹول چناؤں۔

ناجر: پھر کے ہو یو ہم نارشید کا نا کاگ آتی اکھ ہے۔

نورو: او جھلیئے تا جو سچ کہہ تھو، رشید نے ایک دن مھارو نک کپُ چھڑ نو ہے۔ آ تو میری من لے۔

ناجر: ہوں تے منوں پر تیرو لاڈلو منے تاں۔

نورو: پھر کے؟ ہم نے اُسے کی مرضی پر رہنو ہے عمر ساری۔

ناجر: چارو بھی کے ہے؟ توں میری کدے نہیں سنتو۔ اپنی ہی کرتو رہ تے کرنا جر

اُٹھ کے نسے،نورو پکڑے تے کہہ،اوجھلیئے کئیاں چلی اینگا دیکھا اوگل تے سن

ناجر روتی واپس آوے۔

نورو: دیکھ مناں رشید کے نال کجھ ضد تے نہیں۔ہوں بھی اُسے کی زندگی کی گل کروں تھو۔توں پہل پہلاں ہی رون لگی ہے اسونہ ہوئے کہ یوہ ساری عمر مھاری نوکری تے خدمت کرے گی۔اُس کی ماں نے عمر ساری اپنا ستو سُہرا کی خدمت کی تھی،دھی بھی اُسی ہوئے گی!

ناجر: آہو سچ ہے جسی ماں اسی دھی،مگر کہڑی گدری؟

نورو؛ واہ کالیا کی گدری تناں سہی ہے نا۔۔۔

ناجر: واہ کا کی،،

نورو: آہیو چنگی جوان ہے۔شکل تے عقل بھی چنگو ہے۔ہے بھی شریف۔

ناجر: پھر ٹھیک ہے تاں بھی رشید نا پچھنو پوے گو۔وہ کالج بچوں آویگو تے بیس کتے پچھ چھُڑاں گا۔

نورو: ٹھیک ہے اج اُتار ہے شاید آتو ہوئے گو۔

ناجر: ہوں بھی گھبرا گئی ہاں۔اللہ کرے اہی جائے

(اچر رشید آجائے کالج بچوں)

رشید: السلام علیکم!اماں کے حال ہے۔۔

ناجر: توں اتنو چر کو کیوں رے

رشید: میں گہڑ وات آگے سویرے ہی گھوڑی چڑ نو تھو۔

نورو: آئی نا تا جا کی گل برابر۔

رشید: ابا کے،کہڑ وتا جو۔

نورو: کجھ نہیں رے تناں کے لگے رے

رشید: یوہ ابو کے کہہ؟ کے تا جو۔

ناجو: کجھ نہیں رے وہ بھی تیری ہی گل کرے تھو۔

رشید: وہ تائیں اُس دن آیو تھو، میری گل کرے تھو۔

ناجر: کہہ تھو اپنا گدرار شید کو بیاہ کرا چھڑو۔ اُس نے سُدھو پڑھیو ہے۔

رشید: ائیاں سُن اگر تا جو اتنو سیانو تھو اپنا پنجاں، ستاں رنڈاں کو بیاہ کرا چھڑا۔

نورو: او جوانی ٹٹا تا جانے ویہ سارا کمیں کاریں لایاواہیں۔ توں کہڑی مرضی کی دوا ہے۔ لکھ بھن کے دو نہیں کرتو کتابڑی ایک ہتھ ماں کے کے سحرگی گھروں نکل جائے۔ اٹھمے دن کدے مُنہ دسے۔

ناجر: جاسے نہیں ات کے تیرو مُنہ دیکھے گو؟ تے توں کے کرے ساری دھیاڑی چندے بیٹھو رہ۔

رشید: اماں تم صاف صاف کیوں نہیں کہتا۔ تھاری کے مرضی ہے۔ ہوں پھر کے کروں؟

ناجر: ’’آو بچہ ہم نے توں بچ سارو پڑھا چُھڑ یو ہے، ہون توں کالج نا چھوڑتے ہم تناں گھوڑی چڑھا ہی چُھڑاں۔

(رشید اُٹھے ہیسے شرارت چڑھے)

رشید: او اماں میں یوہ کے کہیو۔ تم نکی جہئی گل نا پکڑ لیں تے پھر چھوڑ تا ہی نہیں۔

نورو: بکرو جوان ہوئے تے پھرؤ ہ اپنا مُنہ ماں موتے توں میں اسے گل واسطے پڑھا ئیو تھو۔‘‘ اسے گل نا کہیں پوت۔

ناجر: میرا کہڑ ابہہ ہیں ایکو ہے۔ توں اُس کی بھی مگر لگو ہے۔

(اتناں ماں مقدم کونوکر نورانا بلاوے کسے کچہری واسطے)

میریو: السلام علیکم۔

نورو: وعلیکم السلام۔میریا اینگا لنگ

میریو: نہ چاچا! مناں جلدی ہے۔تم نامُقدم بُلاوے کرے۔

نورو: کیوں؟

میریو: ''شاید الفیا کی کچہری ہے۔

نورو: ''اچھا چل توں ہوں آ گیو۔''

میریو: نہ اگر جلدی نہ آئیو۔تناں پھر مقدم میرا کو پتو ہے۔سخت مارے ہوئے۔

(میریونکل جائے)

نورو: اورنا جرتوں مھیساں نا کھول ہوں چلوں مُقدم کو لے کچہری ماں نورونا جر دوئے نکل جائیں۔

اچر رشید کو دوست حمید آ جائے۔جہڑ ورشید نال کالج ماں جائے وہ رشید نا ملن واسطے آوے،،۔

حمیدہ: رشید کہڑی سوچ ماں ڈبیوؤ ہے۔

رشید: اوحمید سلام علیکم۔بیس (حمید بیس کے پچھے)

حمید: یار کے گل تھی کہ توں امتحان تے بعد کدے نظر ہی نہیں آیو،،نہ ہی تیں میرو کوئی پتو کیو۔

رشید: نہ کر مذاق،میٹنگ کی دوچھٹی چلائیں،مگر افسوس توں نہیں آیو۔ سارالڑکا میرے اُپر ناراض یویا کہ تیرو دوست تھونہیں آیو۔

حمید: ایک چھٹی بھی نہیں ملی ہوں کیوں نہ آتو اس ماں تم نا کوئی اپنو مقصد تھوڑ و تھو سب عوام کو فائدو ہے۔

رشید: دیکھ اچر تک کائے بھی قوم ترقی نہیں کرسکتی، اچر تک کہ قومی یکجہتی نہ ہوئے۔
ہندوستان مھارو ملک ہے۔ جہڑو کہ انگریزاں کا راج تے آزاد ہوؤ کس طرح آزاد ہویو

حمید: جب کہ لوکاں ماں یک جہتی تھی۔ ایک تھا۔ اتحاد تھو۔ ایک آواز پر چلیں تھا،،

رشید: ہاں! اس واسطے ہم نا قومی یک جہتی پر رور دینو ہے۔ تاں جا کے ہم کجھ
کرسکاں گا۔ ترقی کرن کو واحد رستو قومی یک جہتی ہے،،

حمید: بالکل ٹھیک اس واسطے ہم نا ہر وقت تیار رہنو چاہیئے۔ دیکھ تعلیم بالغاں کو پروگرام
بہت ہی اہم ہے۔ مھارا نو جوان جہڑا کہ ان پڑھ ہیں۔ اگر تعلیم بالغاں کا سنٹر ماں
جائیں۔ (رشید گل ٹک جائے)

رشید: جاؤن تے بغیر چارو بھی نہیں، پھر کے کراں گا، زمینداری کرن واسطے بھی
تعلیم ضروری ہے۔ دیکھ اگر دوا پاشی باغ ماں کریں گا اُن نا کے پتو ہے کہ کس وقت
کرنی ہے۔ کہڑی دوا کرنی ہے۔

حمید: ددجے پاسے چھوٹو کُمبو خوشحال زندگی بسر کرن واسطے چھوٹو کُمبو بہت ہی
ضروری ہے۔ زندگی کی ضروریات ہوئیں لہذا چھوٹو کُمبو ہی ہوئے تے ضرردریات
پوری کرسکیں۔

رشید: بالکل تم تے سونچیں تانجے تم تعلیم یافتہ ہیں۔

حمید: دیکھ توں ایکو تھو تاں تیں تعلیم حاصل کی، کالج کی فیس وردی کتاب وغیرہ پوری
ہوئیں۔ اور تقریباً سب لڑکاں تے اچھو تے صاف سُتھری زندگی گذارے۔

رشید: ''خیر اگر ہم دو ہے بیس کے گل کرتا رہیا تاں ہم کجھ بھی نہیں سکساں ہم نے
لوکاں نا سمجھانو ہے لوک سمجھدار ہونا چاہیئے۔ گورنمنٹ کا ہر قسم کا پروگرام نا اگے
ٹورن واسطے قومی یک جہتی، تعلیم بالغاں، کی سخت ضرورت ہے تاں جا کے مھارو

ملک ترقی کر سکے۔

حمید: خیر ہم اس وقت زیادہ بحث نہیں کر سکتا۔ کیونکہ منا دیر ہوئے اچھا منا اجازت دے ہوں چلوں،،

رشید: اچھا خُدا کے حوالے۔۔

(حمید دروازہ کے نزدیک ہوے رشید پھر سدھے)

رشید: ''او حمید صاحب ایک منٹ ہم نالوکاں کی پئی تے پنی بسر گئی۔ یار بات سُن گھر کاں واسطے کجھ مصیبت بنا چھوڑی ہے۔

حمید: کے مُصیبت؟ اسی کے مصیبت؟

رشید: اماں کہہ تھی توں کالج چھوڑتے گھر بیں تے ہم تیرو بیاہ کرا چھڑاں،،

حمید: ٹھیک ہے نا پھر یاہ کہڑی مُصیبت ہے یاہ تے مُبارک کی گل ہے کت سہی کئیو۔

رشید: او یار کا نہہ کی مبارک اگر واہ گل ہوتیا تاں تے مُبارک تناں بھی مناں بھی،،

حمید: واہ کہڑی گل، مھاری کلاس فیلو شکیلہ آئی گل،

رشید: آہو۔ مگر حمید کاش: کہ تیرا جیسا دوست میرو ساتھ دیتا تے ہوں اپنی شکیلہ (رشید عشق کی حالت ماں)

حمید: ''رشید و رشید تنا کے ہوؤ یار ہوں تیرے نال وعدو کروں کہ ہوں تیرو بیاہ شکیلہ نال کراؤں گو؟۔

رشید: ''سچ ہے توں میرو ساتھ دیئے گو۔،،

حمید: ہاں یوہ وعدو ہے۔

(ہتھ ملاتاں واں دو ہے آپس ماں وعدو کریں)

رشید: تاں پھر ہوں اج ہی گھر کا نامُنہ توڑ جواب کروں گو۔۔

حمید: اچھا یار رہوں اج ہی پکی گل کروں گومنا اجازت ہے۔

رشید: خُدا کے حوالے۔(حمید واپس جائے تے ناجر آجائے۔

ناجر: اورشید توں بیٹھورہ گو؟

رشید: اماں وُہ حمید آیوتھو۔ہم دوہے اتُ بیٹھاوا تھا۔

ناجر: ''کجھ چاءشاہ پی حمید نے،،

رشید: اماں اُس نے ایک بھی نہیں سنی

(نوروا اندر داخل ہوئے۔

نورو: ناجر سُنتی نہیں وہ کالیو بھی کچھری ماں تھومیں مقدم نا کہیو اُس نے اُٹ ہی ناتا کو پُچھیو خُدا کو کرنواسو ہو یو کالیو مُقدم کے اگے مُڑ بھی نہ سکیو۔

ناجر: پھر ناتو جُڑ گیو؟

شُکر خُدا کو کوئے نیک ہی دھیاڑوتھو۔سب ہو گیو،،

رشید: اماں کس کو ناطو جوڑیں تم۔

ناجر: بچہ ہم نا کہڑا پنچ ست ہیں۔تیرو ناطو

رشید: میرو!

ناجر: ہاں تیرو نہ تے پھر کس کو؟

رشید: کت؟

ناجر: اُس پرلا ناڑ کا کالیا کی گدری نال واہ کا کی تناسہی ہوئے گی نا

رشید: اماں یہ قضامنا کجھ ٹھیک نہیں لگتا۔(شرارت ماں کہہ)

نورو: کہہ تنا عمر ساری رنڈ ور ہنو ہے؟ توں دیکھتو نہیں کیڈھ داندہے

رشید: ابا میرا کالج ماں تیرا تے بڑا بڑا الڑ کا پڑھیں۔اُناں نے اجاں تک بیاہ کوناں

نہیں سُنیو۔منا کوئے بیاہ شیاہ نہیں کرنو،مناں اجاں پڑھنو ہے۔

نورو: کڑھ کڑھ اجاں توں گھٹ کڑھیو ہے، جوانی ٹٹا اگرتُوں یوہ رشتو نہیں کرسے تاں میرا گھر بچوں نکل جائے۔

رشید: ابا میری شادی میری مرضی نال ہوئے گی۔

نورو: مرضی نال؟

رشید: ہاں مرضی نال

نورو: دُور دفعہ ہو جا میری اکھاں اگاتے۔بے شرما۔

(نورو رشید کے ایک دو تھپڑ مارے، رشید ردتو روبا ہر نکل جائے)

ناجر: لے بیس ہُن کُھلو ہو کے ایک ہی تھو۔اُس تے بھی ہوں مکا چھڑی،

نورو: جائے گو کنگا قبر ماں

(باہر رشید کا دل ماں خیال آوے کہ ہوں اس گھر نا نہیں چھوڑ سکتو! لہذا واپس جاؤں اور معافی منگوں)

رشید: اماں ہوں غلط ہیو گیو۔اللہ واسطے مناں معافی دئیو۔

ناجر: بچہ تیں کے غلطی کی کے، کیو، نہ رو، نہ رو۔

رشید: اچھا پھر جس طرح تھاری مرضی۔(رون کی آواز ماں)

نورو: ہاں یاہ ہوئی نا گل، روٹی دو ہے ہتھیں پکے پھر ہم کھوجہ کو لے جاں لیراں شیراں نا۔

رشید: تھاری مرضی۔

نورو: ناجر جا مقدم نا نال لے کے کالیا کے سگن سٹ آ، ہوں کھوجہ کولوں۔لیر تے بیاہ کو اخراجات کے آؤں۔

(ناجرتے نورودوہے گھروں نکل جائیں۔
رشید گھر ماں بیٹھوئیں پریشان حالت ماں ایک جگہ تے دوجی جگہ جائے ہتھ متھہ پر رکھیودو۔ اچر حمید رشتو جوڑ کے، شکیلہ نا چھوڑ کے خوشی خوشی ماں اندر داخل ہوئے)

رشید: میرا اللہ میرو کے ہوئے گو۔ (اچر حمید اندر آجائے)

حمید: ہیلو رشید کے حال ہے۔ اج خوش رہو۔ تیرو کم میں کر چُھڑ یو ہے۔ ہتھ ملا۔

رشید: میرو کہڑو کم (ہتھ ملاتاں ماں)

حمید: بسر گیو ہائے افسوس: دوست تیرا اجھیا ہو یالوڑیں۔

رشید: نہ پھر بھی۔

حمید: تیں میرے نال وعدو کا نہہ کو کیو تھو؟

رشید: تے پھر کے ہوئیو۔

حمید: رشید صاحب تیری شادی طے ہوگئی شکیلہ نال

رشید: مگر مگر ہوں (حمید گل ٹک لئے)

حمید: مگر، مگر کے؟ اس ماں اگر مگر آئی کہڑی گل ہے توں واہ گل کرے کنک نسری تے گل بسری۔

رشید: حمید صاحب آخر تے ماں باپ ہی مالک ہیں۔ اُنھاں نے میری شادی پرلا ناڑ کا کالیا کی گدری کا کی نال جوڑ چُھڑی ہے تے ابو کپڑ ماں نا گیو۔ اماں سگن سٹن گئی ہے۔

حمید: رشید کیسی گل کرے خاویہ دن یار نہیں جس دن نوں شکیلہ پر جان قربان کرے تھو۔ تنا اُس کی زندگی کو کوئے خیال نہیں۔

رشید: ہوں کر بھی کے سکوں ہاں، منا جے شکیلہ کی زندگی کو خیال رکھنو ہے، تاں یوہ

گھر جس ماں تھیو پلیو یہ ماں باپ جن نے پالیو لبو سیو تے جوان کر یو پڑھایو سب کچھ چھوڑنو ہے۔

حمید: توں اگر چھوڑ نہیں سکنو تے سمجھا بھی نہیں سکتو؟

رشید: میرے تے نہیں ہوسکتو یاہ بے بسی کی گل ہے۔

حمید: میرو کے ہوئے گو؟ ہوں مارے گیو۔ ہوں شکیلہ نا کہڑ ومُنہ دسوں کو تین سچ نال گھر کاں کے اگے ہاں کر لی؟

رشید: ہاں میں ہاں کر لی۔

حمید: رشید توں ہوش ماں ہے۔ تیں ایک ان پڑھ تے جاہل کڑی کس طرح قبول کر لئی؟

رشید: ہائے بے بسی کو عالم تے کر تو بھی کے؟

حمید: یُوہ نہیں ہوسکتو (شرارت ماں) توں میری عزت پر کھیڈ ن لگو؟

رشید: تے میرا ماں باپ کی کائے عزت نہیں

(سخت شرارت ماں یوہ جواب)

حمید: اُن کی عزت کو خیال کرے تھو، تے مناں کیوں خراب کرے تھو؟

رشید: اس ماں خرابی آئی کہڑی گل ہے۔توں آرام نال شکیلہ نا جواب کر۔

حمید: ہوں نہیں جواب کر سکتو۔ جواب توں خود کر۔

رشید: شکیلہ نا تیں پُچھیو ہے۔ جواب بھی توں خود کر

(حمید نرمی نال) پُچھے اور آہستہ آہستہ گل کرے۔ یعنی کہ ٹھکن کی کوشش کرے۔

حمید: اگر توں کالیا کی گدری کو رشتو ہی ٹھکرا چُھڑے تاں او ہی ٹھیک رہے گو۔۔۔

رشید: دوست اسی گل نہ کر۔ (ہتھ مُنہ پر رکھے حمید کے)

حمید: (ہتھ پکڑے تے مُنہ تے نگل جاے،۔۔۔۔کیوں؟

رشید: یاہ مجبوری ہے۔

حمید: (سخت لہر ماں کہہ) یاہ مجبوری تنا اُت پہچاوے گی جتوں واپس آنو مُشکل ہو جائے گو۔

ناجر: (آتاں ہی کہہ) رشید نورو نہیں آئیو۔؟

رشید: اماں اجاں نہیں۔آتو ہوئے گو۔

(نورو کپڑا وغیرہ لے کے آوے تے کہہ)

نورو: اُف تھک گیو۔(ناجر کے کیو)

ناجر: ہوں دھیاڑا ابھی صحیح کرآئی ہاں۔

نورو: دھیاڑو بھی صحیح ہو گیو۔خُدا کو شُکر۔

ناجر: مقدم نے دھیاڑو ابھی اُن نال سہی کر چھڑیو۔تے کل بدھوار ہے جج نے جانو ہے۔

نورو: بدھوار تے اج ہے

ناجر: آہاں پھر کے

نورو: ٹھیک ہو گیو پھر تے مُبارک کی گل ہے۔رشید توں بھی تیار ہو جا۔

رشید: ابا میرو کے ہوں کدنہیں تھو تیار۔

ناجر: نوراتوں مُقدم نا سدلیا۔

نورو: اچھا پھر جاؤں۔(نورو چلے تے مُقدم آپے آتو ہوئے)

نورو: شکر خُدا کو تم آپے آگیا (یوہ مقدم بڑو ہی تیز مزاج ہوئے)

مقدم: نہ آتو۔

نورو: نہ جی وہ ہوں کہوں اج بدھوار ہے۔

مقدم: پھر کے تم مناں بھی خراب کرن ماں ہیں جلدی کرو۔

نورو: ٹھیک ہے۔

ناجر: رشیدتوں کپڑا الا چھوڑ۔

رشید: اماں میرے کپڑا ٹھیک ہیں لگاوا۔ ہوں انہی کپڑاں ماں جاؤں گو مقدم رشید کا کپڑاں درد یکھے تے کہہ؟

مقدم: نورا کوئی صافو اپتو ہے۔

نورو: مُقدم صاحب میں صافو پہلاں ہی آنیوٗ ہے۔

مقدم: تے پھر لاتا کیوں نہیں۔ ڈھول کت ہیں۔ مارتا کیوں نہیں کے و یہ بھی ہوں ماروں گو۔؟

رشید: مقدم صاحب تم خدانے سیانا کیاوی ہیں۔ ڈھول کی کے ضرورت ہے۔

مقدم: (لہر ماں کہہ) چُپ اکھ پُھٹیا یوہ مھارو رواج ہے۔

رشید: مقدم صاحب اس ماں رواج آئی کہڑی گل ہے؟ یوہ کجھ ٹھیک نہیں ہوتو۔

مُقدم: نوریا یوہ گدرو میرے اگے بولیو ہے۔ لےبیں تے کرا بیاہ۔

ناجر: (جلدی جلدی اُٹھے) مُقدم صاحب مناں معافی دئیو۔ یوہ اجاں نکو ہے۔

مقدم: نکو ہے تے جوان کراکے بیاہ کریئے۔

نورو: مقدم صاحب تم بھی نکاں نال نکا نہیں یوہ تے بے عقل ہے۔ تم معاف کر چھڑو۔ رشید مقدم کولوں معافی کہیے۔

رشید: مقدم صاحب معاف کر چھڑو جس طرح مرضی پیا کرو۔ ڈھول بھی مارو۔

مقدم: چلو مارو ڈھول۔ چلو چر کر گیا۔ (ڈھول، مراج، جنج وغیرہ

(جنج جاتاں ماں نور کہہ)

نورو: ناجر ہون خیال ہی رکھیو۔

ناجر: ہتھ گھماتاں ماں کہہ: جامیر یا مراجاہوں لگی ساری تیرے اُوپروں یا اللہ خیر نال لے جائے جنج نا۔

(جنج جائے ناجرا کیلی رہ جائے۔

(دور گاؤن بجاؤن کی آواز آئے، یعنے جنج لڑکی آلاں کا گھر پر ہوئے تے واپس آوے۔ نورو جنج کے اگے ہوئے)۔

نورو: اوناجر! اوناجرداں بوہٹی ناکتے بیسال،

ناجر: بوہٹی نابسالتاں کہ، ہوں لگی ساری تیرے اوپروں؟

مقدم: اچھانوریاہوں چلوں تو بیں خُدا کے حوالے۔

نورو: مقدم صاحب تم کنگاں چلیں، چاہ شاہ پی کے جاؤ۔

مقدم: نہ نوریامناواہ الضیا کی کچہری سرچڑی ہے نہیں مکتی۔

نورو: اچھا پھر بھی ایک ذری کھل جاؤ۔ ناجرواں واہ جوڑ پٹی مقدم صاحب کے مونڈھے سٹ

ناجر: رشید کے اُپروں جوڑ پٹی لاہوئے تے مقدم کا منڈھا پرسئے تے کہہ ہم دوہے سسو بہوسال ماں چرکھو کتاں گی تے ایک کاری کی جوڑ پٹی تیار کر کے دیاں گی۔

مقدم: میر ویوہ گھر ہے منا کے ضرورت ہے۔ مگر ہون ہئے گی محنت کی مزدوری اچھا پھر چلوں۔

نوریو: خُدا کے حوالے (مقدم چلے جائے تے رشید ماں نا کہہ)

رشید: اماں یاہ جور پھٹی میری تم نے مقدم نا دتی؟

نورو: اوگیر یاتنا کے لگے مچاں گلاں نال؟

ناجر: رشید مقدم صاحب نے تیرو بیاہ جوڑیو۔ نہ دیتا؟

رشید: ہور کے منا بیاہ نہیں تھوبنے۔ خبر جو مرضی سو کروتے ہوں چلیو منا کم ہے شہر
اباجاؤں۔

نورو: تُوں ات کے کرے جاتو کیوں نہیں۔

رشید: اچھا پھر (نکل جائے جلدی جلدی)

نورو: اوناجر: اوناجر مھیساں ناکھول۔ کاکی توں کے کرے گی۔ یوہ تیرو گھر ہے کھاہ
پی آرام کرتنا اپنو گھر ہے (اتنا ماں ڈاکیو رشید کو آڈر لے کے آوے۔

ڈاکیو: اندر کون ہے او بھائیو اندر کون ہے؟

نورو: کاکی ہوں لگو داں باہر دیکھ کون ہے (کاکی دروازہ پروں دیکھے)۔

کاکی: کو یوایک ہے۔

نورو: اندر کہونا

کاکی: او بھائیا تم نا اندر سدھیں

ڈاکیو: السلام علیکم

نورو: وعلیکم السلام

ڈاکیو: یاہ چھٹی ہے رشید تھارولڑکو ہے (ڈاکیو دروازہ پر کھلو ہوئے)

نورو: آہو پھر کس کو ہے

ڈاکیو: یاہ چھٹی رشید نا دئیو۔

نورو: کاکی اُنگاں دھر چھڑ یاہ کا لے قرضہ کی ہوئے گی۔

ناجر: او کاکی کے کاغذ ہے

کاکی: اماں بوہ کجھ ہے کجھ ہے۔

ناجر: منادے انگاں (کاکی ناجر نادے چھڑے ناجرا ایک طرف دھرے)

نورو: اوناجرا اتنو کجھ کر کے بھی اجاں توڑی چاہ کی پیالی نہیں؟

ناجر: اوکاکی داں بھاری پھیر چھڑتے ہوں چاء بناؤں۔ کاکی بھاری پھیرے تے واہ کاغذ بھاری نال باہر سٹ چھڑے۔

ناجر: اوکاکی تو بیس رہی

کاکی: اواماں بھاری پھیر چُھڑی ہور کے کروں؟

ناجر: پھیر چھڑی اچھا بیس رہو۔ (کاکی بیسے) رشید دفتر بچوں واپس آئے)

رشید: اماں فاقے مرگیو۔ تاولی چاء دے۔

نورو: اورے کیاں گیوتھو۔ میرا ڈوگا ماں داندھ لاوے تھو؟

رشید: ابا ہوں دفتر گیوتھو۔

نورو: اُن کے کرن گیوتھو؟

رشید: ابا میں انٹرویو دتو تھو اُسے گو پتو لاون گیوتھو۔ اُت اُن افسراں نے کہیو میروآ ڈر گھر چلا چھڑیو ہے۔ ویہ بھی ٹال مٹول کریں۔

نورو: اورے اج توڑی کسے نا گھر آڈر نہیں آیو۔

ناجر: او بچہ ات ایک ماڑ وجییو کو یو آیو تھو کاغذ ایک دے گیو۔

رشید: اماں کو یو تے کے کاغذ۔۔۔؟

ناجر: کاغذ ایک تھو جس طرح نسوار کو ہوئے

رشید: اماں۔ اماں کت دھریو ہے مناں دسو

نورو: اورے وہ کوئے قرضا گو کاغذ تھو۔ ایں ویں مارے یاہ۔

رشید: داں ابا منا دیو تے سہی ہوں دیکھوں کیسو ہے۔

نورو: اونا جر داں دے، ہم بھی دیکھاں کس طرح پڑھیں ہوئیں۔

ناجر: اتے کتے دھر یو تھو پتو نہیں گیئو کیاں۔ کا کی ہوں لگی داں دیکھ کُیاں گئیو؟

کا کی: ایک کاغذ میں بھاری نال پھیر کے باہر سٹ چھڑیو ہے روڑی اُپر (رشید نا سخت شرارت چڑھے تے کہہ)

رشید: اماں اس نا پچھ کت ہے روڑی تے کت ہے کاغذ (لہرماں)

کا کی: واہ ہے روڑی ہوں گھر تے نہیں لے گئی۔

رشید: (اُٹھے تے کہہ) ہائے اللہ! میری تو ڑوں ہی بدقسمتی ہے۔ اسے گل نا کہیں غریباں نے روزہ رکھیا۔ دھیاڑی ہو گئی بڑی (روڑی اُپروں کاغذ چاوے۔

رشید: (کاغذ نا کھولے تے وہ اُس کو پٹواری آڈر ہوئے تے کہہ) اماں یوہ دیکھ میرو آڈر پٹواری کو۔ تم خوش رہو۔ تھاری ساری سختی دور ہو گئی۔ یوہ میرو پٹواری آڈر ہے۔ (نورانا یقین نہیں آتو تے کہہ)

نورو: ہاں ہاں مقدم کی نوکری واسطے لگو رہے۔

رشید: اوانا یوہ توں کے کہہ کے مقدم کی نوکری۔ ہوں مُلازم بن گیئو۔

ناجر: پٹواری بھی مقدماں کے جائیں ہوئیں۔

نورو: داں دے چوڑ، تیرا لاڈ نے یوہ خراب کیئو چل ہم ڈوگی پر چلاں۔ (دو ہے ناجر تے نورو ڈوگی اُپر جائیں)۔

رشید: آڈر نا دیکھ دیکھ کے خوش ہوئے۔ اچر خیال کا کی در جائے۔ (کا کی بدلے ہون پٹھا کی کہہ) اور پھٹا کی او پھٹا کی ہُن چاء دے چھڑ۔۔۔

کا کی: تیرو مُنہ تے نہیں دُھکتو۔ سدھو کا کی۔۔۔!

رشید: اویاہ تہذیب، بیوقوف۔۔۔

کا کی: تہذیب آلاں کوتھوتے مقدم کی نوکری ناجاتو؟

رشید: (اُس کی گلاں پر ہسے تے کہہ) اوپا گلے اماں تے ابو سدھا ہیں تنا کے ہو گیو۔ ہوں مُلازم ہن گیو ہاں۔ یاہ گورنمنٹ کونوکری ہے ہم نے گورنمنٹ چلانی ہے۔ یہ مقدم شقدم بھی مھاراہی ماتحت ہویں گا۔

کا کی: گھر تیرالنگ نہیں تھالگیں دیکھداں ہوں سارو کم کروں ہاں۔

رشید: (پھر ہسے تے کہہ) کے کم کرے؟

کا کی۔ گھر کو سارو کم۔ بھاری شاری۔(رشید نا بھاری نال آڈر باہر سٹیو دیاد آجائے۔

رشید: آہاں بھاری نال توں آڈر بھی باہر سٹے؟

کا کی: تے پھر کے ہوئیو؟(رشید نا سخت شرارت چڑھے)

رشید: ککھ نہیں ہو یو۔ میری زندگی تیں روڑی پر سٹی، بے وقوف، دفعہ ہو (میری اکھاں اگاتے، دوچار مارے)

کا کی: روتاں روتاں کہہ پھر مناں لیاوے کیوں تھو۔

رشید: پھر مارے تے کہہ۔ یاہ مجبوری تھی، یاہ مجبوری تھی۔

کا کی: زور، زور نال روئے اچرنا جر واپس آجائے، رشید کھسکن کی کوشش کرے۔

ناجر: اوکا کی۔ اوکا کی کیوں روئے (رشید گل ٹوک جائے۔

رشید: اماں میں نہیں میں نہیں (ناجر سوٹی مارے رشید کے لگے۔۔)

رشید: ہتھ جوڑ کے کہہ۔ اماں میں نہیں کہتاں کہتاں نس جائے۔

ناجر: اوگدی توں کیوں روئے؟

کا کی: تھارالاڈلا نے ماری (نورو باہر ڈوگی پر ہوئے تے رون کی آواز آوے تے

جلدی آئے۔

نورو: اوکا کی کیوں روئے تیری بھی غلطی ہوئے گی؟

کا کی: نہ نہ ہوں تے نہیں ات اس گھر ماں رہتی۔

ناجر: او بچی آخر تیرو گھر یوہ ہی ہے۔

(مقدم ددجی جوڑ سپٹی واسطے آوے اگے کا کی روئے لگی وی)

مقدم: السلام علیکم

نورو: وعلیکم سلام

مقدم: کے حال ہے نوریا۔ (کا کی توں بل ہے) کا کی مقدم نادیکھ کے اس وقت ریادہ روئے۔

نوروجلدی جلدی ڈرنال جواب دیہے۔

نورو: کا کی کوسر دُکھے پیچ اٹھ ٹکی دتی کجھ فرق نہیں ہوتو۔

کا کی: جلدی بولے۔۔۔اوچاچا کھان کی ٹکی، کانہہ کودرو میرے ان کالا ڈالانے ماری (ناجر مُنہ پر ہتھ رکھتے کا کی کہہ)

مقدم: ناجر گدر ہی کو مُنہ چھوڑ گل کرن دے (سخت لہرماں)

مقدم: نوریا توں تے کہہ تھوسر دُکھتے کار کر کے چال دسے چل گدر یئے ہوں تنا گھر لے چلوں یوہ نور سخت کوڑ مارے

نورو: لے تے جائے۔ میری لاگت ان سب۔

مقدم: لاگت ہوں آپنے دئیوں گوفکر نہ کہ جس ویلے کوئی کوئی لگی لاگت آپے مک جائے گی۔ اُٹھ گدری چلاں

(مقدم گدری نالے کے چلے جائے ناجر تے نوروایک دوجادر دیکھیں)

ناجر: اُونوریا،نوریامارے گیا۔ہُن مقدم تاجوبھی ناراض ہوگیئو ۔

نورو: میری مغزبھی مارے گئی اوناجر میں کے کہیو تھو؟

ناجر: تیں کہیو تھولاگت سٹ ہوں مارے گئیو ۔

نورو: ہوں مارے گیئو (نوروغش کھاجائے۔اس نااپنی لاگت وغیرہ یاآیوئے۔ آخرنوروا کئی حالت ماں زمین پرچڑھ جائے۔

ناجر: اونوریااونوریا(ناجرپانی لےآوےنوروپانی وی نہیں پی سکتو

ناجر: ہائے میریااللہ مھاروکے ہوگئیو۔اونوریااونوریاتنا کے ہوگئیو۔

(اچررشیدکودوست حمیدرشیدناملن واسطےمگررشیدات نہیں ہوتونورو بہت ہی خراب حالت ماں ہوئے بےہوش)

حمید: اوناجرکے ہویو؟

ناجر: گھرکوزبان لوکاں کی ہنسی ہوگئی۔حمیدتوں کجھ کر۔

حمید: پانی سٹےنوریاکامنہ ماں۔نوریوہوش ماں آوے۔

نورو: نوں کون ہے؟

حمید: ہوں حمیدہاں۔تیرارشیدکودوست

نورو: مھاروکےکرگیوتاجومقدم بیاہ کراکےگدری نابھی لےگئیو ۔

حمید: ہم نےتم سمجھیاتھا۔مگرتم ان پڑھ تےجاہل نہیں سمجھتا۔

ناجر: ہون کےکراں

نورو: اوحمیدہُن کےکراں۔توں دس

حمید: اُٹھاافراں ہوں دسوں گو،ہم ناایک ہوکےرہنوہے۔اتفاق ماں طاقت ہے۔ہم نایکجہتی کی لوڑہے۔مُلک نا یک جہتی ضرورت ہے۔

نورو: ہم پھر کے کراں، ہم مارے گیا، گھر خراب ہو گیو، زمین بھی بک گئی۔
گدری بھی نہ رہی۔

حمید: واہ ان پڑھ گدری جاہل گدری رشید نا خراب کر گئی۔ اُس کو ناں نہ لیو: (نورا
بنایاہ گل بہت ہی مُشکل اور سخت لگے کیونکہ اُس کی لاگت ضائع ہوگئی ہے۔ اُس
نا لاگت یاد آوے اور پھر غش پے جائے۔

ناجر: نورا کے اُپر ڈھے جائے اور زور، زور نال روئے اور منہ تے آواز نکل جائے
ہائے مارے گیا۔

حمید: او ناجر توں اس نا دیکھ تے ہوں ڈاکٹر نالے آؤں (حمید ڈاکٹر در جائے)

ناجر: او نوریا، او نوریا تنا کے ہو یو داں اُفراں اُٹھ (مگر نورو نہیں ہوش ماں آتو۔

ناجر: ہائے مرتے گیا۔ نوراداں پانی کی ایک گھوٹ تے پی۔
(اچے ڈاکٹر نالے کے حمید آجائے)

ناجر: ڈاکٹر ہوں لگی اس نا کجھ ہو گئیو۔ تیری محنت ہوں آپے دیوں گی۔

ڈاکٹر: حمید پانی گرم کر

حمید: ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب

ناجر: ڈاکٹر کے پچھے ڈھکن رکھے ڈاکٹر کوئی ضرورت نہیں ہوں اپنو گجر ہوں۔

حمید: پانی گرم کر دیئے۔

ڈاکٹر: نوراں کی بانہہ کڈھ حمید۔

حمید: ناجراس کی بانہہ گڈھ یوہ ڈاکٹر انجکشن کرے۔

ناجر: حمید توں انجکشن کرا ہوں کجھ ڈروں ہاں

حمید: نورا کی بانہہ کڈھے تے ڈاکٹر انجکشن کرے نورو ہوش ماں آوے۔

ڈاکٹر: نورا کے گل ہے ہوش ماں ہے کے گل ہوگئی تھی۔

نورو: ڈاکٹر صاحب منا بیماری نہیں۔ ہوں لوکاں نے ہی لٹ چھڑیو۔

ڈاکٹر: اُٹھ اُفراں چکر کر کمرہ ماں نورو چکر کرے (ناجر نورا کے پچھے اُس نا تھمن کی کوشش کرے۔

ڈاکٹر: نوراآ ابیس ۔ کجھ فرق ہویو۔ (نورو کہہ) ہاں ڈاکٹر صاحب بہت فرق ہویو۔

ڈاکٹر: کے تکلیف ہے۔

نورو: جناب مناں کدتھی تکلیف میں دو بیاہ بھی کیا۔ مگر آ ضان کوئی بیماری مس نہیں ڈٹھی۔

ڈاکٹر: اچھا بچا کتنا ہیں۔

نورو: ایک ہی تھو وہ بھی پتونہیں کیناں چلے گئیو۔

حمید: ڈاکٹر صاحب وہ رشید اس کولڑکو ہے۔ جہڑو کالج ماں جاتے تھو میرا نہ۔

ڈاکٹر: اچھا وہ رشید تیرو لڑکو ہے۔ نوکری نہیں لگو۔ اچھی تعلیم پڑھی ہے۔

نورو: کہہ تھو پٹواری بن گیو ہاں۔

حمید: ڈاکٹر صاحب وے پٹواری بن گیا ہیں۔

ڈاکٹر: حمید صاحب یاہ دوا وقت پر اس نا دیئو ناجر پانی گرم کر کے دیئو کیونکہ سیلاب نال پانی خراب ہویو ہے۔ اچھا ہوں چلوں۔

نورو: ڈاکٹر صاحب ہم کے کراں ہم مارے گیا۔

ڈاکٹر: حمید توں اتے رہوتے ان نا سمجھائے اس نورا نا ذہنی بیماری ہے اس کے نال اچھی اچھی گل بات کرو۔ منا اجازت ہے۔

(ڈاکٹر چلے جائے حمید نورا تے ناجر ناں سمجھائے)

نورو: اوناجرمناایک مشوروآوےداں توں جامقدم کول تے معافی لے سکے مقدم کا کی ناتیرےنال چلاچھڑے۔

ناجر: ہوں دےنہیں جاتی،میری وہ نہیں سُن سے آہم دوئے جاں ہوسکے رحم اجائے۔

حمید: مقدم کونوں معافی نہیں لینی۔ہم رشیدنال مشوروکراں گا۔پھرکائے کاروائی کراں گاتم فکرنہ کرو۔

نورو: رشیدنہیں ہم خراب کیا۔وہ کے کرسکے ہم ناچاروہی نہیں معافی لین توں بغیر اُٹھ ناجردوئے چلاں۔

حمید: تم ہماری کائے وی نہیں سنتا۔خیرہوں چلوں (حمیدنکل جاے)

نورو: اُٹھ ناجرچلاں۔ ناجر۔۔چل پھردوئےنکل جئیں۔

تقریظ:

گوجری ڈراما......ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر پرویز احمد

ڈرامہ کو ادبیات کی اولین صنف قرار دیا گیا ہے۔ ڈرامہ نقالی ہے اور نقل کرنا انسان کی فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی پیدائش سے ہی انسان نقل کرنے لگتا ہے۔ ارسطو نے ڈرامہ کو کسی عمل کی نقالی سے تعبیر کیا ہے اور یہ نقالی دراصل زندگی کی عکاسی کا نام ہے۔ ڈرامہ خود زندگی نہیں لیکن انسانی زندگی کو پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ناول بھی تقریباً یہی کام دیتا ہے مگر اسمیں صرف انسانی زندگی کے کرداروں اور سیرتوں کی کہانی ہی ہوتی ہے جو بے جان سمجھی جاتی ہے اور ڈرامے میں کہانی کے ساتھ ساتھ انسان عملی طور پر بھی ہمارے سامنے آتے ہیں اور یہی عمل ڈرامے کی جان سمجھا جاتا ہے۔ گویا ڈرامہ کی بنیاد ہی الفاظ، گفتار اور کردار کے عمل پر رکھی جاتی ہے جس میں انسانی زندگی کے حقائق اور مظاہر کو اشخاص اور مکالموں کے وسیلے سے عملاً پیش کیا جاتا ہے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ یونان دنیا میں فنِ ڈرامہ نگاری کا موجد ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں بھی ڈرامہ زمانۂ قدیم میں تخلیق ہوا اور اسکا کہیں تعلق یونانی ڈرامے سے نہیں تھا۔ ہندوستان میں ڈرامہ اپنی انفرادیت لے کر پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ لہٰذا یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ ہندوستان کا ڈرامہ (سنسکرت) یونانی یا کسی اور سے مشابہت نہیں رکھتا اور یہ کسی اثر کے بغیر خود بخود اسی زمین میں ایجاد ہوا۔

اُردو میں ادبی ڈرامہ کا رواج لگ بھگ بیسویں صدی کی شروعات میں ہوا اور واجدؔ علی شاہ (رادھا کنہیا) اور امانتؔ لکھنوی (اِندر سبھا) اردو ڈرامہ کے موجد مانے جاتے

ہیں۔لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اُردو ڈرامہ کے پیچھے سنسکرت ڈرامے کی روایات کا ہاتھ تھا۔ اُردو ڈرامہ مختلف مراحل اور تجربات سے گزرتے ہوئے آغا حشؔر کے دور میں عروج کو پہنچا۔ آغا حشؔر بیسویں صدی میں اُردو کے سب سے اہم ڈرامہ نگار ہیں جنھیں انڈین شیکسپیئر بھی کہا جاتا ہے۔انھوں نے متعدد ڈرامے لکھے اوران میں ہندو دیو مالاؤں کے علاوہ مغربی ڈراموں اور ہندی زبان وادب سے بھی استفادہ کیا۔اورڈرامہ میں محض تفریح کے بجائے سنجیدگی کا عنصر بھی شامل کیا۔آغا حشر کے علاوہ اس دور کے ڈراموں میں امتیاز علی تاؔج کے ڈرامہ ''انارکلی'' کوسب سے زیادہ شہرت ملی۔ اسکے بعد ترقی پسند دور آتا ہے جسمیں خواجہ احمد عباس، اورعصمت چغتائی کے ڈراموں نے شہرت حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء کے آس پاس ٹیلی ویژن اور چند سال بعد آل انڈیا ریڈیو کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ ریڈیو ڈرامہ کی طرف توجہ دی گئی اورابتدا میں ریڈیو سے وابستہ لوگوں نے ہی ریڈیو ڈرامہ کی بنیاد ڈالی۔یوں ریڈیو نشرو اشاعت سے اُردو ڈرامہ کے باب میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔

گوجری میں ڈرامہ نگاری کا آغاز ۱۹۵۰ء کے بعد اُردو ڈرامہ کے زیر اثر ہوا۔اسی لئے گوجری ڈرامہ میں فن وتکنیک وہی استعمال کی گئی جو اُردو میں رائج تھی۔کیونکہ گوجری میں جن ادیبوں کے ہاتھوں ڈرامہ کی بنیاد پڑی وہ اردو ادب سے واقف بھی تھے اور متاثر بھی۔ گوجری ڈرامہ کی ابتدا کے بارے میں گوجری ادب کی سنہری تاریخ میں ڈاکٹر رفیق انجم لکھتے ہیں:(ترجمہ)

''باقاعدہ طور سے ڈرامہ لکھنے کا رواج ۱۹۵۰ء کے بعد کا ہے اور تحریری ادب میں جو سب سے پہلا ڈرامہ ملتا ہے وہ غلام احمد رضاؔ مرحوم کا ڈرامہ 'مھارو پیر' ہے جو ۱۹۶۲ء کے لگ بھگ تحریر ہوااوراسکے کُچھ حصے بعد میں سروری کسانہ کے رسالہ 'گوجر دیس' میں ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئے'' وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

' گوجری ڈرامہ کی ترقی میں ریڈیو کا اہم رول رہا ہے۔ ریڈیو سٹیشن

تراڑکھل(۱۹۶۵ء)،اور مظفرآباد (۱۹۶۷ء) سے گوجری نشریات شروع ہوئیں تو ریڈیائی ڈرامہ کا جنم فطرتی بات تھی۔تراڑکھل سے رانا فضل حسین راجوروی نے متعدد ڈرامے لکھ کر نشر کئے۔اُنکا ڈرامہ 'روشنی' قسط وار نشر ہوتا رہا اور بہت مقبول ہوا۔اس سے گوجری ادیبوں میں ڈرامہ لکھنے کا رجحان پیدا ہوا۔اسکے بعد ریڈیو سرینگر(۱۹۶۹ء) اور جموں (۱۹۷۵ء) سے گوجری نشریات شروع ہوتے ہی گوجری کا ریڈیائی ڈرامہ بھی ہوا کے کاندھوں پہ سوار ہوا۔سرینگر سے اے کے سہرابؔ نے عبدالحمید کسانہ(نِکا کی اڑی) اور غلام حسین ضیاء(پیر کی مرگ) سے ریڈیائی ڈراموں کی نشریات کا سلسلہ شروع کیا اور پھر خود بھی متعدد ڈرامے لکھے اور نشر کئے۔جموں سے فیض کسانہ کی سربراہی میں گوجری نشریات شروع ہوئیں اور وہاں سے نشر ہونے والا سلسلہ وار ڈرامہ 'مقدم' مسلسل پانچ سال تک نشر ہوتا رہا۔

۱۹۷۸ء میں جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی میں گوجری شعبہ کا قیام عمل میں آیا تو گوجری ادب کی شیرازہ بندی اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سٹیج ڈرامہ لکھنے اور پیش کرنے کا عمل بھی شروع ہوا۔گوجری کانفرنسوں میں باقاعدگی سے ڈرامے پیش کئے جانے لگے جنھیں عوام میں کافی مقبولیت ملی۔اسی ضرورت کے پیش نظر کئی ڈرامہ کلب وجود میں آئے جن میں 'فردوس ڈرامیٹک کلب آورہ' 'ظفر ڈرامہ کلب پہاڑی بیلہ' اور نشاط ڈرامیٹک کلب چنڈک پونچھ' قابل ذکر ہیں۔سٹیج ڈرامہ کی ابتدا کرنے والوں میں گلاب دین طاہرؔ، بابو نور محمد نورؔ، چوھدری قیصر دین، اقبال عظیم اور غلام رسول آزاد کے نام اہم ہیں۔کلچرل اکیڈمی کے زیر اہتمام ریاست کے طول وعرض میں گوجری کانفرنسوں میں گوجری ڈرامے اسٹیج ہوئے اور ڈرامہ نگاروں کی حوصلہ افزائی کا سلسلہ بھی شروع ہوا جس سے گوجری ڈرامہ روز افزوں ترقی کرتا گیا۔پھر ۲۰۰۱ء میں دوردرشن سے گوجری ڈراموں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں جاوید راہی (شنگراں کا باسی اور سانجھا دُکھڑا) حسن پرواؔز (ککھاں کی کُلی اور نُورو) اور کے ڈی مینی کے لکھے ہوئے کئی ڈرامے قسط وار نشر ہوئے۔اسطرح اب گوجری میں ڈرامہ نگاری کا سلسلہ اسٹیج،

ریڈیواورٹی وی کی وساطت سے ترقی کی راہ پرگامزن ہے۔''

ہئیت ،تکنیک اور موضوعات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو گوجری میں باقی شعری و نثری اصناف کیطرح گوجری ڈرامہ نے بھی اپناوجود قائم کرتے وقت اُن ہی فنی اصولوں اور جمالیاتی تقاضوں سے آنکھیں دوچار کیں جن کا اس وقت اردو ڈرامہ میں رواج تھا۔اسکی وجہ یہی ہے کہ گوجری میں ڈرامہ لکھنے والوں کے سامنے اردو ڈرامہ کی ہی روایت تھی۔ کیونکہ یہ لوگ عام طور پر صرف اردوزبان سے ہی واقف تھے گویا گوجری ڈرامہ کی بنیاد اردو ڈرامہ کے زیرِ اثر ہوئی جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔''ہمالیائی گوجرانسائیکلوپیڈیا''میں جاوید راہؔی رقمطراز ہیں:(ترجمہ)

''گوجری میں لوک ڈرامہ (Folk Drama) کی کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جو ڈرامہ کی ابتدا تصور کی جا سکے۔اس لئے دوسری زبانوں (اردو) میں موجود ڈرامے ہی گوجری ڈرامہ کے لئے محرک مانے جاتے ہیں۔گوجری میں اب تک تین طرح کے ڈرامے وجود میں آئے ہیں:ا۔اسٹیج ڈرامہ،۲۔ریڈیائی ڈرامہ،۳۔ٹی،وی ڈرامہ''

گوجری میں ڈرامہ لکھنے والوں میں رانا فضل حسین، چوھدری قیصر دین، اقبال عظیم،غلام رسول آزاد،نور محمد نور،گلاب دین طاہر،اے کے سہراب،رانا سرور صحرائی لطیف فیاض، انور حسین، عبدالحمید کسانہ،حسن پرواز، جاوید راہی، طارق فہیم، اقبال ظفر،خالد وفا اور شوکت نسیم کے علاوہ بہت سارے ادیب ہیں جنھوں نے اسٹیج، ریڈیو اور ٹی وی کے لوازمات اور اصولوں کے مطابق اردو ڈرامہ کے فن واصول کے تحت کامیاب ڈرامے لکھے ہیں۔جو کلچرل اکیڈمی کے مجلّہ'شیرازہ گوجری' میں شائع ہوتے رہے ہیں یا ریڈیو اور ٹی وی کی نشریات میں شامل ہوئے ہیں لیکن گوجری ڈراموں کو اب تک کتابی شکل میں صرف اے کے سہراب نے 'چون' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

گوجری میں تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ ڈرامے <u>رانا فضل حسین</u> نے

لکھے ہیں جن کی تعداد تین سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔ان میں اُنکا ایک مشہور ڈرامہ 'روشنی' ہے جسے سب سے پہلے ریڈیو سے نشر ہونے اور پہلا قومی انعام حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔ڈرامہ 'روشنی' اپنی بہت ساری خصوصیات کی بناپر اُردو کے اکثر ڈراموں کے مشابہ ہے۔ اس ڈرامہ کے مطالعہ سے گوجر قوم میں سماجی اور تعلیمی بیداری کے گہرے احساس سے قاری دو چار ہوتا ہے۔اس ڈرامہ میں خُدا پرستی، جدید دور کے بدلتے ہوئے سماجی حالات و واقعات، پرانے اور نئے سماج کی کشمکش، منصوبہ بند گھرانہ، جہیز کی رسم، بھائی بھائی کا اخلاق و پیار، اولاد کی بے پناہ محبت، گوجر ماحول کی تہذیبی خوبیاں اور خامیاں، فضول خرچی کے نقصانات، ہوشیار اور قابل یتیم بچوں کا ذکر اور مقدم کی نیک سیرت شخصیت کو بڑے فنکارانہ انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ پرانے زوال آمادہ سماجی ڈھانچے کی منظر کشی اور نئے سماج کی صورت گری کے اعتبار سے ڈرامہ 'روشنی' کو ایک کامیاب ڈرامہ کہا جا سکتا ہے۔جس میں نہ صرف پرانے اور جدید عہد کے گوجر سماج کی سماجی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی صورتِ حال کی زندہ اور متحرک تصویریں ہیں بلکہ فنی اعتبار سے بھی یہ ایک کامیاب ڈراما ثابت ہوتا ہے۔

گوجری ڈرامہ نگاری میں اقبال عظیم کا نام بھی اہم ہے۔چونکہ عظیم اردو ادب کے بہت قریب ہیں اس لئے دیگر اصناف کی طرح انکے یہاں گوجری ڈرامہ میں بھی اپنے منفرد تہذیبی و ثقافتی رنگوں کے ساتھ ساتھ اردو ڈرامہ کے رجحانات بھی ملتے ہیں۔انکے لکھے ہوئے اکثر ڈرامے کلچرل اکیڈمی کی وساطت سے اسٹیج ہوئے ہیں۔جن میں انکا ایک مشہور ڈرامہ 'غماں کی سلو' بھی ہے جو ادبی حلقوں میں کافی شہرت پا چکا ہے۔ان کا یہ ڈرامہ مارکسی نظریہ کے تحت لکھا گیا ہے جس میں گوجر سماج کے غریب لوگوں پر دولت مند طبقہ کے ناجائز ظلم کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔اس ڈرامہ کا مرکزی نقطہ نظر غریب و بے کس طبقہ کو ظالموں کے خلاف بیدار ہونے کی دعوت دیتا ہے، جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ آخر کار ظلم کا خمیازہ ظالم کو خود بھگتنا پڑتا ہے۔اقبال عظیم نے اس ڈرامہ میں اسٹیج کے تمام لوازمات اور فنی اصولوں کو

بڑے فنکارانہ اور جمالیاتی محاسن کے ساتھ برتا ہے۔

رانا فضل حسین اور اقبال عظیم کے علاوہ ڈاکٹر رفیق انجم کا نام بھی گوجری ڈرامہ نگاری میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔انہوں نے جس طرح گوجری غزل، نظم، گیت اور افسانہ جیسی اصناف کو عالمی ادبی منظر نامے پہ لانے میں اہم کردار ادا کیا، اسی طرح گوجری ڈرامہ کا وقار اور معیار بلند کرنے میں بھی کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ڈاکٹر رفیق انجم اردو ادب ہی نہیں بلکہ عربی اور مغربی ادبیات کا بھی گہرا علم اور شعور رکھتے ہیں۔اسکا اندازہ انکی تحقیقی اور تنقیدی کتابوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انکے ڈراموں میں بھی یورپی اور امریکی ڈرامہ کے مختلف رجحانات اور اسالیب کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔'شیرازہ گوجری' اور' ڈرامہ نمبر' میں شائع ہونے والے انکے اسٹیج ڈرامہ ''جھلیا لوک'' کو عوام میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی اور اسے بعد میں ریڈیائی روپ دیکر بھی ریڈیو کشمیر جموں سے نشر کیا گیا۔اس ڈرامے میں ایک ایسے غریب و سادہ شخص کی کہانی بیان کی گئی ہے جو ضرورت سے زیادہ محنت کر کے بھی اپنے بال بچوں کی بھوک نہیں مٹا سکتا جبکہ ایک ایسے شخص کی دولت میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے جو پہلے سے جاگیردار ہے۔اس مختصر سے قصے کو ڈرامہ نگار نے ایسی فنی مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ڈرامہ پڑھ کر معاشرے کی تصویر ہو بہو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی گوجر معاشرے میں غریبوں کی مظلومیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور امیروں کی زیادتیاں آج بھی جاری ہیں۔ڈرامہ نگار نے ڈرامہ ''جھلیا لوک'' میں سٹیج کی ضروریات کو پوری طرح ملحوظِ نظر رکھا ہے اور گوجری ڈرامہ کو دور جدید کی ڈرامہ کی خصوصیات سے بھی آراستہ کر دیا ہے۔اس ڈرامہ میں زبان کا استعمال موقع ومحل کے اعتبار سے فطری انداز میں ہوا ہے جس سے قارئین و سامعین تک اپنا نقطہ نظر یا پیغام پہنچانے میں وہ کامیاب ہیں۔انکی عام تخلیقات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انجم صاحب ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کے بیک وقت قائل ہیں۔اس لئے انھوں نے ڈرامہ میں بھی

زندگی کی حقیقتوں اور تلخیوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فن کے جمالیاتی محاسن کو قائم رکھا ہے۔ گویا وہ ہر تجربہ اور حقیقت کو تخلیقی اور جمالیاتی تجربہ اور حقیقت (Creative experience & Creative reality) کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ زندگی سے فرار کا سبق نہیں سکھاتے بلکہ جینے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔ یہ تمام خصوصیات اُردو کے چند ہی ہمعصر اردو ڈراموں میں ملتی ہیں۔

گوجری کے نثری ادب میں ایک اہم نام چوھدری قیصر دین قیصؔر کا ہے اور تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ افسانے اور ڈرامے لکھنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ اُنکے ایک مشہور ڈرامہ 'سرحداں کا راکھا' میں ایک خانہ بدوش کنبے کی زندگی کی منظر کشی کی گئی ہے جو آج کے جدید دور میں بھی مکان بنانا تو کیا مکان کی اندرونی بناوٹ سے بھی ناواقف ہے۔ اپنے وطن کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے لیکن قانون اسے ریاستی باشندہ ہونے کا حقدار بھی تصور نہیں کرتا اور دورِ جدید کی جدیدیت اسے اسکی سادگی، شرافت اور سچائی کی وجہ سے بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ اس ڈرامہ میں ڈرامہ نگار نے گوجروں کے استحصال کی تلخ حقیقت کو موضوع بنایا ہے جو کہ خانہ بدوش طبقے کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔

گلاب دین طاہؔر گوجری ڈرامہ نگاری میں ایک اور اہم نام ہے جنھوں نے متعدد گوجری ڈرامے لکھے اور سٹیج کئے ہیں۔ طاہؔر کے ڈرامہ ''رتجھ کا لارا'' میں بھی خانہ بدوش زندگی کے موضوع کو گوجر قوم کے سماجی و ثقافتی پس منظر میں بڑے فنکارانہ انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اس ڈرامہ میں اسلوب ایسا استعمال کیا گیا ہے کہ گوجر قوم کے کئی نفسیاتی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔

بابُو نور محمد نُورؔ کا نام بھی گوجری ڈرامہ نگاری میں کافی اہم ہے۔ انکا مزاج فطرتاً مزاحیہ ہے جس کا رنگ انکی ادبی تخلیقات میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ انہوں نے کئی ڈرامے

گوجری ادب کو دئے ہیں جن میں ''تحصیلدار کی عدالت'' اور ''اُستاذ'' انکے کامیاب ڈراموں میں شمار ہوتے ہیں۔انھوں نے اپنے ڈراموں کے موضوعات اکثر اپنے سماج کے ارد گرد ماحول سے منتخب کئے ہیں۔اور خاص کر گوجر قوم کے غریب طبقہ کے ساتھ سماجی اور سیاسی نا انصافیوں کو اپنے ڈراموں کا موضوع بنایا ہے۔انکے ڈراموں میں مزاح کا عنصر نمایاں ہے جس کی تہہ میں درد وکرب کی چنگاریاں چھپی ہوتی ہیں۔

مجموعی طور پر گوجری ڈراموں کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گوجری ڈرامہ ہیئت وتکنیک کے اعتبار سے اُردو ڈرامہ سے مشابہت رکھتا ہے لیکن موضوعاتی اعتبار سے اکثر گوجری ڈراموں کی حیثیت اردو ڈرامہ سے مختلف ومنفرد ہے۔ یہ بات ہم صرف گوجری ڈرامہ میں ہی نہیں دیکھتے بلکہ ہندوستان کی ہر زبان کے ڈرامہ میں یہ انفرادیت ملتی ہے۔اسکی وجہ اس زبان کا مخصوص سماجی وثقافتی منظر نامہ ہے۔ڈاکٹر محمد شاہد حسین اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''............عوام جب ڈرامہ دیکھنے آتے ہیں تو اپنی روایات بھی ساتھ لاتے ہیں۔اسی وجہ سے عوامی ادب کا تعلق دوسری اصناف کے مقابلے میں ڈرامے سے کہیں گہرا ہے'' (عوامی روایات اوراردو ڈرامہ......ص۲۵)

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی زبان کے ادب کا تعلق براہِ راست سماج وثقافت سے ہوتا ہے اور جدید گوجری ادب کا تعلق ریاست جموں وکشمیر کی گوجر قوم کے سماج وثقافت سے ہے۔لیکن یہ قوم ہندوستان کی مختلف اقوام میں سے ایک ہے اور چونکہ اردو ادب ہندوستان کی مجموعی تہذیب وثقافت کا عکاس ہے جن میں ایک گوجر تہذیب وثقافت بھی ہے اور اس لئے اکثر موضوعات ایسے ہیں جو نہ صرف اُردو اور گوجری ڈرامہ میں بلکہ اردو اور گوجری کی دوسری اصناف میں بھی مشابہت رکھتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ گوجری کے اکثر ڈرامون میں فنی لوازم کے برتاؤ میں کچھ کمی کا احساس

ہوتا ہے لیکن اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو واجد علی شاہ کے زمانے سے لے کر آج تک ہزاروں کی تعداد میں اُردو ڈرامے لکھے گئے ہیں لیکن فن و تکنیک کے اعتبار سے چند ایک ہی ایسے ڈرامے ہیں جو مکمل مانے جاتے ہیں۔

بہر حال حقیقت جو بھی ہو ہم گوجری ڈرامہ کے تحقیقی و تنقیدی جائزے کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ ُڈرامہ ٗاردو ڈرامہ کے اثر سے ہی گوجری ادب میں شامل ہوا اور اس نے اردو ڈرامہ کے اثرات قبول تو کئے ہیں لیکن اپنی زبان، ثقافت اور ماحول کی شعریات کے مطابق گوجری ڈرامہ کی یہ خوبی اردو ڈرامہ سے منفرد ہے کہ آج سے صدیوں بعد کے قاری کو گوجری ڈرامہ کے مطالعے سے آج کے گوجر ماحول، تہذیب وثقافت، اور رسم و رواج کا اندازہ کرنے میں ذرا بھی دِقت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اردو ڈرامہ نگاروں کی طرح گوجری ڈرامہ نگاروں نے اپنے عہد کی گوجر قوم کی زندگی، معاشرت، معیشت، تہذیب وثقافت، نظریات و تضادات کو اسطرح پیش کیا ہے کہ انکے ڈرامے صرف ڈرامے ہی نہیں رہ جاتے بلکہ اپنے عہد کے حقیقی گوجر سماج کے عکاس ہو جاتے ہیں، جو ہمارے سامنے بے جان خطوط یا تصویروں کی شکل میں نہیں بلکہ الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر زندہ اور متحرک شکلوں میں سامنے آتے ہیں۔

☆☆☆

ضمیمہ (ا) صاحبِ کتاب گوجری لکھاڑی

ا۔	مولانا مہرالدین قمرؔ، راجوروی	گوجری ادب، نکی نکی، ۲۷ کتاب
۲۔	مولانا اسماعیل ذبیحؔ، راجوروی	نالہِ دل، انتظار، گلدستہ ذبیح
۳۔	اسرائیل مہجور راجوروری	نغمہَ کوہسار
		کلیات مہجور (اردو گوجری ہندکو فارسی پنجابی)
۴۔	شمس الدین مہجورؔ، پونچھی	گوجر ہوش ربا،
۵۔	محمد حسین بیدارؔ، کھٹانہ	جلو نور کو
۶	مولوی مہر دین ڈوئی	نِگارِ مہر
۷۔	علم دین بن باسی	منزل کو نشان
۸۔	ڈاکٹر صابر آفاقی	اتھروں، ہاڑا، پھل کھیلی، کیسر کیاری، پیغام انقلاب،
		سانجھو کھلاڑو، بھلیں بسریں یاد،
۹۔	نسیم پونچھی	نین سلکھنا،
		(ترجمہ: خیام کی رباعیں، گلستانِ سعدی
		مدینی قافلو (کاروانِ مدینہ)
۱۰۔	نذیر احمد انسؔ	فراقِ یار
۱۱۔	احمد دین عنبر	گوجری گیان، رموز واسرار گوجری
۱۲۔	قاسم بجران	تاہنگ رنگیلی
۱۳۔	اقبال عظیم	ریجھ کولیّں،
۱۴۔	عبدالغنی عارفؔ	چھمر چھاں،
۱۵۔	رانا فضل حسین	باپھلن پاپھل پانی، سانجھا دکھڑا، ماہل، گوجری لوک بار
۱۶۔	مخلص وجدانیؔ	ریرا، سانجھو کھلاڑو، ابھکارا، پیہنگ
۱۷۔	اے۔ کے۔ سہرابؔ	چونں،
۱۸۔	غلام رسول اصغرؔ	آخری سہارو (ناول)
۱۹۔	حسن الدین حسنؔ	پیام حسن، گلدستہ حسن

۲۰	حسن پرواز	گوجری ترجمہ (الفاروق، شاہانِ گوجر، گاندھی نامہ)
۲۱	امین قمر	چاننی،
۲۲۔	ڈاکٹر رفیق انجم	دِل دریا، کورا کاغذ، سوغات، گوجری گرائمر، کہاوت کوش، بنجارا، سوچ سمندر، غزل سلونی، گوجری انگلش ڈکشنری، گوجری اُردو ڈکشنری گوجری ادب کی سنہری تاریخ (۱۰ جلد)،
۲۳۔	غلام سرور صحرائی	سجری سویلّ، رت نروئی
۲۴	میر حسین فدا	چنگیر،
۲۵	مولوی غلام رسول	آس کی باس، انقلابی سوچ، شنگراں کی لو،
۲۶	محمد منشاء خاکی	لخت لخت، گوجری گرائمر
۲۷	نور محمد مجروح	لہو کا اتھروں، سجری یاد، آس کا دِیا،
۲۸	نور محمد نور	بدلتو دور،
۲۹	ڈاکٹر جاوید راہی	گوجری انسائکلو پیڈیا، لوک ورثو، لوک وراثتی ڈکشنری،
۳۰	سعید بانیا	دل کا تارا،
۳۱	مختار الدین تبسم،	سانجھیالی، کوسا اتھروں،
۳۲	غلام سرور چوہان	نین کٹورا، کھوٹا سِکا، میری پسند،
۳۳	غلام یاسین	دِیو
۳۴	عبدالرشید پریم کوٹی	کچی تند پریت
۳۵	نذیر دُرانی	جھڑی
۳۶	منیر چوہدری، شاہباز چوہدری	سانجھ
۳۷	قمر دین قمر	دُکھ جدائیاں کا (ماہیا)
۳۸	حاجی وزیر محمد عاصی	بیادِ مدینہ (نعت)
۳۹	ڈاکٹر شاہ نواز	’روحِ شمس دین‘

☆☆☆

ضمیمہ (ب) گوجری ادیب، محقق، افسانہ نگار

ناں	پیدائش	مقام	صنف
رام پرشاد کھٹانہ	1938	گڑگاؤں ہریانہ	تحقیق
فضل حسین مشتاق	1940	کلر کٹل پونچھ	افسانہ، تحقیق
چوہدری قیصر دین قیصر	1942	گُنڈی گجراں (کرناہ)	افسانہ، ڈرامہ
محمد امین قمر	1943	کلائی پونچھ	افسانہ
محمد حسین سلیم	1944	مڑہوٹ پونچھ	افسانہ
جگدیش چندر شرما	1944	چلکانہ، پانی پت	تحقیق
غلام حسین ضیاء	1948	رائے پور کھیری، جموں	تحقیق
عبدالحمید کسانہ	1949	کٹھوعہ	افسانہ
غلام رسول اصغر	1949	بچیال، جموں	ڈراما، ناول
اے کے سہراب	1950	وچارناگ سرینگر	ڈراما
ڈاکٹر محمد اسد اُللہ وانی	1951	بھگوتہ، ڈوڈہ	تحقیق
سکندر حیات طارق	1951	بانڈی چیچیاں پونچھ	تحقیق
محمد شریف شاہین (سُود)	1952	برنیٹ، بونیار اُوڑی	افسانہ
کرم دین چوپڑہ	1953	کٹھوعہ	تحقیق
ڈاکٹر نصیر الدین بارُو	1953	گرکوٹ اُوڑی	افسانہ
غلام رسول آزاد (بڈھانہ)	1954	کپواڑہ	تحقیق
محمود رانا	1954	کالابن مہنڈر	افسانہ
غلام حیدر عادل (بڈھانہ)	1955	کپواڑہ	افسانہ، تحقیق
محمد اشرف چوہان	1955	سنئی پونچھ	افسانہ
مرزا خان وقار	1957	موگلہ کالاکوٹ	افسانہ
حسن پرواز کسانہ	1961	درابہ، سُرنکوٹ	تحقیق
محمد اشرف ایڈووکیٹ	1961	سرگودھا، پاکستان	تحقیق
مولانا فیض الوحید	1965	دداسن بالا رجوری	ترجمہ
خالد وفا	1972	دھرمسال، کالاکوٹ	ڈراما، تحقیق
مولانا محمد امین مدنی	1973	بانہال	ترجمہ